DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222449

UNIVERSAL
LIBRARY

صحیفۂ ولایت

عزیز

کتابستان
الہ آباد

صحیفۂ ولا

مجموعۂ قصائد و مدحیات

از مولانا میرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

فہرست مضامین

(۱)	مقدمہ		۱ / ج
(۲)	مئی کہنہ۔	اس حصّہ میں وہ قصائد ہیں جو طبع ہو چکے ہیں	۱ / ۲۰۸
(۳)	بادۂ شیراز۔	فارسی منظومات۔	۲۰۹ / ۲۲۴
(۴)	مئی باقی۔	بقیّہ جدید قصائد و منظومات۔	۲۲۷ / ۲۸۴
(۵)	قصائد۔	در مدح حضرت سیّد الشہداء	۲۸۵ / ۳۲۴
(۶)	لالہ زار۔	مختلف نظمیں	۳۲۵ / ۳۴۴
(۷)	قطعات		۳۴۵ / ۳۷۵
(۸)	رُباعیات		۳۷۸ / ۳۸۴
(۹)	ژنائیات		۳۸۵ / ۴۰۸

مقدمہ

بہارِ گلشنِ الفقر فخری
طرازِ دامنِ الفقر فخری

نگینِ خاتمِ سلمان منا
خدیوِ عالمِ سلمان متا

محمدؐ شہسوارِ مُلکِ ہستی
محمد شہریارِ ملکِ ہستی

محمدؐ سرور و سردارِ عالم
محمدؐ رونقِ گلزارِ عالم

خدیوِ کشورِ کن شاہِ لولاک
کہ جس کے فرش پا انداز افلاک

ہر اک ذرّہ تھا جس پانی کا ترسا
عرب کی خشک ریتی پر وہ برسا

دکھایا زور تسخیر نظر کا
لگا کر سُرمہ ما زاغ البصر کا

کہاں اس خاک خارا گیں کا منظر
کہاں دامانِ وحدت کا گلِ تر

زہے تقدیر تیری خاکِ تیرہ
تیرے انوار سے آنکھیں ہوں خیرہ

ہوا رونق فزا بازینت وزین
پہنکر پاؤں میں نعلین کونین

شرف اُسکے درِ دولت نے پائے
ملائک بھیس میں سائل کے آئے

اُسی چوکھٹ پہ میں بھی جھک سا ہوں
اُسی در کا فقیرِ بے نوا ہوں

ازل سے ہے مجھے شوقِ غلامی
مری گردن میں ہے طوقِ غلامی

تعلق میرا اصحابِ کسا سے
تمسک دامنِ آلِ عبا سے

دلِ افسردہ گو بیت الحزن ہے
رگوں میں دورِ صہبائے سخن ہے

تپک ہے کب سے دل کے آبلے میں
کٹے پینتیس سال اس مشغلے میں

ہوئے ہیں گو دماغ و دل معطّل
حواس امراضِ دیرینہ سے مختل

نفس کی آمد و شد کا مزا کیا
شکستِ شیشۂ دل کی صدا کیا

جہاں تک میری حدِّ شاعری ہے
بساطِ آرائشِ خاطری ہے

غرور فہم و فطنت مجکو کب ہے
نہ دعوائے سخن جب تھا نہ اب ہے

بھلا کیا ادّعائے خوش مقالی
بایں عجز و کمالِ بے کمالی

خدا جانے نظر میں اپنی کیا ہوں،
مگر مدّاحِ آلِ مصطفےٰ ہوں

فقیرِ مستِ بابِ میرِ کوثر
جسے موجِ شرابِ ناب ہے بہر

دو فورِ نشہ میں آنکھیں گلابی
نجف کے میکدہ کا اک شرابی

جسارت ہو گی حیدرؑ کی غلامی
مجھے کافی ہے قنبر کی غلامی

بڑھا جب شوقِ مدحت گستری کا
پڑا چسکا شرابِ بوذری کا

ہوئی صہبائے گلناری کی خواہش
می سرجوش عماری کی خواہش

"دل اس دریائے بے پایاں میں ڈالا
توکلتُ علی اللہِ تعالیٰ"

کہے ہیں آج تک جتنے قصائد
ذخیرہ بہر اظہار عقائد

محاسن سے نہیں سب دوش بردوش
نہیں یہ تختۂ گلزار گلپوش

کہیں کانٹے بھی اس گلشن میں ہونگے
خزف پارے بھی اس معدن میں ہونگے

عیوب شعر سے ہیں پاک اشعار
یہ دعوے اور انسان خطاکار

جہاں تک ہوسکا داغوں کو دھویا
نگاہیں ہیں مگر عیبوں کی جویا

خطا ہے دعوے عصمت یقینی
ہنر اس دور میں ہے عیب بینی

سمجھتا ہوں یہ ہے محقر
اگر پوچھے گا کوئی روز محشر

جہاں میں کیا رہا تیرا وظیفہ
کروں گا پیشکش میں یہ صحیفہ

یہ مجموعہ کہ ہے جنت در آغوش
کرم گستر عطا پاش و خطا پوش

مکافات عمل کا اک ذخیرہ
حجاباتِ گناہانِ کبیرہ

معنون ہے بنام پاک اسعد
جنابِ قائم آلِ محمدؐ

"عزیز"

مئی کہنہ

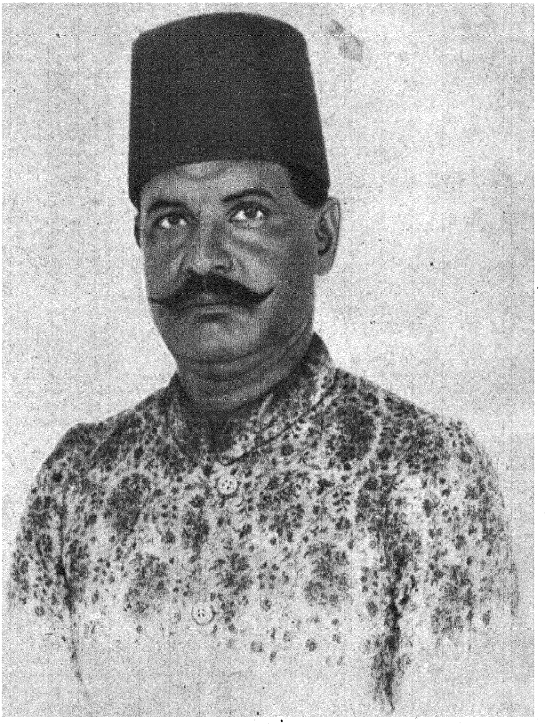

نه گفتن و نه شنودن زبان و گوش منست هزار نغمه گره در لب خموش منست

عزیز ۲۰/۱۱/۳۰

حسن و عشق

قصیدۂ بہاریہ نوروزیہ مکالمۂ حسن و عشق تخلص بنعت حضرت سرور کائنات پیرایۂ تغزل

بہار آتے ہی اُن کو ہو گیا ناز خود آرائی
لہو کچھ بڑھ گیا جب فصد دیوانوں نے کھلوائی

حمل کے نقطۂ اوّل پر آیا خسرو خاور
ربیع معتدل لے کر نوید نو بہار آئی

ہوئی باطل وی و بہمن کی وہ تقویم پارینہ
خزاں کے نام سے آتی ہے فوّارے کو اُبکائی

چلی وہ بادۂ نوروزی و تازہ کو پلیں پھولیں
گلوں کو دیکھ کر صحنِ چمن نے گود پھیلائی

صدائے خندۂ گُل سے کھُلا قفل درِ زنداں
جنوں میں وحشیانِ عشق نے زنجیر کھڑکائی

ہوئی پھُولوں کی کثرت جوش مارا موسمِ گل نے
کسی مستِ جوانی نے زمیں سبو قت ٹھکرائی

مکمل کیوں نہ دورہ بُرجِ آسمانی کا
ازل سے مہر ہے بارہ اماموں کا تولّائی

عظامِ کہنہ زندہ ہوگئے پانی چھڑکنے سے
دکھایا عنصرِ آبی نے اعجازِ مسیحائی

بنایا فصلِ گل کا زائچہ اختر شناسوں نے
طبیعت بیٹھ کر صحنِ چمن میں اپنی بہلائی

نشیلی انکھڑیاں ساقی کی زاہد سے بھی کہہ اٹھیں
یہ پہلا روز فروردیں کا ہے پی جامِ صہبائی

چھڑا ہے ساز پھر آوازۂ چاکِ گریباں کا
مدد اے روحِ مجنوں کہہ کے پھر نکلے ہیں سودائی

گھنے بالوں سطرفِ سنبل نے کھولے بہرِ آرائش
گلابی مدبھری آنکھ اُسطرف نرگس نے دکھلائی

نگارِ سبزہ نے مہدِ زمیں پر کروٹیں بدلیں،
اُدھر آغوش میں گلشن کے لی ہیلوں نے انگڑائی

جوانانِ چمن زندہ ہوئے اعجازِ موسم سے
غبارِ دشت نے اُٹھ کر خزاں کی لاش کفنائی

جماہی آئی پھولوں کو اُدھر ذکرِ صراحی سے
اِدھر غنچوں نے شاخوں پر ہر اک پُولا اپنی چٹکائی

اثر پیدا ہوا اس طرح کا روحِ نباتی میں
کہ روح اللہ بھولے درسِ اعجازِ مسیحائی

شہیدانِ وفا کا بخت جاگا کثرتِ گل سے
ستمگاروں کو پھر آیا خیالِ مشہد آرائی

بھرا تھا صوفِ جنباں زخم دلمیں حاجیوں نے
رطوبت خون سے پاکر بنا نخلِ تمنائی

نسیمِ عطر بیزِ گل نے کھولا بابِ میخانہ
جہاں تک بس چلا ساقی نے پی اور خوب پلوائی

رقیبِ توبۂ زاہد ہوئیں کلیاں چٹکتے ہی
ہر اک گھنڈی قبائے شیخ کی غنچوں نے کھلوائی

دلِ بلبل سے بھی آئی صدا الحمد للہ کی
قریب آ بجز جسدم کسی غنچہ کو چھینک آئی

ملانہروں کو عہدہ باغ میں عکاس باشی کا
اکڑ کر دیکھتے ہیں نخل انداز خود آرائی

اُٹھے بالیں پر ستان شب غم اپنے بستر سے
ہرے ہوتے گئے جتنی کہ گلشن کی ہوا کھائی

نمو کے یہ مناظر دیدنی ہیں دیکھنے والو
نگہ جس شے پہ ڈالی پھول بن کر وہ اُبھر آئی

درختِ طیب اسلام میں بھی ہے نمو پیدا
تماشا دیدنی ہے دیکھ اے چشم تماشائی

ہے ثابت اصل اسکی فرع اسکی آسماں پر ہے
دکھائے گا نمو اب اور کیا شان خدا آئی

مبارک بادہ آشامو یہی وہ روز ہے جسدن
غدیر خم میں ساقی نے شراب تازہ پھوائی

نیا دن اور نئی محفل نئے ساغر نئی صہبا
تخیل جدید اب چاہیے ہے بادہ پیمائی

سرور افزا چمن میں جمگھٹا ہے مہ جبینوں کا
کہیں معشوق تبریزی کہیں ترکان یغمائی

میان صحن گلشن حسن و عشق آپس میں نازاں ہیں
ہر اک مست خودی اپنی جگہ مدہوش رعنائی

رہی دن بھر یہ صحبت گرم حسن و عشق میں باہم
ہوئی جب رات اور صحن چمن میں چاندنی آئی

اُٹھے خدام بہر انتظام نذر نوروزی
سمٹ آئے وفور شوق میں سارے تولائی

عروسان چمن آنچل سروں پر ڈال کر بیٹھے
دعا کا وقت آیا سب نے کی سجادہ آرائی

خلوص دل سے بیٹھے یوں حضور حسن جاں پرور
لئے تسبیح فیروزہ کوئی تسبیح حمرائی

دم تحویل آیا رو بقبلہ ہو گئی محفل
جھکے ابروے حسن شوخ کی جانب تماشائی

جناب عشق جو اُس وقت تھے اک مرشد کامل
اشارہ حسن کا پاکر اُنھیں سے نذر دلوائی

ہوئے جب نذر سے فارغ تو موقع پاکے حضرت نے
دعا یوں بارگاہ ایزد باری میں فرمائی

بدل[1] دے حسن کا دل اے پلٹنے والے قلبوں کے
بڑھا دے یارالٰہا میرے چشم دل کی بینائی

مدبر روز و شب کے اے محول حالت دل کے
نگاہِ حسن میں کب تک رہو نگا اب میں سودائی

پھریں میرے بھی دن برگشتگی قسمت کی زائل ہو
کروں تا چند صحرائے جنوں میں جادہ پیمائی

کہا تنگ اسکی چوکھٹ پر کروں دن رات میں سجدے
گوارا اب نہیں ہوتی خداوندا یہ رسوائی

یہ سُنکر حُسن خود آرا کو فوراً آگیا غصہ
کہا ذلت سمجھتا ہے مرے در کی جبیں سائی

جسارت کر کے اتنا عشق نے بھی کہدیا آخر
اگر ذلت نہیں اسمیں تو ہو کیا عزت افزائی

کہا یہ حُسن نے نازش ہو مجھ پر ماہ کنعاں کو
کہا یہ عشق نے ہوں زینت بزم زلیخائی

کہا یہ عشق نے خوے فریب و عشوہ ہو تجھ میں
کہا یہ حُسن نے ہو تجھ میں خوے ناشکیبائی

کہا یہ حُسن نے تو شکوہ سنج سوزش دل ہے
کہا یہ عشق نے یہ آگ ہو تیری ہی بھڑکائی

کہا یہ عشق نے اے کاش میں ہوتا نہ یوں رسوا
کہا یہ حُسن نے یہ فعل ہے ماضی تمنائی

کہا یہ عشق نے وعدہ خلافی تیرا شیوہ ہو
کہا یہ حُسن نے سن اے حریف ننگ و رسوائی

دروغ مصلحت آمیز بہتر راستی سے ہو
کہ دیوانوں کی صحبت ہو خلاف عقل و دانائی

کہا یہ عشق نے میں مر گیا یہ تھی وفا میری
کہا یہ حسن نے میرے لبوں نے کی مسیحائی

کہا یہ عشق نے پیغمبری موسیٰ کو دی میں نے
کہا یہ حُسن نے وہ آگ تھی میری ہی سُلگائی

---

[1] اشارہ بدعائے یا محول الحول والاحوال الخ

کہا یہ عشق نے غش مجھ کو آیا طور سینا پر
کہا یہ حسن نے وہ آنکھ تھی میں نے ہی جھپکائی

کہا یہ عشق نے پائے علی میں تیر تھا میرا
کہا حسین نے اور میں نے دلمیں تھی جگہ پائی

ہوا جب طول آزادی میں تھوڑا سا خلل آیا
طبیعت بحث میں عشق جنوں مشرب کی گھبرائی

کہا اچھا چلو اب خدمت محبوب خالق میں
یہ نام آتے ہی لب پر حسن نے لی ایک انگڑائی

لبوں پر مسکراہٹ آگئی شرما کے فرمایا
نقاب اب میں الٹتا ہوں تقریب شناسائی

ذرا ہشیار رہنا ضبط کا ہنگام آیا ہے
مرقع جذبۂ دل کا ہوں دیکھ اے میرے سودائی

عزیز اللہ جانے کیا ہوا ہمنے تو یہ دیکھا
اٹھا کر عشق کو خلوت میں لائے کچھ تماشائی

ہوا جب غلغلہ تجویز چند ارباب شورے میں
یمانی اک کسا اس مست عنائی نے بھجوائی

ہوا جب کچھ افاقہ آہ کھینچی دل سے اک ایسی
در و دیوار پر صورت محمد کی نظر آئی

اسی طاقت ربانک لوگ دیوانے کو پھر لائے
بہلنا تھی نہ بہلی گو طبیعت لاکھ بہلائی

کہا یہ عشق نے بڑھ کر کہ اے سر دفتر عالم
ازل سے منتظر تھا آج صورت تمنے دکھلائی

حجاب قدس میں اتنے دنوں سرگرم خلوت تھے
گوارا کس طرح تم کو ہوئی بندے کی تنہائی

دوئی کا نقش بھی میں نے مٹایا یوں تصور میں
جھلک مہر نبوت کی مرے داغوں نے دکھلائی

یہ میری چشم تر اک آبشار طور سینا ہے
ہر اک موج اسکی دکھلاتی ہے شان بحر کبریائی

کیا جبریل نے آکر وضو اس آب خالص سے
کبھی رونے کی فرصت ہجر میں میں نے اگر پائی

پرستش میرے داغوں کی ہوئی ہے اہل عرفاں میں
یہانتک عشق میں کامل ہوا اے جان شیدائی

مجھے اتنے دنوں بسمل بناکر کیا ملا تم کو
کہا یہ حسن نے اے دشمن ادراک و دانائی

حدیث آفرینش میری کچھ معلوم ہے تجھ کو
بہم اک نور سے پیدا ہوا میں اور مرا بھائی

رہی ہم سبحہ گرداں عرش اعظم پر زمانے تک
ہمارے نور نے پھر پشت آدم میں جگہ پائی

بہت دن نوح و ابراہیم کی یوں پشت بانی کی
کہ ان اصلاب پاکیزہ میں کی ہے جلوہ آرائی

جب آیا صلب عبدالمطلب تک رفتہ رفتہ میں
ہوا قدرت کو تازہ پھر خیال بزم آرائی

جگہ دی صلب عبداللہ میں مجھ کو مشیت نے
ادھر صلب ابوطالب میں حیدر نے جگہ پائی

بھرا ہے رنگ جلووں نے مرے نقش نبوت میں
مصور نے بنائی تھی فقط شکل ہیولائی

مداوا اے دل بیتاب کیونکر مجھ سے ممکن تھا
میں تجھ سے کسطرح ملتا بتا اے عشق سودائی

یہ سنکر عشق کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
کہا اچھا کریں تا چند اب صبر و شکیبائی

امید وصل سے وابستہ تھی یہ ہستی فانی
وگرنہ کب کے مرجاتے اسیر قید تنہائی

زبان عشق پر جاری ہوئیں جب یاس کی باتیں
کہا حسن حجازی نے باندازِ مسیحائی

نبوت کو مری گزرینگے بارہ سال جب کامل
ملونگا تجھ سے پھر اک مرتبہ اے میرے شیدائی

یہ فقرہ سنکے عشق بدگماں کو ہوگئی الجھن
بلائیں لیکے پائے حسن پر کی ناصیہ سائی

کہا حسن خود آرا سے بتا اے پردہ نشین دل
کہاں جائیگا دکھلانے یہ اندازِ خود آرائی

مرے دل سے زیادہ کوئی اچھا ہے مکاں تیرا
مری آنکھوں سے بہتر ہے کوئی تیرا تماشائی

کوئی بہتر ہے مجھ سے اور تیرا چاہنے والا
کہا یہ حسن روز افزوں نے ہاں اے میرے شیدائی

دیے ہیں جسنے یہ جذبات تجھ کو بدنظرت میں
حرارت بھر کے جسنے یہ طبیعت تیری گرمائی

گراں سنگ و بلند اقبال و چابکدست و دریادل
دل افروز و غیور و شور انگیز و تمنائی

وفا پیشہ جنوں مشرب جگر سوز و جواں ہمت
دیے ہیں جسنے تجکو یہ صفات اے محو رعنائی

ترے قدموں کے نیچے خود جنوں نے فرش کیں آنکھیں
دیا غربت میں جسنے تجھ کو ذوق آبلہ پائی

وہ صورت گر کہ جسنے داد چاہی نقش اول کی
نمایش میں ازل کی میری صورت تجھ کو دکھلائی

وہ صورت گر کہ جسکو عشق تھا یہ اپنی صنعت سے
مری پرچھائیں تک اُسنے زمانے کو نہ دکھلائی

بتا انصاف سے محبوب میں اُسکا ہوں یا تیرا
محبت وہ کریگا مجھ سے یا تو ہوگا شیدائی

یہ سُنکر جوش پیدا ہوگیا نالہ فرشی کا
جناب عشق کے چہرے پہ اک افسردگی چھائی

لگا کر عینک اندیشہ دیکھی حُسن کی صورت
خیالات اور آئے دل میں سو دائی تو سودائی

بہاکر ایک رو دنیل چشم حیرت افزا سے
کہا تسلیم ہے جو بات تم نے مجھسے فرمائی

قبا بنتی ہی سُبحَانَ الذی اَسرٰی بعبدہٖ کی
کسنے دیکھ کر اس قامت رعنا کی رعنائی

یہ مانا میں نے بام قاب قوسین آپ کی منزل
یہ مانا عرش کی ہے آپ ہی سے عزت افزائی

دل زخمی کو میرے آپ اچھا کر نہیں سکتے
کرینگے جا کے خرق والتیام چرخ مینائی

بُراق نفس میرا آپ کے رفرف سے اچھا ہے
فضائے لامکاں ہی تنگ بہر جادہ فرسائی

کہاں دل اور کہاں اللہ اکبر مسجد الاقصےٰ
گھرا اپنا ترک کرکے وہ عمارت کیوں پسند آئی

پسند طبع نظارہ ہو آیا چشم ثوابت کا
کہیں زائد ہے جس سے میرے چشم دل کی بینائی

وہاں تو دوش نازک کو چھوا دست تمنا نے
یہاں ہوتی نہیں ہم سے گوارا تم کو یکجائی

مرے زخموں سے اچھا ہی تماشا باغ جنّت کا
میری اشکوں سے بہتر شان کیا کوثر نے دکھلائی

سخن دیوانگی کے عشق سرگشتہ سے سُن سُن کے
لب نازک پہ حُسن روح پرور کے ہنسی آئی

نگاہ مُرسل سا دکھلا کے دیوانے سے فرمایا
سمجھ کر بات کر باطل ہے یہ سب تیری گویائی

معاذ اللہ خدا سے بھی ہے آمادہ قابت پر
میں کرتا تجھ پہ حد جاری اگر ہوتا نہ سودائی

کہا یہ عشق نے اب اور حد شرع کیا ہوگی
بنا کر مجھ کو دیوانہ بنے ہو خود تماشائی

یہ گھن لفظوں کا اور یہ سرمہ گیں آنکھیں معاذ اللہ
وہ دیوانہ ہے اسکو دیکھ کر جو ہو نہ سودائی

ذرا آئینہ دیکھو اور اپنے نفس سے پوچھو
بلاؤ تو کہاں ہے وہ تمھارا ابن عم بھائی

کیا شق القمر تمنے تو اک اعجاز دکھلایا
مرا دل توڑ کر تمنے بھلا کیا بات دکھلائی

یہ سنکر حُسن شرم آلود کو خوف خدا آیا
کہا اچھا ملیں گے تجھ سے بھی ہم اے تمنّائی

مگر یہ تو بتا منزل کہاں ہی تیری اے بیخود
تجھے تو رات دن رہتا ہی ذوق دشت پیمائی

کہا یہ عشق نے منزل مری ہی قلب حیدر میں
وہیں کرتا ہوں سیر عالم توحید دیکھتا ہوں

شب معراج اتنی دور جسکے پاس جاؤگے
ہمیشہ سے مری منزل میں ہو وہ مست عنائی

ملوگے جس سے جاکر تم منازل اتنے طے کرکے
شب و روز اُس سے مجھ سے رہتی ہو اس گھر میں یکجائی

نہ فصل و کماں ہو اور نہ اتنی پردہ داری ہو
اُسی کی جنبش ابرو کا تنہا ہوں تماشائی

مرے دلمیں ہو تم میں ہوں علی کے دلمیں لو شیدہ
حجاب اس سے زیادہ ہوگا کیا اے جان شیدائی

وہ گھر تو گھر وہاں تو صاحب خانہ تمھارا ہو
ضرور اس گوشہ گیر عرش کی ہو عزت افزائی

یہ سُنکر جوش حُسن جانفزا کو ہوگیا پیدا
لگاکر عشق کو اپنے گلے سے لی اک انگڑائی

کہا یہ سب مجھے معلوم ہے جو کچھ کہا تونے
تیرے سر کی قسم میں بھی ہوں تیرا دلسے شیدائی

کہا یہ عشق نے پھر مجھ کو اتنا کس لیے چھیڑا
کہا یہ حُسن نے کرنے لگے پھر عقل آرائی

دکھانی تھی مجھے قوت غزنوی مدح گستر کی
بہت محبوب ہو اے عشق یہ انداز شیوائی

جزاک اللہ عزیز نکتہ پرور کیا قصیدہ ہو
ہر اک مضمون ہو الہامی ہر اک مصرع ہو القائی

بہارِ ربیع

در جوشِ موسمِ اُردی و برخے از حالاتِ ولادتِ انسانِ مکمل عینِ العالم حقیقۃ الحقائق

مرآتِ الصفا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ

ہے تا بعرش گلستان کا گوشۂ دستار
کہ سرزمینِ عراق عرب سے آئی بہار

ادا کیا ہے فلک نے فریضۂ سحری
کھلا ہے دھر کے آگے صحیفۂ گلزار

نشاطِ فصلِ ربیع و بہارِ عامِ الفیل
بساطِ سبزہ و گلکارِ دامنِ کہسار

زوالِ بہمن و دے جوشِ موسمِ اُردی
کمالِ نامیہ و سربلندیِ اشجار

کہاں ہو کون سے گوشو نمیں ہو ذرا نکلو
جہاں ہے قابلِ نظارہ یا اولی الابصار

میں کیا کہوں سبدِ گلفروش ہے گویا
جہانِ پوقلموں تا بوسعتِ انظار

یہ جوش ہے کہ ذرا چھیڑیے تو خوں دیدے
زمیں پہ خود رگِ سودا ہے نشترِ ہر خار

بساطِ خاک پہ لیتا ہے کروٹیں سبزہ
کہ مستِ خوابِ جوانی ابھی ہے فصلِ بہار

وہ دلفریبی انداز صورت گلشن
کبھی نہ کھینچ سکے گا مصوّر پندار

جہاں کے سارے عناصر ہیں اعتدال پذیر
جمال عنصر سودا مگر ہے نشتر زار

سماں جو خواب عدم میں تھا تیرے رنگ کا
اب آج دیتی ہے تعبیر اسکی فصل بہار

فضائے عرصۂ گیتی ہے محو آرائش
نثار نجبت زمیں ہیں ثوابت و سیار

فلک نے کھولدیے پردہ ہائے رنگاری
کہ اہل خلد کو پہونچائے مژدۂ دیدار

چراغ طور ہے ایک ایک ذرّہ دنیا کا
تمام عرصۂ گیتی ہے مطلع الانوار

بپا ہیں دہر میں ہنگامہ ہای ساز طرب
بقدر شوق تماشائیاں جلوۂ یار

دل تپاں ہے دیار عرب کا ہر ذرّہ
زمیں کے سینہ میں آتا نہیں کسیکو قرار

چمن کی سیر پر اصرار کب ہے اے زاہد
وہ دیکھ سرحد اسلام میں بھی آئی بہار

یہ وقت وہ ہے گلے میں صنم پرستوں کے
کمند جذبۂ وحدت ہے رشتۂ زنار

کہاں وہ نقش کہاں ساز و برگ تبخانہ
کہاں بتوں کی وہ اگلی سی گرمی بازار

نہ راہبوں کی ریاضت نہ کاہنوں کے عمل
نہ شعبدے نہ فسوں ساز یان نہ وہ گفتار

بلند اب وہ آتشکدہ کے شعلے ہیں
کسیکے جلوۂ رخ سے ہوئے ہیں سب فی النار

جہان کفر کی دیکھو تو خانہ ویرانی
کہ منہدم ہیں مدائن کے سب قدیم آثار

گلو گرفتہ ہے ناقوس دم بخود اصنام
زبان شعلۂ آذر ہے خوف سے بیکار

خیال جنکا بشغل صنم تراشی تھا
تمام اُنکے دماغی قوے ہوئے بیکار

فلک نے قوس قزح سے لگائے تیر شہاب
جہاں میں آج شیاطین کا ہی گذر دشوار

بذوق سجدۂ طاعت جھکا ہی کعبہ میں
خدا نیگان برہمن کا وہ بھرا دربار

نشیب لاخ ضلالت کے گوشہ گیر اُٹھے
بذوق سیر و تماشائے عالم انوار

اُلٹ گئے ہیں سلاطین دھر کے دیہیم
لرز رہے ہیں زمانہ کے خواجگان کبار

فضائے خشکی و دریائے سادہ کا منظر
نمک فشاں جراحات سینۂ کفار

قصور شام میں مانند شعلۂ آتش
کہ آفتاب قیامت ہے پرتو رخسار

ہوئے ہیں بیچ سے دو حصہ طاق کسریٰ کے
شکست کفر کے دنیا میں ہیں عیاں آثار

قصور بصرہ نظر آرہے ہیں شام سے اب
یہ کیسا نور ہی عالم میں یا ادلی الابصار

بتوں کی طرح سلاطین دہر ہیں صامت
نہ سامعہ کی ہے طاقت نہ قوت گفتار

قصور ابیض اصطخر کے مناظر دیکھے
تمام دھر ہے تیری نظر میں آئینہ وار

دو فور جوش طرب میں دہان کوثر سے
اُبل رہے ہیں یواقیت و گوہر شہوار

دل حجاز سے نکلا ہے ایک لمعۂ نور
کہ جسنے سارے زمانہ کو کر لیا ہی حصار

وہ سامنے علم سبز سندس فردوس
محیط ساحت آفاق گنبد دوّار

صدائے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
سحر سے گونج رہی ہی میان ہر کہسار

درون کعبہ ہوئی گوشہ گیر آل اللہ
کہ درمیان عرب ہو کچھ اسکا عزوقار

یہ وقت خواب نہیں عبد مطلب جاگو
ہوا ہے خانۂ کعبہ بھی آج شکر گزار

سنو جو نغمۂ داؤد کی تمنا ہے
ہوئے ہیں جمع وہ دیکھو طیور زمزمہ بار

کھڑا ہے جوش مسرت میں ایک ابر سفید
قریب حجر کسی کے بشوق بوس و کنار

ہزار رنگ سے آراستہ ہے بزم شہود
کہ نفس ناطقۂ خلق کا ہے اب دربار

دکھائیں ہم بھی تمھیں آج ایک حسن ملیح
اب آؤ اے مکنعاں ذرا سر بازار

ترنج و تیغ کے قصہ کو پھر کریں تازہ
سجے دوبارہ جو خاتون مصر کا دربار

رواں ہوئی ہدہد شہر سبا سوی بلقیس
کہ آکے میرے سلیماں کا دیکھے غروقار

پھر آج حرص جوانی اسے مبارک ہو
سنائے کوئی زلیخا کو مژدۂ دیدار

نوید آدم و حوا کوئی جاکر
کہ وجہ خلقت دنیا کا اب ہوا اظہار

ذرا کوئی ارنی گوئے طور سے کہدے
دکھائیں آج یہاں آکے طاقت دیدار

وہ باب شہر ستارہ طلسم فطرت پر
وفور جوش میں باندھا گیا ہے بند ھنوار

نگار خانۂ ابداع میں ہے بزم سرور
حریم کن میں بپا مجلس طرب آثار

وہ گل کھلایا ہے فطرت کے موقلم نے آج
کہ گر گئے ہیں نگاہوں سے سارے نقش و نگار

ہوئی خموش کہ دیر آید و درست آید
وگرنہ جوش میں شق ہوتی کعبہ کی دیوار

گھٹا اُٹھی ہے وہ بالائے خانۂ کعبہ
اِدھر بھی ہاں مرے ساقی کہ ہوں ابھی ہشیار

ٹپک رہی ہے اشاروں سے ادائے مستی
ہزار جام و صراحی تری نگہ پہ نثار

خطوط ساغرِ جم ہوں تو دیکھ لے انساں
یہ کون دیکھ سکے چشمِ سُرمگیں کا خمار

عزیز جانِ سخن اور تو ہے جانِ غزل
پلا کے بادۂ سرجوش اسکے سُن اشعار

پکارتے ہیں خرابا تبانِ میخانہ
تجھی کو یا اسد اللہ حیدرِ کرار

وہ مالک اور تو ساقی وہ شاہ تو ہے وزیر
خلافِ رسمِ ادب شاہ سے ہے گیفتار

تری جناب میں مدت سے بے تکلف ہوں
اُٹھا کے دے کوئی کوثر سے جامِ میناکار

مے دوآتشہ دے تا علاج ہو بالمثل
فروہوں دلکے وہ شعلے ذرا تو آئے قرار

دکھا دے جادۂ میخانۂ حریمِ قدس
بہک نہ جائیں کہیں تیرے رندِ بادہ گسار

دکھا دے مسئلۂ خرقِ والتیام مجھے
ابھی سے کھولدے ابوابِ گنبدِ دوّار

عروجِ بادہ پرستی کا ہے یہی ہنگام
کہ برجِ سعد میں ہیں سب ثوابت و سیّار

ذنب ہے قوس میں مریخ اپنے برج میں ہے
قمر ہے اول میزاں میں آج آئینہ وار

اِدھر تو برجِ حمل میں ہے طلعتِ خورشید
شکم ہے آمنہ کا اُسطرف تجلی زار

بنا ہے شعبِ بطالب اب زچاخانہ
کھڑے ہوئے ہیں مودب یہ ان کبار

لیے ہے طشتِ زمرد کوئی کوئی ابریق
مودبانہ کھڑی ہے ملائکہ کی قطار

بسوے حجرہ ادھر عبد مطلب پہونچے ق فضائے شہر میں دیکھے جو یہ عجیب آثار
جناب آمنہ سے پوچھتے ہیں گھبرا کے میں جاگتا ہوں کہ سوتا ہوں کیا ہیں یہ اسرار
مشاہدہ جو کیا آمنہ نے یہ نقشہ کہا نہیں نہیں سوتے کہاں ہو بیدار
کہا انھوں نے ہوا کیا تری جبیں کا نور کہا وہ نور ہے بیٹے کا میرے آئینہ دار
یہ سنکے جوش میں یہ عبد مطلب نے کہا دکھاؤ مجھ کو بھی فرزند کا مرے دیدار
کہا انھوں نے ابھی تین روز صبر کرو ہجوم شوق ملائک ہے مانع دیدار
کہا کہ لاؤ اسے ورنہ قتل ہوگی تم یہ کہکے میان سے غصہ میں کھینچی تلوار
کہا یہ آمنہ نے جاؤ حجرے کے اندر گئے جو یہ تو کسی نے یہ انسے کی گفتار
کرے نظارہ نہ جبتک کہ عالم ملکوت نہ دیکھے کوئی بنی آدم اسکے رخ کی بہار
صدا یہ سنکے پڑا انکے جسم میں رعشہ پھرے لیے ہوئے طومار شوق کو ناچار
عزیز پھیر عنان سخن سوے ایجاز کہ طول اب ہے زیادہ قصیدے میں بیکار
دعا پہ ختم کر اب اپنی بذلہ گفتاری جواب دی رہی ہے تیری طاقت گفتار
جہاں میں رونق اسلام تا بہ حشر رہے بحق سید سادات و آلہ الاطہار

(۱۷ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

معراجیہ

در مذاقِ تغزل و نعت ہادیٔ سُبل حضرت ختم الرُّسُل

قسمت پہ غیر اپنی کروں یوں نہ مباہات
کس عربدہ جو سے ہوئی ہے آج مُلاقات

توری اثر نالہ نے جب مہرِ ضبط
کس شوق سے کھلنے لگے طومارِ شکایات

کام آ ہی گیا گریۂ بیتابیٔ فرقت
اِک عمر سے نکلے ہی نہ تھے دل کے بخارات

دن ختم جو ہوتا تھا تو کرتا تھا دُعائیں
اللہ کرے خیر سے کٹ جائے کہیں رات

بیربلی شیرازۂ اجزائے طبیعت
اس طرح کہ جیسے ہو پریشانیٔ ذرات

اِک قہر تھا مجبوریٔ دعوائے محبت
برسوں سنی ناصح کی وہ تقریرِ خرافات

کیا پوچھنا ہے لذتِ آزادگیٔ عشق
جکڑے ہوئے تھی پاؤں کو زنجیرِ خیالات

دل تا جگر اِک ایسا بیاباں تھا کہ توبہ
رونے کی فقط ایک صدا آتی تھی دن رات

گہ لبِ مے بتکدے میں یا صنم آیا
کعبہ میں پکارا کبھی یا قاضیِ حاجات

ہر شب تھی پرستاریٔ اوہامِ جنوں خیز
ہر صبح تھی درگاہِ محبت میں مناجات

اللہ رے وہ بیخودی شوق کا عالم
کوشش تھی کہ ہو جائے کہیں تم سے ملاقات

وہ دل جو تھا خمیازہ کش لذت وصلت
اس وقت نہ پوچھ اس دل سرگشتہ کے حالات

تجکو اثر جذبۂ عاشق کی قسم ہے
اب دے مرے ان چند سوالوں کے جوابات

کیا عشق کی تقدیر میں ہے ذلت و خواری
کیا شان نہیں ہے مری شایان مراعات

تا چند اسیر رہوں صورت سیماب
فرمایا کہ جبتک رہے شوخی اشارات

میں نے یہ کہا ہوگا ستم مجھ پہ کہاں تک
فرمایا کہ جبتک رہیں تجھپر یہ عنایات

میں نے یہ کہا آئے ہو مقتل میں تہی دست
فرمایا کہ کافی ہیں مرے چند اشارات

میں نے کہا زندہ ہیں شہیدان محبت
فرمایا تجھے قتل کروں گا پئے اثبات

میں نے یہ کہا دل میں بھڑکتا ہے جہنم
فرمانے لگے ہے یہ محبت کی مکافات

میں نے یہ کہا جاؤنگا اب میکدہ کو میں
اک جام پیوں گا پئے تردید خیالات

غصہ سے کہا چشم فسوں ساز کو ملکے
لے دیکھ لے سب کیفیت بزم خرابات

میں نے اثر نالۂ مجنوں جو سنایا
بولے کہ نہیں معتبر اب ایسے حکایات

دریافت جو کی ماہیت برق تجلی
فرمایا یہ اوقے تھے مرے رمز و کنایات

پوچھا دل گم گشتہ کو اپنے کہ ہوا کیا
فرمایا کہ لازم نہیں اندیشۂ مافات

میں نے یہ کہا وصل تو ممکن ہے پس مرگ
بولے مرے نزدیک ہے تاویل خیالات

میں نے جو کیا وصف جمالِ مہ کنعاں
فرمایا ملاحت سے نہیں حسب تو ہے کیا بات

میں نے یہ کہا عشق کی خلقت ہوئی پہلے
فرمایا غلط سب سے مقدم ہے مری ذات

میں نے یہ کہا وصل تشابہت ہے مریجاں
کیا بھول گئے تم شب معراج کی حالات

فرمایا کہ ابرو تھے وہاں بھی تو کشیدہ
تھے دونوں کمانوں میں جدائی کے اشارات

میں نے یہ کہا ہاتھ سر و دش تھا کس کا
فرمایا نہ پوچھ اسکو وہ تھی اور ہی اک بات

کسنے لیا تھا بوسۂ پا ہائے مبارک
یہ تو مجھے بتلائیے اے قبلۂ حاجات

فرمایا وہ تھی عرش الٰہی کی جسارت
مانع ہوئی مجکو دش حسن مراعات

میں نے کہا فرمائیے خلوت میں ہوا کیا
فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات

بہتر ہے کہ پڑھ مدح میں میری کوئی مطلع
تا خلق پہ ظاہر ہو ترا جوش موالات

مطلع

سایہ بھی جدا جسم سے ہوتا نہیں ذرات
زور کشش حسن خداداد کی کیا بات

یہ کہکے ترے حلقۂ گیسو میں چلا دل
ہے آج ہمارے لیے معراج کی رات

کیا ذکر مرا دل بھی ہے میرے تو زباں بھی
مشتاق رہے تیرے تکلم کے جمادات

سونے میں بھی وا چشم حقیقت نگری ہے
یکساں ہے تیرے واسطے سب دن ہو کہ رات

ہوں راز جلی یا کہ خفی تجھپہ ہویدا
تو دیکھ رہا ہے عقب و پیش کے حالات

تو شارح آیات کتاب فتدلّٰی — خلوت کدۂ حُسن کی ہمراز تری ذات
ہر جامۂ نو قامت موزوں پہ مزیّن — کرتا ہے ترے پیکر نازک پہ مباہات
اللہ ری شوخی تری اک چشم زدن میں — طے تو نے کیے ہیں حجب عرش و سماوات
کس مُنھ سے کہوں کیفیت لذّت تقریر — واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
زلفوں سے تری چین جبیں کا ہے اشارہ — ہو معجزۂ شق قمر آئی ہے اب رات
کہتے ہیں اسی واسطے تجکو ابو الارواح — تھا نور ترا مظہر ارضین و سماوات
وہ مہر نبوّت ہے نہیں سنگ حرم کچھ — ہاں تو ہمہ تن کعبہ ہے اے قبلۂ حاجات
ہے قصد بناؤں گا الگ عرش محبّت — کرتا ہوں بہم جمع تری راہ کے ذرّات
کرتا ہوں ترے نام پہ ختم اپنا قصیدہ — دو رصلوات اب ہو کہ ہے جوش موالات

محمود و محمد شرف عالم و آدمؑ
میر عبرؔ و میر عجمؔ سید سادات

نوید بعثت

کسی دن رونے والے بھی کوئی تجکو دعا دینگے
یہ کیا اندازہ ہے پہلو میں بیٹھیں گے رُلا دینگے

فلک کے مدّعی ہیں یہ نہ ان کو عرش سے مطلب
یہ وہ نالے ہیں جو سب دل کے پردوں کو ہلا دینگے

یہاں آئے تو خود آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
جنھیں دعوے یہ تھا ہم رونے والوں کو ہنسا دینگے

زہے قسمت توقع اُلٹے اتنی بھی نہ تھی ہمکو
ہمارے شوق دیرینہ کو سُنکر مُسکرا دینگے

تصدق جائیے اس طرز دلجوئی کے ایحضرت
کسی کا خوں بہائینگے پھر اُسکا خوں بہا دینگے

یہ سمجھے تھے کہ مرکر داد جانبازی ملے گی کچھ
یہ کیا امید تھی وہ شمع تربت بھی بجھا دینگے

خبر تیرے مرنے کی کر دائنے جو کہتے ہیں
صدائے قم باذنی دیکے مردوں کو جلا دینگے

لکھے جا نامۂ پُر شوق کیوں مایوس منہ تا ہو
کسی اللہ کے بندے کو پیغمبر بنا دینگے

کہیں کیوں منہ سے ہم خود دیکھ لیں گے دیکھنے والے
مقابل حضرت یوسف کے ہم تم کو بٹھا دینگے

جوانی کی ہے نیند اے سونے والے چین سے سونا
رسول اللہ کہہ کر خواب سے تجکو جگا دینگے

یوہیں بستر پر اپنے چین سے سوتا رہے گا تو
بشارت دینے والے تجھ کو پیغمبر بنا دینگے

مُبارک تجکو ہو کار نبوت جا مُبارک ہو
شب ہجرت کسی کو تیرے بستر پر سلا دینگے

سر کہسار چل تو اسکے اغنام ابو طالب — خدائی کا تماشا ہم وہاں چل کر دکھا دینگے
نبوت کی قبا بیوتی ہو جو خیاط قدرت نے — وہی پہنا کے تم کو صدر مجلس میں بٹھا دینگے
تماشا دیکھنا چاہو گے گر اسرار قدرت کا — تمہارے سامنے پردے حقیقت کے اٹھا دینگے
جو مشکل ہوگی کچھ تبلیغ احکام رسالت میں — ید اللہ کو تمہارا قوت بازو بنا دینگے
خدا کی سلطنت سے پاؤ گے تمغائے اعزازی — تمہاری دوش پر مہر نبوت بھی لگا دینگے
چلے مبعوث ہوکر تو نرالے ہو گئے تیور — نگاہیں بول اٹھیں ہم کفر کی ہستی مٹا دینگے
ستایشگر خدا ہے خود یہ جہال عرب کیلیں — تری جانکاہیوں کی داد یہ نااہل کیا دینگے
کہا اسلام نے تاج رسالت سر پہ جب دیکھا — یہی وہ ہیں جو میرے نام کا سکہ بٹھا دینگے
پڑھے لکھے نہیں ہیں گو مگر یہ یاد رکھنا تم — علوم انبیا کے سیکڑوں دریا بہا دینگے
عبا میں لیکے اپنی پاک اولادوں کو یہ اکدن — نہیب رخ سے دل نجران والوں کے ہلا دینگے
انھیں کا حسن دلکش یہ معشراج کہتا تھا — کرینگے ضد تو یہ ہلکا سا پردہ بھی اٹھا دینگے

جب آئیگا تمہارا روز بعثت دونیا میں
خدا رکھے عزیز مدح گستر کو بلا دینگے

سرِ جوشِ حرا

در حالاتِ بعثتِ حضرتِ سرورِ کائناتؐ

حُسن اے حُسنِ دل آویز ملاحت والے
ہوش میں آئینگے ہرگز نہ ترے متوالے

جلکے دکھلائیں ابھی جلوۂ گلزارِ خلیل
دیکھ لیں تجھ کو اگر سوزِ محبّت والے

دیکھ لیں تیری جہانتاب تجلّی کو اگر
نقشِ دیوار بنیں عالمِ حیرت والے

سبزہ رنگی پہ تری سادہ نگاری پہ تری
زہر کھائے ہوئے بیٹھیں ہیں صباحت والے

صندلی رنگ ہویا ہو کہیں مہتابی حُسن
اب نظر میں نہیں جچتے ہیں یہ طلعت والے

ساختہ حُسن کجا حُسنِ خداداد کجا
جانچ لیتے ہیں اسے چشمِ بصیرت والے

حُسنِ جاوید بتا اب تیغافل کبتک
کروٹیں لینگے کہانتک شبِ فرقت والے

دل کا ہر داغ دہکتا ہوا انگارا ہے
تو سہی آگ لگا دیں نہ محبّت والے

حشر میں تیری ضرورت ہے مگر ہے یہ خیال
آنکھ بھر کر تجھے دیکھیں گے قیامت والے

ہاں دکھائینگے یہی آپکے نازک دل کو
قہر ڈھائینگے یہی آپکے صحبت والے

دل کے زخموں پہ نمک یوں نہیں چھڑکا جاتا
ڈالدے رخ پہ نقاب اپنی ملاحت والے

الیتام دل گردوں سے فقط کیا ہوگا
در پہ بیٹھے ہیں ابھی اور جراحت والے

لے گیا جذبۂ دل تا بہ حجاب قدرت
پھر بھی پردے میں رہے ہیں شب وصلت والے

حُسن اور حُسن میں اک شان خود آرائی بھی
جان دیں تجھ پہ نہ کیوں رُوپ وحدت والے

راز داران محبّت سے بیاں کر دینا
تم سے معراج میں جو کچھ کہیں خلوت والے

عمر بھر اُن کو نہ آئی تھی کبھی نیند ایسی
سوئے بستر پہ ترے یوں شب ہجرت والے

کی جو تیرے نگہ معجزہ پیما پہ نظر
دم بخود ہو گئے سب کشف و کرامت والے

دل کے داغوں کی نمایش مجھے منظور ہے آج
دیکھ لے ایک نظر مُہر نبوت والے

فرق نقطہ کا فقط ہے احد و احمد میں
کیا کہیں کیا نہ کہیں عالم کثرت والے

ہے یہی وقت پڑھیں آل محمد پہ درود
آج خاموش ہیں کیوں محفل عشرت والے

آج مکہ کی زمیں نے وہ شرف پایا ہے
دیکھتے ہیں نظر غور سے جنت والے

سر پہ آئے گا کوئی تاج نبوّت رکھ کر
منتظر دیر سے ہیں سب در دولت والے

دل میں ہے شوق زباں پر ارنی کے نعرے
آج کچھ سوچ کے پھر آئے ہیں لکنت والے

مژدہ اے اہل نظر غار حرا سے نکلے
لے کے قانون خدا ساز شریعت والے

جب وصی کو ترے اک قوم نے مانا ہے خدا
کیا کہیں تجھ کو بتا عالم حیرت والے

تیرے ہر جلوہ رنگیں میں ہی برقی قوت
کیا نہ کھینچ آئینگے سب پردہ ظلمت والے

گوندھی جائیگی پھر اب کوہ حرا کی چوٹی
تا نظر دل کے لئے جاتے ہیں زینت والے

کیکپی جسم میں دل منزل اجلال خدا
آرہے ہیں عجب انداز سے نعمت والے

دل میں ہو جسکے خدا اسکا یہ نقش ہوگا
دیکھ لیں آکے ذرا معنی صورت والے

تو وہ امی نہ پڑھا تو نے نہ اک حرف لکھا
سرنگوں تیری حضوری میں ہیں حکمت والے

وحی لیکر کوئی کہتا ہوا آتا ہی رسول
چونک اٹھتے ہیں صدا سنکے رسالت والے

لائے ہیں عرش معظم سے جو مکتوب حریر
سامنے آپکے رکھتے ہیں امانت والے

جب ادھر علم الانسان زباں سے نکلا
شہر آباد ہوا ہوگئے حکمت والے

دل سے جسوقت پڑھا کلمہ ما لم یعلم
عالم الغیب ہوئے مہر نبوت والے

سن صدا آتی ہی کیا رات کے سناٹے میں
کچھ بشارت تجھے دیتے ہیں بشارت والے

دشت ظلمت میں چراغ سر منزل بنجا
تجھ سے پائینگے مدد وادی غربت والے

روشنی تیز کر اے شمع شبستان عرب
تیرے محتاج ہیں اب پردہ ظلمت والے

بزم کثرت میں اٹھا چہرہ وحدت سے نقاب
منتظر دیر سے ہیں راہ ہدایت والے

اپنی قوت بھی تجھے دینگا جسے دیکھیں گے
چشم حق بین عبادت سے عبادت والے

کون وہ قائمۃ الدین علی اعلے
جسکے بندے ہیں سب اقلیم شریعت والے

المدد یا اللہ امام اول — تیرے محتاج ہیں یہ فاضل طینت والے

دور صہبائے سخن ختم کرو ختم عزیز
ہو گئے مست طرب محفل عشرت والے

نور ہدایت

در نعت زینت افزائے کاخ افلاک مخاطب بخطاب لولاک خاتم النبیین سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہیں کٹتی شب فرقت لبوں پر گھٹ کے جان آئی
کہاں تک اے دل رنجور دعوائے شکیبائی

الکھی تھی تلخ کامی کیا ہمارے ہی مقدر میں
ہمیں انس مضر کے قابل تھی کیا ای چرخ مینائی

بلا سے کوئی مر جائے بلا سے کوئی رسوا ہو
اگر ہے امتحاں منظور تو کیا خوف رسوائی

بلا کا جذب ہے کافر ادا اس حسن دلکش میں
تری جانب سے پھرتی ہی نہیں چشم تماشائی

علاج داغ کرتا ہے بسعی کاوش ناخن
مقدر سے ملا ہے چارہ گر بھی مجھکو سودائی

وہ کم ہے جو نہ ہو اس دل کا عالم وقت نظارہ
ترے نقش قدم کے جب ہزاروں ہیں تماشائی

مطلع

قدم رکھتے نہیں وہ ناز سے اللہ ری رعنائی
نظر یہ آگیا کس کا نشان ناصیہ سائی

خوشا قسمت کیا جس صرف زینت بزم میں اپنی
دل عشاق سے شیشوں کی جا ہی محفل آرائی

کسی پہلو قرار آتا نہیں اللہ ری بیتابی
ہوا ہے جب سے یہ دل اُس بُتِ کافر کا شیدائی

مطلع

میان رہگذر بیدم پڑا ہے تیرا شیدائی
دکھا دے جانے والے آج اعجاز مسیحائی

پڑے ہیں ہجر کے صدموں سے اتنے داغ سینے میں
کہ گن سکتا نہیں چاہے اگر کوئی تماشائی

اگر ہاں کر سکے احصا جو احمد کے فضائل کا
وہ احمد بعد حق زیبا ہے جس کو ناز کیتائی

پڑھوں رنگیں وہ مطلع بزم میلاد مبارک میں
کہ سنکر وجد میں آجائے جس کو روح صہبائی

مطلع

مئے گلرنگ سے لازم ہے تجکو جام پیمائی
پلا دے پھول ساقی دیکھ وہ فصل بہار آئی

نظر ہے ہم سیہ کاروں کی ساقی جوش رحمت پر
خدا کا شکر قبلہ کی طرف کالی گھٹا چھائی

چھکا دے تشنہ کاموں کو جا دے رنگ محفل میں
پلا دے ساقیا سرجوش ریحانی و حمرائی

بفیض مدح ہو معراج آوازوں کو مستوں کی
سُنے صل علے کا شور گوش چرخ مینائی

عزیز بادہ پیما دور مے کا وقت آپہونچا
پڑھو جب تک کوئی مطلع برائے محفل آرائی

مطلع

کسے زیبندہ ہو کون و مکاں کی مسند آرائی
محمدؐ رحمۃ للخلق آقائی و مولائی

یہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ سے ہوا ظاہر
کہ تھی منظور حق کس درجہ ان کی عزت افزائی

ہوا کرتی تھیں باتیں راز کی پردے ہی پردے میں
خدا تھا انکا شیدا اور خدا کے تھے یہ شیدائی

ابوالقاسم محمد شہسوار عرصۂ ایماں
کہ جن کی خاک پا ہے چشم دل کو کحل بینائی

انھیں کے فیض سے ادریس علموں کے ہوئے واضع
سلیماں نے کیا حاصل انھیں سے درس دانائی

دوبالا کیوں نہ شان و شوکت اسلام ہو جائے
علی سا جب محمدؐ کو برابر کا ملے بھائی

ملائک کہتے ہیں یا لیتنی کنت ترابا کر
شب و روز انکے چوکھٹ پر ہے شغل ناصیہ سائی

چمکتا تھا انھیں کا نور پیشانی یوسف میں
انھیں سے دیدۂ یعقوب نے پائی تھی بینائی

پلٹ آئے نبی معراج کی شب اتنے عرصہ میں
کہ بستر گرم اور زنجیر درہلتی ہوئی پائی

زہے عزّ و شرف کایں ہدیۂ احقر قبول افتد
طبق میں گوہر انجم لیئے ہے چرخ مینائی

گلستاں اُن پہ کیونکر آتش نمرود ہو جاتی
نہوتے گر محمدؐ کے خلیل اللہ شیدائی

پے احیائے اموات آپ جنبش دیں اگر لب کو
ابھی تو مردۂ صد سالہ میں پیدا ہو گویائی

وہ اندھے ہیں جو اسکو گردش گردوں سمجھتے ہیں
نثار روضۂ شہ ہو رہا ہے چرخ مینائی

پڑھی ہے اسقدر اوراق گل میں مدح حضرت کی
کہ ابتک خشک ہے نوک زبان خار صحرائی

عزیز آخر کہاں تک دورِ صہبائے سخن بس بس،
وعاوہ مانگ اسدم خود اثر جسکا ہی شیدائی

الٰہی یہ خرابات جہاں آباد ہی جب تک
رہی جب تک کہ گردش میں فلک کا طاس مینائی

جناب مولوی ناصر حسین پاک طینت کو
بحق احمد مرسل مبارک محفل آرائی

شمع رسالت

آراستگی عروس مضامین بحمد حضرت رحمۃ للعالمین المخاطب بطٰہٰ و یٰسین

اگر دیدار کا ہو شوق کہدو جا کے موسیٰ سے
لڑائیں کچھ دنوں آنکھیں کسی محو تماشا سے

حرام ناز نے کس کے یہ کی مشق مسیحائی
صدا آتی ہی کانوں میں لب نقش کف پا سے

ہماری خاک کے ذرّے بہت بیتاب رہتے ہیں
قیامت ہی لگا نادل کسی خورشید سیما سے

کوئی یوسف لقا جب سے کہ آنکھوں میں سمایا ہی
اُچٹ جاتی ہی نیند افسانہ خواب زلیخا سے

ہوئی ہے کسقدر گستاخ اے گردنظر تو بھی
لپٹتی ہی جو دامان نقاب روے زیبا سے

ارادہ ہی کہ چل کر جلوہ گاہ ناز جاناں میں
ملے تو صبر لوں قرض لب کسی محو تماشا سے

کھٹکتے کب نہیں اے دوست دشمن کی نگاہوں میں
وہ تن جو ہو گئے ہیں سوکھ کر فرقت میں کانٹا سے

مطلع

لڑائے ذرہ ذرہ کیوں نہ آنکھ آبلے صحرا سے
کہ اُبلی پڑتی ہے شوخی کسی نقش کفِ پا سے

خیالِ جنبشِ مژگانِ لیلیٰ ہے جو صحرا میں
چلا جاتا نہیں کانٹوں پہ قیس برہنہ پا سے

اُسی کو ڈھونڈھتا ہے جلوہ گاہ ناز ہے جسکا
میں عاجز آگیا ہوں اتنو لکے جوشِ سودا سے

وہ آئیں یا نہ آئیں شوق نے کی خانہ آرائی
ہوئی گلکاری دل خون ارمان و تمنا سے

غبار اسکا ابھی تک ڈھونڈھتا پھرتا ہے لیلیٰ کو
الٰہی کیا تعلق تھا دلِ مجنوں کو لیلیٰ سے

وہ محو بیخودی تھے دیکھتے کچھ ہوش ہی کب تھا
عبث ہے پرسشِ اندازِ حسنِ یار موسےٰ سے

بہار آنے پہ جب کوئی کلی کھلتی ہے لالے کی
شکستِ قلبِ مجنوں کی صدا آتی ہے صحرا سے

جمالِ شاہدِ وحدت نے باندھی ہے ہوا ایسی
اُڑا جاتا ہے دل بن بن کے ہر اک ذرہ صحرا سے

ہے حسن و عشق میں اک اتحادِ معنوی باہم
برآمد دونوں یہ گوہر ہوئے ہیں ایک دریا سے

بظاہر عشق ہے سرگشتہ صحرائے بیتابی
بباطن یہ نہیں لیکن جدا حسنِ خود آرا سے

اِدھر ہے شوخیوں سے حسن کو شوقِ خدا بندی
اُدھر رنگینیاں ہیں عشق کی خونِ تمنا سے

قیامت کی کشش رہتی ہے حسن و عشق میں باہم
اِک آفت کا تعلق عشق کو ہے حسنِ زیبا سے

شبِ معراج کس خلوت میں محبوبِ خدا پہونچے
یہ جذبِ عشق تھا جسنے ملایا حسن یکتا سے

حبیب کبریا جب پردۂ اسرار تک پہونچے
جدائی دو کماں یا کم کی تھی کچھ حق تعالیٰ سے

نثار اس جذبۂ بے اختیار شوق پر ہر دل
پلٹ کر ایک دم میں آ گئی ہیں عرش اعلا سے

محمد رحمۃ للعالمیں سرحلقۂ فطرت
مخلّے جو ہوئے ہیں خلعت یٰسین و طٰہٰ سے

اگر دریا دلی سے دین یہ قوت ناتواتوں کو
عمود آسماں بنجائیں موجیں اُٹھکے دریا سے

تمازت سے اگر خشکی میں ہو تکلیف زائر کو
چھپا دے مہر کو اک اک ذرہ اُٹھکے صحرا سے

مثالِ ہوش رنگ چہرۂ تصویر اُڑ جائے
بیاں ہو ایک شمہ گر نہیب روئے زیبا سے

اگر لے سبحۂ تزویر کوئی عہد میں اِنکے
جکڑ لے ہٹکری بندر کہ فوراً حکم مولا سے

کریں حکم سکوں جسدم رواں سیّال فطری پر
نہ جنبش ہو قیامت تک کبھی پانی کو دریا سے

ذرا فشانی کبھی حضرت نے کی ہوگی مگر اتنا
نکل سکتی ہے چاندی ذرہائے ریگ صحرا سے

لکھے کوئی ستم تو سیم کی صورت کرے پیدا
لکھیں عُسرت تو عشرت ہو نمایاں فیض مولا سے

چمک تاروں میں خورشید و قمر میں روشنی آئی
یہ پہونچا فیض طلعت آپ کے رخسار زیبا سے

سخاوت پر جو دست فیض گستر انکا مائل ہو
طلا معدن سے نکلے گنج گوہر قعر دریا سے

نہوتی آفرینش آپ کی مقصود اگر مولا
قیامت تک نہ پیدا کوئی ہوتا بطن حوا سے

نہ رہتا بدر کو کاہیدگی کا خوف ہی بالکل
جو کرتا اکتساب نور حضرت کے کف پا سے

خلیق ایسے کہ سب اصحاب کو اپنا سمجھتے تھے
ٹپکتی ہے محبت فقرۂ سلمان متنا سے

جب اِنکے جسم کا سایا میرالمومنین خود تھے
زمیں پر کس طرح پھر سایہ پڑتا جسم والا سے

نہ کیونکر دست رس سے فیض پہونچے خاکساروں کو
زمیں کا رزق ہی قطرہ نکلتا ہی جو دریا سے

غبار راہ حضرت ناز سے اُٹھ اُٹھ کے کہتا ہی
مجھے نسبت نہیں گلگونۂ رخسار حوا سے

گدائے آستان شاہ کو قدرت یہ حاصل ہے
بنائے کاسۂ دریوزگی کلیل دارا سے

نبوت پر دلیل روشن و برہان قاطع ہے
قمر جو ہو گیا شق جنبش انگشت مولا سے

جوانکا فیض ہمت زور بخشے خاکساروں کو
بگولے اُٹھکے صحرا سے

ابھی ہو رد کش آئینۂ خورشید ہر ذرہ
اگر حضرت بڑھا دیں مرتبہ ادنی کا اعلے سے

زمیں کو آپ کی تعظیم کی اسدجہ عادت تھی
بگولے سر قد اُٹھتے ہیں ابتک خاک صحرا سے

غزنی نکتہ سنج آخر کہاں تک بذلہ گفتاری
سُن آواز قبول آتی ہی عرش حق تعالے سے

بحسن فکر معشوق دعا کو دے وہ آرایش
اثر جاتے ہی لپٹا لے گلے شوق و تمنا سے

جہاں میں ہی جہانتک ربط حسن و عشق کو باہم
تعلق روح و امق کو رہے جبتک کہ عذرا سے

رہے طاقت رباجب تک اشارہ چشم دلبر کا
رہے بیچین روح قیس جبتک نام لیلی سے

رہے اسلام روشن و ہر میں خورشید کی صورت
الٰہی تیرگی ہو کفر کی نابود دنیا سے

مرات الصفا

در نعت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہاں تک کی ہے اس طول شب فرقت نے غمخواری
جواب کاکل شبگوں بنی ہے رات اندھیاری

کسی آئینہ رخ کا تصور اور بڑھتا ہے
مخالف دیکھ کر رنگ ہوائے چرخ زنگاری

کسی کی سرمگیں آنکھوں سے مژگاں کی درازی کا
اشارہ ہے کہ راتیں ہیں ترے بیمار پر بھاری

سمایا ہے جوان راتوں کا سودا عشق کے سر میں
زمیں سے آسماں تک حسن کی ہے گرم بازاری

وہ راتیں جو لگائیں نرگس مخمور نے سر سر
وہ راتیں جو بڑھائیں دیدۂ عاشق کی بیداری

یہاں منھ دیکھتی ہے زلف آئینہ میں عارض کے
نگار شب کی کرتا ہے قمرواں آئینہ داری

عرق بنکر ادھر جوش شباب اُبلا ہی پڑتا ہے
اُدھر پیشانی شب سے ہے شبنم کی گہرباری

معطر ہے یہاں پھولوں سے فرش خواب معشوقاں
مزین واں ستاروں سے فلک پر انجمن ساری

حسیں انگڑائیاں لیتے ہوئے سونے کو جاتے ہیں
قیامت ڈھا رہی ہے نیند میں وہ تیز رفتاری

بڑھائے جاتے ہیں سامان زینت پردۂ شب میں
چلی آتی ہے نیند آنکھوں میں کرنے ناز برداری

صبا زلفوں سے نکہت لے اڑی تاریکی شب میں
بسانے کو دماغ نافہ ہائے مشک تاتاری

نہ سمجھو خال مشکیں اے حسینو اپنے عارض پر
دل شب آگیا ہے دیکھ کر انداز دلداری

وہاں پھولوں کو رنگ رخ کسی کا کھینچ لایا ہے
یہاں ہے خون دل سے بستر فرقت پہ گلکاری

وہاں سرمہ کشی ہنگام خواب ناز ہوتی ہے
گلوگیر اسطرف اپنی صدائے گریۂ وزاری

یہاں ہے نالہ ہائے دل کو شوق آسماں گردی
نزاکت کو اُدھر آواز سے ہے میری بیزاری

یہاں اک شمع ہے وہ بھی بجھی جاتی ہے قسمت سے
وہاں ہے جلوۂ رخ سے ہر اک جانب ضیا باری

وہاں امروز و فردا وصل کے وعدوں پہ ہوتا ہے
یہاں گن گن کے کٹتے ہیں کٹے ہی ہے زندگی ساری

وہاں وہ چھاؤں میں ناز کی مست خواب آسایش
یہاں لذت کش ایذائے فرقت محو بیداری

وہاں دور شراب سرخ سے محفل طرب آگیں
یہاں سیلاب خون دل ہے وقف شغل بیکاری

مطلع

خیال نرگس مخمور میں ہے بیخودی طاری
مری دیوانگی کو بھی سمجھیئے عین ہشیاری

وہ چشم سرمگین رحمۃ للعالمیں جس کی
محبت اہل دل کو ہے دلیل بخت بیداری

ابو القاسم محمد یکہ تاز وادی ایماں
جو تھا معراج میں خلوت نشین ایزد باری

وہ ہے فرمانروائے کشور دیں باعث فطرت
ملائک کے لئے ہے فخر جسکی کفش برداری

نگارستان کن میں ذات اُسکی نقش اول ہے
اسی کے کلک نے کی صفحۂ فطرت پہ گلکاری

نہ معمار ازل کرتا جو شرکت نور حضرت کی
عناصر کی نہ اُٹھتی تا قیامت چار دیواری

عناصر میں اگر جاری ہو حکم اتحاد ان کا
فروزاں صورت اصلی رہے پانی میں چنگاری

نہوتا انفکاک سایہ گر جسم منور سے
کہاں یہ چادر مہتاب میں ہوتی ضیا باری

دل ہر ذرہ رشک گنج قارون ہو زمانے میں
کرے گر جود حضرت خاکساروں کی مددگاری

شمیم عطر لطف انکی اعانت گر نہ دے اُس کو
نہ ممکن ہو کبھی غنچوں کو نکہت کی گرفتاری

بتوں کی طرح ہو جاتے دل عشاق بھی پتھر
سکھاتے گر نہ اخلاق آپ کے طرز وفاداری

اگر ہو شام مدفن ناگواران کے محبّوں کو
تو صبح خلد سے بدلے سفیدی کفن ساری

زلیخا دیکھ لے چشم بصیرت سے جو حُسن انکا
نظر یوسف پہ شرع عشق میں ہو پھر گنہگاری

حجاب ناز نے پیدا کیا انداز محبوبی
شب معراج فصل دو کماں تھا گو بدشواری

نہ پائی کوئی رہنے کی جگہ جب عہد حضرت میں
حسینوں کی نگاہوں میں چھپی جا جاکے عیاری

شمیم زلف عنبر بار حضرت عاریت لیکر
رکھی ہے مشک نے تاتار میں دکان عطّاری

نوید آمد شہ سُن کے میدان قیامت میں
کرینگے سب سے پہلے حضرت آدم جلوداری

ہوا کا بھی گذر مشکل ہویوں مملو ہو سب عالم
جو ہو دست عطائے شاہ سرگرم گہرباری

قمر جو شق ہوا تھا جنبش انگشت حضرت سے
اسی کو ڈر سے ہے کاہیدگی کی اُس کو بیماری

پڑے گر تیرہ رویوں پر ضیائے نقش پا انکی
رُخ زنگی کرے مہر مبیں کی آئینہ داری

مقابل نور احمد کے نہ یکتائی کا دعوے ہو
عیاں شق القمر سے ہے یہ راز ایزد باری

مٹا دیں صفحۂ ہستی سے حرفِ ظلم اگر حضرت
کریں معشوق خود عاشق کی اپنے ناز برداری

حواس عنصرِ خاکی ہوا تبک پریشاں ہیں
دکھائی تھی فرس نے انکے اکدن تیز رفتاری

اسی سے آجتک دیتے ہیں بوسہ سنگِ اسود کو
کہ شاید سایۂ چشمِ رسول اللہ ہی ساری

نہ تھا گر احد سے فرق اک نقطہ کا احمد میں
تو بیشک ذات حضرت تھی شریکِ ایزدباری

زکوٰۃ حسنِ حضرت روزِ فطرت حق نے بخشی تھی
اسی سے خسرو خاور کی ہے یہ گرم بازاری

جلادے آتشِ برق اُسکو مثلِ نیہ اک پل میں
خلافِ مرضیِ مولا جو برسے ابرِ آزاری

مثالِ ذرّہ ہو وسعت گہ تخئیل سب عالم
دکھائے اسپِ تازی آپ کا گر تیز رفتاری

نہ بنتا سنگ و آہن میں جو سایہ آپ کا جوہر
نہ آئینوں میں ضو ہوتی نہ تیغوں میں شرر باری

اگرچہ کچھ جسارت ہوں دل میں اُن کو بھی بیاں کردوں
عنیؔ بذلہ گو تا چند اب یہ بذلہ گفتاری

شکستِ رشتۂ جاں سے محمدؐ کی صدا آئی
محبت آپ کی تا نزع یوں تن میں رہی ساری

حریرِ خلد اُدھر روح الامیں ہاتھوں پہ رکھے ہوں
اِدھر ہو روح کو شوقِ لقائے حضرتِ باری

بُلاتی ہوں اُدھر اُٹھ اُٹھ کے موجیں حوضِ کوثر کی
اِدھر ہو شربتِ دیدارِ حضرت کی طلبگاری

منگھاتی ہوں اُدھر کھِل اکے حُورِ نکہت گیسو
مشامِ جاں ادھر خوشبو سے انکی مشکِ تاتاری

ہمینا کہہ رہے ہوں جامِ بر کف ساقیِ کوثر
ادھر مخمورِ حبِ مصطفیٰ کو جوشِ میخواری

یدِ قدرت اُدھر دیتا ہو چھینٹے آبِ کوثر کے
ادھر ہو طالبِ دیدارِ حضرت پر غشی طاری

شارع الاسلام

نادم ہیں تنکدے کے جلوہ دکھانیوالے
اے طور دل پہ ہنسکر بجلی گرانے والے

خوش ہیں کہ التیام زخم فلک کرینگے
ہنس ہنس کے زخم دل میں ٹانکے لگانیوالے

اب ہوگئے ہیں وہ بھی نذر شب جدائی
تھے دلمیں چند قطرے طوفاں اُٹھانیوالے

کیونکر بڑھا رہا ہے تو نور معرفت کو
اے میری خاک دل کا سُرمہ لگانیوالے

انگشت حیرت اپنے دانتوں میں کیوں دبائی
مایوس دل پہ میرے ناوک لگانیوالے

ہر وقت دم شماری بھیجیں کیکو جلدی
یا خود ہی آئیں دم بھر بالیں پہ آنیوالے

اللہ رے حسن تیرا تھیرا کہ دل ایسجا
اللہ رے تیرا جلوہ جلوہ دکھانیوالے

دل سے ہمارے بڑھکر کیا عرش میں ہیں جذبے
اے حسن خود نما کو ہم سے چھپانیوالے

قوسین تک بُلایا اب کیا گلے لگائیں
کب تک منانے جائیں آخر منانیوالے

ہوتا ہے خاص لہجہ کرتی ہیں جبکہ باتیں
شیرینی سخن کا سکہ بٹھانیوالے

سب راز کھلگئے جب اتنا سا پردہ کیوں ہے
وہ بھی حجاب اُلٹ دے مے ناز اُٹھانیوالے

محبوب نے ترے کی یوں دین کی اشاعت
ہیں دل ہی دل میں نازاں اسلام لانیوالے

گہری نظر سے دیکھو تاریخ کو عرب کی
تھے کیسے کیسے ظالم فتنے اُٹھانیوالے

انسان تھے بظاہر باطن میں تھے بہائم
دن رات بدعتوں کے طوفاں اُٹھانیوالے

تو نے بدل دیئے سب اخلاق اُن کے آکر
تاریک خبگلوں میں مشعل دکھانیوالے

بیشک تری ضرورت تھی کور باطنوں کو
ہاں اے عرب کے دل پر سکہ بٹھانیوالے

اسلام نقش تیرا وہ نقش دیرپا ہے
مٹ جائیں گے جہاں سے تجکو مٹانیوالے

اے جلوۂ مجسّم جذبات صادقہ کے
کھنچتے نہ تیری جانب کیونکر زمانیوالے

اخلاق کے اثر سے کرتے ہیں دل مسخّر
شیرینیٔ سخن کا شربت پلانیوالے

اے آبِ تیغ تجھ سے کیوں سینچتے یہ گلشن
نیرنگیٔ سخن سے کلیاں کھلانیوالے

اسلام کی اشاعت باتوں میں کر رہے ہیں
اعجاز لب سے اپنے مردے جلانیوالے

نامی مورخوں نے یورپ کے کیا لکھا ہے
دیکھیں تو چشم دلپر عینک لگانیوالے

قدسی صفت عرب کا وہ اک یتیم بچہ
کسطرح لائے ایماں اُسپر زمانیوالے

صرف اُسکی راستی پر صرف اُسکے موعظے سے
آئے ہیں راہ حق پر دنیا میں آنیوالے

شدت سے ایک قوت تھی موعظہ میں اُسکے
دبدب گئے جہاں میں سب کو دبانیوالے

جو کچھ کہا زباں سے دل سے کیا وہ تو نے
تھرّا کے رہ گئے سب تیغیں اُٹھانیوالے

پڑھوا دیا ہے کلمہ تو نے بڑے بڑوں کو
ہنگام گل فشانی کوثر بہانیوالے

مقیاس دین کامل کرتا ہے ناز تجھ پر
اے گرمی نگہ سے پارہ بڑھانیوالے

اے روح ذی سکینہ اے راستباز بندے
ہوتا نہ تو تو لاشے تھے یہ زمانیوالے

انسان فطرتاً تھا محتاج رہنمائی
اے خضر راہ بنکر رستہ بتانیوالے

روحوں کو اہل دل کی چونکا دیا ہے تو نے
صبح الست اُٹھکر جلوہ دکھانیوالے

تکبیر کی صدا کو دل سے کبھی سُنا ہے
مغرب کے فلسفے کا ڈنکا بجانیوالے

تلوار سے زیادہ خنجر سے تیز تر تھے
توحید کے وہ فقرے دلمیں در آنیوالے

قرآن دین حق کا وہ زندہ معجزہ ہے
ابتک تو مثل اُسکا لائے نہ لانیوالے

فاتوا بسورۃ کا جب اشتہار نکلا
عاجز ہوئے ادب کے دریا بہانیوالے

ہے محضر رسالت ہر ایک صفحہ اُسکا
کرتے نہ پیش کیونکر اسناد پانیوالے

آخر لبید نے بھی کی ترک بُت پرستی
حیران تھے شاعری کے جھنڈے اُڑانیوالے

سمجھے کہ تجکو قدرت کتنی ہے اور کہانتک
اے حُسن سے قمر کے ٹکڑے اُڑانیوالے

اللہ رے حُسن تیرا اللہ رے نور تیرا
اے تبکدہ کی روشن سیمیں بجھانیوالے

اس چشم سُرمہ گیں سے ہو اک نظر ادھر بھی
ہاں اے بناؤ کرکے خلوتمیں جانیوالے

پتلی ہے سنگ اسود اور اُسکا نور تو ہے
نور نظر پہ نازاں کعبہ بنانیوالے

آنکھوں میں خیرگی ہے وہ نور دیکھتے ہیں
تحت کسا اجازت پاتے ہی جانیوالے

دیکھو تو انکے چہرے اللہ ری جلالت
کوہ گراں کو حسنِ رُخ سے ہلانیوالے

اِک نفسِ مطمئن کے مرکب بنے ہوئے تھے
بالواسطہ تبانِ کعبہ گرانیوالے

پیدا ہوئے محمدؐ دی کفنے صدا یہ
زندہ رہیں الٰہی میرے مٹانیوالے

تجھ سے ملی خدا کو اِک لذّتِ خدائی
اے جوشِ معرفت کے دریا بہانیوالے

تھی نفسِ مطمئن کی یہ بھی کرشمہ سنجی
ہجرت کی شب کسی کو تنہا سُلانیوالے

اے بیت اُم ہانی تیرے بلند معنے
سمجھے ہیں دل ہی دل میں معراج پانیوالے

کعبہ تھا لفظ مہمل نقطہ اگر نہ ہوتا
قربان اہلِ معنی معنے بنانیوالے

نقطے سے دے رہے ہیں اِک نہر کو فروغ اب
نقشِ قدم سے اپنے سکہ بٹھانیوالے

مُہرِ نبوّت اُسپر یہ نقطہ ہے نگینہ
صنعت پہ اپنی نازاں خود ہیں بنانیوالے

کب تک عزیزؔ آخر دَورِ سخن بس
خود لڑکھڑا رہے ہیں اب مے پلانیوالے

درّۃ البیضا

گہربزی خامۂ بمدح انسیۂ حور اشفیعۂ روز جزا اسلام اللہ علیہا

بہار برشکال آئی کدھر ہے ساقی مہرو — جگادے آج کی شب تو ذرا چلتا ہوا جادو
گھٹائیں ہر طرف اُمڈی ہوئی برسات کی راتیں — معاذ اللہ پھر اسپر دل اسیر حلقۂ گیسو
برستا ہی لگاتار آج پانی بھر گئے جل تھل — ستم ہی اب بھی پیمانہ ہمارا گر نہ ہو مملو
بہار آ آ کے جوشِ باطنی کو تیز کرتی ہے — میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے ہیں متصل آنسو
نتیجہ دیکھئے کیا ہو نمو کے جوش کا یارب — کہ ہر ہر سانس میں بڑھ جاتا ہی خوں اب کئی چلو
نوید فصل گل سے ہوگئیں روحیں طرب گیں — رگوں میں خون تازہ دوڑنے پھرنے لگا ہر سو
چلے ہیں جھومتے سر در ہوا مستانِ میخانہ — گلابی سا خمار آنکھوں میں ہی لبریز نہیں قابو
مرتب ہو چکا ہے ساز و برگ بادہ پیمائی — میں پیتا جاؤں اور پیمانہ دیتا جائے مجکو تو
نشاط روح کا اندازہ کر متوالی آنکھوں سے — کہ ہی ہر رنگ کے پھولوں سے آغوش زمیں مملو
قبا کی آستینیں دوش تک اُلٹے ہوئے زاہد — چلے ہیں جدُل گلشن کی جانب بہر شست و شو
بسیرا لے رہیں شاخ گل پر طائر آ آ کے — وہ زیر و بم صداؤں میں وہ اُنکے نغمۂ دلجو

اُڑائے دیتے ہیں دل کو ہوائے سر کے جھونکے
گناہ بادہ نوشی داغطا اب بھی کیا نہیں معفو

اُٹھالائی ہے بستر سے مریضان محبت کو
صدائے بلبل شیراز و صوت نغمۂ تہیو

دم نظارگی خونِ جہندہ جوش کھاتا ہے
فضائے سبز پریوں بھر رہی ہیں چوکڑی آہو

شعاع مہر عالمتاب گویا نقش زریں ہے
کیا کرتی ہے رخت نوجوانان چمن اُتو

حسینوں کو دم گلگشت ہے یہ شغل دلچسپی
قبائے سبز کے دامن میں باندھے جاتے ہیں جگنو

سنی سنبل کی شہرت ساعت مشاطگی آئی
اُٹھے معشوق بہر اہتمام زینت گیسو

ادب سنجان میخانہ ہوئے ہیں جمع اُٹھ ساقی
وہ ڈیرے بادہ آشاموں نے ڈالے ہیں کنار جو

میان مجلس دُردی کشاں اِک طرفہ صحبت ہے
ہوا ہے جمع ہر طبقے کا اک اک شاعر خوشگو

لیئے اک ساتگیں اور اک صراحی ہاتھ میں اپنے
ہم ایسے لاابالی رند بھی بیٹھے ہوئے اِک سُو

کہ لائے چند شاعر اک نگار ایشیائی کو
کہ جسکے چشم وحشت خیز سے رم خوردہ ہو آہو

مگر ہنستے ہوئے کچھ مغربی شاعر بھی آئے ہیں
کہ دیکھیں حُسن سے ہوتا ہے دل کسطرح بے قابو

یکایک اُس ستم پیشہ نے چہرے سے نقاب اُلٹی
ہوئی وہ بزم عشرت رشک بزم گلشن مینو

نگاہیں ہیں کہ اِک پیمانہ زہر ہلاہل ہیں
ہیں افعی کاکلیں اور عقرب جرّارہ ہیں ابرو

ہے خال اِک مشکدانہ اور بادام سیہ آنکھیں
رُخ رنگیں ہے سیب اور شمع بینی ہے گل شبو

بنفشہ زار ہے رُوئے مخطط اُس ستمگر کا
دہن پستہ ہے لب خرما زنخداں مثل شفتالو

وہ چشمک چشم افسوں ساز کی اللہ ہی اللہ ہے
جگاتی رہتی ہیں جو رات بھر سوتا ہوا جادو

حنائی ہاتھ ہے اللہ ایسا پنجۂ مرجاں
دماغ اہل مشرق حسن سے جسکے ہے بے قابو

ہیں ساعد شاخ گل غبغب بھی بازو تراز وہیں
کہ جس میں تولتا ہے حُسن کے اثمار وہ دلجو

وہ دنداں دانہائے نار ہیں یا گوہر و ژالہ
تبسم شکریں لیکن سخن میں ترشی لیمو

یہ سب کچھ ہے مگر غائب دہن بھی ہے کمر بھی ہے
وہ ہے صفر عدم اور یہ ہے اک باریک تا مو

کبھی وہ جوہر فرد اور کبھی ہے نقطۂ فرضی
کبھی یہ اک خیالی خط کبھی عکس رگِ گیسو

سراپا میں کبھی مدنم دکان دارو فروشی کی
مسیحا وہ کبھی بیمار کا اپنے کبھی دارو

کبھی اُس سبزہ زار حسن میں پیدا جڑی بوٹی
کبھی وہ نخل قامت اک طلسم گلشن مینو

خدا رکھے ہم ایسے چاہنے والوں کو دنیا میں
چھپایا خود ہی دل اور جس کو چاہا کر دیا دلجو

مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ گو پائی
مگر تشبیہ کا اُٹھا نہ حظ اے شاعر خوشگو

نظر کر جادۂ فطرت سے کتنا دور جاتا ہے
یہ مانا ہمنے اغراق و غلو ہیں صنع کے پہلو

ہزاروں بار خود دن بھر میں مرتے اور جیتے ہیں
خوارق تو ازل سے ہو گئے ہیں داخل خوبو

تصوّر جب کبھی دستِ حنا بستہ کا آتا ہے
لہو بڑھ جاتا ہے بیمار فرقت کا کئی چلّو

ہزاروں دیدیے دُشنام اپنے جذبۂ دل کو
رقیب روسیہ کے گھر اگر وہ ہو گیا مدعو

نکل آئے وہیں تارے نظر میں چاندنی چھٹکی
جب آیا چُنکے افشاں انکے غسخانہ میں وہ مہرو

شہودی ہو گئے گہ فکر معشوق حقیقی میں
لگائی بیٹھکر اکثر جو ضرب نعرۂ یاہو

ارے بدمست باز آ ایسے تخیلات فاسد سے
نہ پھر دیوانہ وار اس وادی الفت میں تو ہر سو

کہاں تک خار خار ذوق مژگان جگر گستر
رگ جاں میں چبھے گا تیرے کبتک نشتر ہر مو

خریدا ہے اگر یہ درد سر بازار الفت میں
جبیں پر صندل عرفاں لگا اور دو کر کا ہو

کوئی تم کہدے اور جی اٹھیں ہم یہ غیر ممکن ہے
مگر ہاں جنمیں یہ قدرت ہے وہ ہیں اور ہی مہرو

ارے مجنوں یہ دریا ہے نہ ہے یاں گوہر مقصد
چمک کر تجکو دھوکا دے رہی ہے نجد کی بالو

پریشاں دل کی ذرے کر شب گیسوے دلبر میں
نظر آئیں گے تجکو پھر چمکتے ہر طرف جگنو

مٹا دے جھائیاں شیشے کی انفاس حقیقت سے
اُسی کو دلمیں دیکھے گا کہ جسکو ڈھونڈھتا ہے تو

ذرا شمع ولایت لیکے گھوم اس کعبۂ دلمیں
تو پھر اے نجیب معلوم ہوگی وسعت مشکو

اگر قوس ہلال عید عرفاں دیکھنا چاہے
تو دلپر نقش کر لے اُس عفیفہ کا خط ابرو

زکیہ طاہرہ ام الفضائل فاطمہ زہرا
کہ ہے سررشتہ ایجاد عالم جسکا ہر اک مو

فلک پر ہے ہلال یکشبہ فیضان عکس اُسکا
زمین پر ذوالفقار ادنیٰ سا ہے اک پرتو ابرو

معطر کر دیا ہے اُس نے رخت آفرینش کو
نہ کیونکر عطر پیغمبر ہو اُس کے جسم کی خوشبو

ید اللہ سا ہے شوہر اور محمد سا پدر جسکا
ملے ہیں شبر و شبیر سے دو قوت بازو

نہ ہے جذب امامت آپکے فرزند کی خاطر
خود اپنا بچہ لیکر حاضر خدمت ہوا آہو

حدیث بضعۃ منّی سے جذب دل ہی وابستہ
رگِ جان ہمسر کیوں نہو ہر رشتہ گیسو

رسول اللہ جب فردوس کے مشتاق ہوتے ہیں
تو آکر سونگھتے ہیں سیّدہ کے جسم کی خوشبو

بباطن حوریہ ہیں اور بظاہر ہیں یہ انسیہ
احادیث و سیر اس راز سربستہ سے ہیں مملو

معائن کے نورانِ کارہا سیب بہشتی میں
کیا جب نوش احمدؐ نے کھلا وہ عقدۂ دلجو

قریشی عورتوں کو اور فرزندان ہاشم کو
طلب بنت خویلد نے کیا ہی دل ہے بے قابو

بھڑکتے ہیں اُدھر انکار کے شعلہ زبانوں سے
شقاوت سے جہنّم ہو رہا ہے قلب کینہ جو

تردّد ہے ادھر آثار وضع حمل پیدا ہیں
خدیجہ دیکھتی ہیں یاس کی نظروں سے اب ہر سو

طلسمِ قدرت حق ٹوٹتا ہے ناگہاں دیکھو
تجلّی زار مثل دشت ایمن وسعت مشکو

یہ سارہ ہیں یہ مریم اور یہ ہیں خواہر موسیٰ
یہ حوریں آبِ کوثر لیئے ہیں بہر شست و شو

کہ آئیں سیّدہ کتم عدم سے بزم صورت میں
ہر اک کاشانۂ مکہ ہوا انوار سے مملو

ہر اک سو برق چمکی خندۂ حوران جنّت سے
فراز عرش و کرسی تک گیا آوازۂ صلّوا

رُخ روشن سے ظاہر تین باراک نور ہوتا ہی
جمال سیّدہ ہے حسن رنگا رنگ سے مملو

یہ وہ ہیں مست بوسی جنکی خود فرماتے تھے حضرت
یہ وہ معصومہ ہیں جن میں محمد کی ہی سب خوبو

یہی وہ قانعہ ہے جسنے فاقوں پر کئے فاقے
یہی وہ صابرہ ہے جسکا زخمی کر دیا پہلو

یہی وہ زاہدہ ہے اور یہی ہے ایسی مرضیہ
کہ جس نے مکتب تقویٰ میں اوّل تہ کیا زانو

لہو ہاتھوں کا چوب آسیہ تک بہ کے آیا ہی
مگر جز شکر کچھ کہتی نہیں معصومۂ خوشخو

وہ شہزادی کہ جسکے موکب اجلال کے آگے
ملائک سے سنیں گے اہل محشر نعرۂ غضوا

یہ وہ مریم ہے جسکی عمر وقف خاکساری تھی
اٹا سب گرد میں ملبوس اتنی گھر میں دی جھاڑو

رہی ہیں اسقدر استادہ محراب عبادت میں
کہ پاہائے مبارک پر ورم ظاہر ہوا ہر سو

بہنگام ریاضت دیکھتے تھے جب رسول اللہ
تو خود حضرت کی بھی آنکھوں سے جاری ہوتے تھے آنسو

شہیدان احد کا مقبرہ اور آپ کا رونا
قیامت تک رہیگا یاد اے معصومۂ خوشخو

بھلا پھر کون ہوتا سیدہ کا کفو دنیا میں
نہ ہوتا گر امیر المومنیں سا بندۂ نیکو

پیمبر کس لئے کرتے نہ تعظیم اپنی بیٹی کی
کہ تھیں ام الائمہ خلق میں معصومۂ خوشخو

یہ وہ ہیں جنکے خدام ادب کی بھی یہ خاطر تھی
کہ اترا چرخ سے اک دلو آب تازہ سی مملو

در دولت پہ پہلے فاطمہ زہرا کے جاتے تھے
سفر سے جب کبھی تشریف لاتے تھے شہ خوشخو

مسلماں ہو گئے اسی یہودی دیکھ کر جس کو
یہ کیسے نور سے تھی چادر اقدس تری مملو

بہت تھا اپنی خلقت پر تمہیں ناز آدم و حوا
سر بر خلد پر دیکھا کسے کیوں دل ہی بے قابو

خدا شاہد ہے اس معصومہ کے وادی محبت میں
کچھ اپنی عقل چیرہ دست پر میرا نہیں قابو

قسم اس رب عزت کی کہ جسنے جان بخشی ہی
شکستہ پا ہی اس وادی میں میری عقل مدحت جو

قسم حق محمد کی حضوری اسلیئے چاہی
در رحمت سے تا دامان عصیان کو کروں مملو

اگر ہوں لائق بخشش تو دنیا گوشۂ چادر
عزیزی خستہ دل کو ہے شفاعت آپکی مرجو
جہنم میں بھی جاؤں گر تو تیرے حکم سے جاؤں
کہ وہ بھی ہوگا میرے واسطے اک گلشن مینو

عطر عروس

در حالات عروسی انسیۂ حوا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

عروس شب نے جلے میں باندا زحیا پرور
نکالی معجر گلدوز بہر زینت پیکر
شفق کے پردے میں جب ہو چکی رسم حنا بندی
لگایا وسمہ شب رنگ ماہِ نو کے ابرو پر
صحیفہ رخ کا کھولا سورۂ اخلاص پڑھتے ہی
وہ نکلا آرسی مصحف کو مہتاب آئینہ لیکر
مہ نو نے کیے تحریر انگشت حنائی سے
حروف سورۂ نور آکے پیشانی گردوں پر
ہوئی ارآستہ لیلائے شب کی زلف مرغولہ
بھری جب کہکشاں نے مانگ چنکر ریزہائے زر
ہلال ایکشبہ نے اسطرح گھونگھٹ نکالا ہے
دلہن اک شب کی بیاہی جیسے نیلوی ہو لونپا سر
عروس نو کے چہرے پر چنی ہو جسطرح افشاں
جبیں چرخ پر چھٹکے ہوئے ہیں اسطرح اختر

فضائے حجلۂ گردوں سے ماصد ناز و رعنائی
ردائے کعبہ اوڑھے لیلیٰ شب آگئی باہر

زمانے بھر پہ ثابت کر دیا شکل عروسی کو
نشاط افزا ہوا اس شب میں دور چرخ ستامر

اسی شب کی سیاہی ہے سواد کاکل یوسف
اسی کی تیرگی ہے روکش خال رخ قنبر

دھواں آہ زلیخا کا اسی نے بھر کے محمل میں
لگایا جا کے سرمہ چشم ماہ مصر میں اکثر

کیا یوں پردۂ لیلےٰ میں اسنے قیس کو مجنوں
سب اسرار کتاب عشق اسکو ہو گئے ازبر

کیا ہر ہفت ہر خاتون نے اپنی اپنی خلوت کو
شبستان جہاں حجلہ عروسی کا بنا یکسر

یہ عشرت خانۂ عالم میں یا رب دھوم کیسی ہے
وفور شوق میں کھولے ہوئے ہیں آنکھ ہر اختر

کواکب سے ہوئی زنگولہ بندی پائے رہرو میں
مہیا کر رہا ہے ساز عشرت چرخ رامشگر

بزور عاشقی بالیں پرستان شب فرقت
اٹھے ہیں ٹیک کے ہاتھوں کو اپنے یا علی کہکر

یہ حالت دیکھ کر رنگ وفا پھیلا حسینوں میں
کہ بھر کر پھول دامن میں چلے ہیں قبر عاشق پر

چلے ہیں یاسمن کے پھول لیکر وہ ادھر گھر سے
اُدھر چھٹکی ہوئی ہے چاندنی گور غریباں پر

بڑھا کہتا سر مدفن کوئی کھولے ہوئے گیسو
ارے او سونیوالے اٹھ کے دیکھ اس رات کا منظر

تاسف ہے ہمیں اے کاش ہوتا تو بھی پہلو میں
کہ بے عشاق کے ممکن نہیں آسایش دلبر

وفا نے یاد دلوائے کر شمے جذبہ یوں کے
ندامت ہے جفاؤں کو مری تجھ سے وفا گستر

بہار زخم دل اور آہ پر تاثیر یاد آئی
چڑھائے پھول بھی میں نے جلائی شمع بھی آکر

نہ بھولے گی مجھے وہ در پہ تیری ناصیہ سائی
قسم ہے سنگ کعبہ کی ہوا تھا دل مرا پتھر

نہیں بھولیگا اے بالیں پرست خواب تنہائی
وہ سستی ڈالنا تجھ پر مرا انگڑائیاں لیکر

کبھی جب یاد آتا ہے تو پہروں دل دھڑکتا ہے
وہ کرنا سینہ کوبی ماتم دل میں ترا شب بھر

وہ تیرے گریۂ بے اختیار شوق کا عالم
وہ میرا دیکھنا روتی ہوئی صورت تری ہنسکر

لحد بھی تیری ٹھکرائی مگر پھر بھی نہ تو چونکا
یہ دل میں ہے یوہیں رہنے دیں تجکو تا دم محشر

نہیں تو خشت بالین لحد سے سر اٹھا غافل
شب صبح امید آئی تری قسمت ہوئی یاور

وہ شب جو شام داغ عشق کا ہے ہو بہو نقشہ
سیاہی میں نظر آتا ہے جس کی جلوۂ دلبر

یہی شب ہے سیاہی جسکی کوہ طور کا کاجل
اسی میں ہر مراد طالب دیدار ہے مضمر

اسی شب کی سیاہی یوسفستان ملاحت ہے
اسی کی تیرگی ہے عنبر گیسوئے پیغمبر

یہ شب اُس کوچۂ ناسور دل میں سیر کرتی ہے
رہے دائم جو لبریز تجلی رخ دلبر

وہ ہم زلف سواد لیلۃ القدر آجکی شب ہے
کہ آئے جسکے پردے میں ملائک سطح گیتی پر

معما لیلۃ الاسرے کا اس شب میں ہوا ظاہر
کسی کو تاج رکھے سر پہ دیکھ آئے تھے پیغمبر

مراد معنے نور علی نور آئی دنیا میں
کہ ہونگے آجکی شب نور کے دو چشمے ہمسر

انھیں دونوں میں اک سر چشمۂ نور ولایت ہے
ہوا والنجم نازل جس کی تصدیق و صایت پر

ستارہ ٹوٹ کر آیا نگاہ شوق کی صورت
پئے نظارۂ حسن و جمال نفس پیغمبر

وہ مالا موتیوں کا دست اعرابی میں یاد آیا
تجلی عقد پروین کی نظر آئی جو گردوں پر

نظر میں پھر گیا وہ آسیا کا خود بخود پھرنا
نظر آیا جو دور آسیائے چرخ دوں پرور

کسی خاتون کا تخت کسا جانا نظر آیا
چھپا جب نجم تاباں کوئی زیر چادر اخضر

میں سمجھا باعث تسمیہ زہرا جو ہیں دیکھا
جمال کوکب دری میان حلقہ اختر

منام ماہ کنعاں کا ہوا پھر دور عالم میں
کہ خواب ناز میں ہے عالم انوار کا منظر

ہوئے گیارہ ستارے اور خورشید و قمر ساجد
ادائے شکر نعمت میں حضور خالق داور

اٹھے ساتوں حجاب آسماں آنکھوں کے آگے سے
نظر آنے لگا سب گلشن فردوس کا منظر

بفرمان الٰہی منتظر ہے چشم نرگس سے
کسی کے شوق میں باغ بہشت آراستہ ہو کر

جو ہیں حوروں نے کھولی بال بہر زینت گیسو
مقابل رخ کے رکھا سر نے آئینہ کوثر

بزور سی نظارہ طلسم نقش کن ٹوٹا
کھلے اسرار پنہانی کے معنے خیز سو دفتر

قریب بیت معمور اک عجب عالم نظر آیا
نگاہ شوق بسمل ہو گئی دیکھا جو یہ منظر

ملائک کو سکھائے جس پہ اسما جا کے آدم نے
کیا ہے نصب پھر رضواں جنت نے وہی منبر

ہوائے شوق لیچل ہم بھی یہ خطبہ ذرا سن لیں
امین وحی نے پایا ہے حکم ایزد داور

کہ عقد نور ہو اب نور سے عرش بریں بھی
فرشتوں کی گواہی ثبت کیجائے سر محضر

خوشا وہ خطبہ خواں تلمیذ ارشد ہے جو نوشہ کا
زہے وہ عقد جسکا خود ولی ہے ایزد اور

خطیب منبر آدم تری غذب البیانی سے
طرب انگیز موجیں لے رہا ہے چشمۂ کوثر

نثار اس عقد پر سول عروس پارسائی کے
تصدق ماسوا اللہ اس دلھن دولھا پہ عالم بھر

جلائے شعلۂ آواز نے دل جلنے والوں کے
منادی بن کے میکائیل کی قسمت ہوئی یاور

بقدر جوش اسرافیل نے انکو دعائیں دیں
پچھاڑ کی خوشی میں قابض ارواح نے ٹھوکر

حریر خلد پر لکھی گواہی سب فرشتوں نے
امین وحی لائے وہ قبالہ پیش پیغمبر

یہ مژدہ جانفزا سنکر بلایا بوالائمہ کو
روانہ جانب مسجد ہوئے خود شافع محشر

بلال آواز دیتے ہیں سب انصار و مہاجر کو
جناب مصطفے جاتے ہیں اٹھکر پر سر منبر

خدا شاہد وہ خطبہ پڑھ کے اترے افصح العالم
کہ انشائے عرب کی روح ہر فقرہ میں تھی مضمر

مہاجر سب ہوئے شاہد ہوئی اس عقد پر بیعت
سب اصحاب نبی نے دی علی کو تہنیت اٹھکر

کہیں کچھ لوگ اپنے دل ہی دل میں رہ گئے گھٹکے
کہیں کچھ نوحہ خواں تھے حسرت مردہ کے لاشہ پر

ہزاروں کوششیں کیں سکڑوں چلتے ہوئے نقرے
نہ لیکن اسم اعظم پر کسی کا چل سکا منتر

عزیزی اغیار سے مطلب طریق عشق میں ہمکو
مخاطب اس سے ہو مطلب ہے جس سے اسی سخن گستر

چلا ہی فکر رسا کر سیر اس صفوت کدے کی اب
کہ ہے سجادۂ عصمت جہاں کا ایک فرش در

اگر ہے دل میں تیرے حسرت نظارۂ قدرت
دلہن اک ہوتی ہے آراستہ چل دیکھ یہ منظر

سب ازواج نبی نے عہدۂ مشاطگی پایا
دکھایا نور زہرا سے کمال قدرت داور

کیا آراستہ بانوے شاہِ دیں نے حجرے کو
جناب سیدہؑ کو لائیں بہر زینت و زیور

سنوارا بیٹھ کر اُن گیسوؤں کو جنکا ہر اک مو
سمجھتے تھے رگ جاں سے زیادہ اپنی پیغمبرؐ

نکالا شیشہ پر ہاے جبریل ایک شیشے سے
لگایا پیکر انیسۂ حورا پہ وہ عنبر

فروغ حُسن کی گرمی سے کھنچکر وقت قیلولہ
نکل آیا تھا اکثر جو گلاب جسم پیغمبرؐ

معطر طاہرہ کا جسم اطہر اُس سے ہوتا ہے
مشام اہل عالم طبلۂ عنبر سے ہے بہتر

نثار اُس ہاتھ کے اُسوقت تھا جو قفا آرائش
اُس آئینے کے صدقے تھا جو محو عارض انور

وہ حلہ جسکی قیمت ساری دنیا کے برابر تھی
کیا مشاطہ نے قربان ہو کر زینت پیکر

قدم بیت الشرف میں سیّد اسلام کے آئے
بُلایا ابن عم کو اپنے بہر رخصت دختر

ادھر تو نکہت ریحانۂ قلب نبی پھیلی
اُدھر آئی شمیم عطر بیز نفس پیغمبرؐ

کیا اُمت میں جاری اپنی رسم رونمائی کو
اُٹھایا رُخ سے خاتون جناں کے گوشۂ معجر

جمال آئینۂ رخسار وجہ اللہ میں دیکھے
عروس ایسی تو ہو آراستہ اے قدرت داور

یدبیضاے صدیقہ دیا دست یداللہ میں
کہا اے درّۃ البیضا مبارک ہے ترا شوہر

زبان وحی سے فرما چکے جب یہ شہ عالم
کیئے سامان رخصت کے مہیا آپ نے اُٹھکر

نبی زادی کے جو شایاں تھا آیا وہ جہیز اُسدم
ازاں جملہ قمیص اک اور تھی اک خیبری چادر

کچھ اُنمیں فرش مصری اور تھے کچھ بالش طائف
اِک ایسا بوریا جو خندزن تھا تخت شاہاں پر

زر مہر مجمّل سے خرید احبس کو وہ ساماں
زرہ نے اپنے پیکر کو تصدق کر دیا جس پر

علی سے پوچھئے قدر جہیز مریم کنسرا
متاع عالم عشرت تصدق جس پہ ستر اسر

مہیّا ہو چکے جو وقت سب اسباب رخصت کے
بلال اُٹھے کیا سامان دعوت سب خرید آکر

طفیل سیّد رسم ولیمہ ہو گئی جاری
کہ سامان ضیافت میں ہوئے مصروف پیغمبر

صلائے عام ہے خوش قسمتوں کی خوب بن آئی
چلے حضار مسجد جوق جوق اُس خوان نعمت پر

ہزاروں آدمی اور ایک بریاں گوسفند انمیں
اُٹھیں سب سیر ہو کر اے زہے اعجاز پیغمبر

ولیمے سے فراغت پا کے سرخیل بنی آدم
چلے عشرت کدہ میں اپنے بہر رخصت دختر

کہا ازواج سے رخصت کرو اب چاند کو میرے
بنے تا منزل ماہ مبیں کاشانہ حیدر

دیا حکم حضوری شاہ نے خود اپنے مرکب کو
وہ اشتر جسکا شہبا نام تھا حاضر ہوا در پر

عبا اپنی اڑھائی سیدہ خاتون کبرا کو
کیا اطراف دامن کو نبی نے خود درست اُٹھکر

نوید آمد بادبہاری سنکے پہلے سے
چلے ہیں سب جرار پڑھتے ہوئے ازواج پیغمبر

عقیل و جعفر طیار ساتھ اس طرح آتے ہیں
کہ تلواریں برہنہ ہاتھ میں تکبیر ہے لب پر

دلہن کو بیاہ کے جو چھاؤں میں تنہا نکی لایا ہو
سمائے کیا نظر میں اُسکی باب قلعہ خیبر

جلو میں آل عبد المطلب حمد خدا کرتے
عقب میں عورتیں انصار کی سب نعرہ زن ہلکر

زمانہ گونج اُٹھا ان حق پرستوں کی صداؤں سے
ادھر سلمان و مقداد اور اُدھر تھے نعرہ زن بوذر

ملایک میں اُٹھایوں غلغلہ اللہ اکبر کا
نبی تکبیر کا نعرہ صدائے گنبد دوّار

ہوئی اِس شان سے اسلام میں پہلی عروسی یہ
کہ جسکے غاشیہ بردار تھے بالذات پیغمبر

کیا روح القدس نے اپنی شاگردی کا حق ظاہر
لجام استر اپنے ہاتھ میں لی فخر سے بڑھکر

علی کے گھر میں آئی بیاہ کے مکّہ کی شہزادی
ہوا میمن قدم سے اُسکے آباد انکا سارا گھر

خدا آلود گان جام عشرت کو مبارک ہو
حضور فاطمہ بنت اسد دیں تہنیت جاکر

چلے نام آپکا مخدومہ ان دونوں سے تا محشر
ہو خاتون محشر اور بیٹا ساقی کوثر

ہو ایسی ہو مشہور جو صدیقہ اکبر سے
خواتین جہاں آکر جھکائیں جسکے آگے سر

کریمہ طاہرہ ام الفضائل ذوالبیضا
نبی زادی خدیجہ سابق الاسلام کی دختر

وہ شہزادی کہ جسنے پاکے اپنے مہر اجل کو
تسلط کر لیا خمس زمیں و ربع مسکون پر

وہ خاتون معظم نقش صورت کھینچکر جس کا
ہے نازاں خامۂ قدرت بھی اپنی حسن صنعت پر

سلف سے کس پدر نے کی ہے تعظیم اپنی بیٹی کی
مگر آتی تھیں جب یہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے پیغمبر

مزیب جسکے قامت پر لباس بضعۃ نبی
مزین چادر تطہیر جسکے دوش اقدس پر

بحوش نشہ پڑھتا ہوں غزنوی اب مطلع تازہ
ملے حق الصداق آدم و حوا چلے ساغر

بلائیں پنجۂ مژگاں سے لیں گے بادہ کش بڑھ کر
ذرا سہرا الٹ قربان تیرے ساقی کوثر

نگہ کے تار سے گوندھے گئے گلہائے نظارہ
ترے میخوار باندھیں گے یہ سہرا دوش پر

خمارِ تشنہ کامی میں ہوئی جاتی ہیں سرخ آنکھیں
حنائی ہاتھ سے دے کوئی جام بادۂ احمر

وہ تیرے مے پرستوں کی نشیلی آنکھ کے ڈورے
بوقتِ دید کیا لہرا رہے ہیں وجد میں آکر

حصیرِ میکدہ پر بیٹھ جا رندوں کی صحبت ہے
تصدق جامۂ تقوے ترے شاہانہ خلعت پر

مہک عطرِ عروسی کی چلی آتی ہے ساغر سے
دیئے رہنا ذرا انگلی نہیں میری ہاتھ اے قنبر

یہ ذکرِ خندۂ قلقل کسی کے در پہ تھا ناگہ
مسرت سے ہنسی آئی جدا کعبے کے لب پر

صدا آئی غزنوی بادہ کش کیوں اتنا حیراں ہے
مری آغوش میں ہے تیرا ساقی دیکھ لے آکر

شمعِ حرم

درستایش و اقعات و لادت حضرت اسد اللہ الغالب علیہ السلام

غرض اک عمر سے ہے خانقاہ وجد میں بستر
سمجھ میں آ جبک آئیں نہ باتیں شیخ کی اکثر

یہ جھگڑے دیکھ کر آپس کے شکل ذہن اقلیدس
رہا ہے مدتوں تک دائرہ کو عقل کے چکر

بہت تھا شوق دل کو سیر نیرنگ مذاہب کا
فلاطوں خر نے مجھ کو دکھلایا عجب منظر

وہ اک مجلس جو دنیا میں تماشا گاہ عبرت تھی
جہاں ہر مذہب و ملت کے تھے بیٹھے ہوئے رہبر

کسی جانب کوئی مشغول تحقیق مسائل ہیں
کہیں ہے کوئی سرگرم مباحث اپنے مذہب پر

کسی دعوے پہ اپنے جب کوئی برہان لاتا ہے
علی الرغم اسکے کوئی پیش کرتا ہے دلیل اٹھکر

روایت سے کوئی برہان لمی پیش کرتا ہے
درایت سے کوئی لاتا ہے استدلال دعوے پر

غرض ادراک میں اعیان موجودات عالم کے
زمیں سے کرتے ہیں دو رہ بسوئے گنبد خضر

وہ کہتا ہے کہ یہ عالم قدیم الاصل ثابت ہے
یہ کہتا ہے غلط تفسیر حرف کن ہے سر تا سر

کیا ہے دیدہ و دانستہ انکار الوہیت
ستم اس پر یہ ہے مادہ کا بندہ بے زر

وہ کہتا ہے کہ عنصر ہیں ہزاروں اور یہ کہتا ہے
نہیں خرآتش و آب و ہوا و خاک ذرہ بھر

وہ کہتا ہے نجارت لطیفہ روح کو لیکن
یہ کہتا ہے غلط۔ اک امر رب ہے حامل پیکر

وہ کہتا ہے کہ ہرذرہ میں ہمنے روح ثابت کی
یہ کہتا ہے نہیں جب حس تو ایمن جان ہے کیونکر

وہ کہتا ہے سمندر کے نجارات ابر گردوں کو
یہ کہتا ہے ذرا درمان سرسام جہالت کر

وہ کہتا ہے کہ ہے آباد دنیا ان ستاروں میں
یہ کہتا ہے کہ ہاں قدرت سے تو اسکی نہیں باہر

وہ کہتا ہے خلا ممکن ہے کیسے کیوں محال اسکو
دکھاتا ہے یہ اک سربند شیشہ قطع حجت پر

وہ کہتا ہے نظام عہد فیثاغورث اعلیٰ ہے
ارسطو اور بطلیموس تو ناداں تھے سراسر

کشش اک دوسرے سے پاکے اجرام سماوی
مدوّر کرتے ہیں گردش بزور خسرو خاور

معلق ہیں فضا میں آفتاب انکا محرک ہے
نہ کوئی انکا خالق ہے نہ دخل قدرت داور

یہ کہتا ہے کہ سن اے بندۂ اوہام باطل سن
نہوا تنا بھی تو اب دائرے سے عقل کے باہر

تری تقریر میں دور تسلسل لازم آتا ہے
جو ہے بالاتفاق اہل خرد میں باطل و ابتر

کہاں یوں جب معلق ہونے کی پائی نہ کچھ حجت
نہیں جز پردۂ حد نظر گنبد اخضر

خدا محفوظ رکھے ظالم ان کافر نگاہوں سے
کہ گردش میں ملا ہے جنکی دور چرخ دوں پر و

وہ کہتا ہے کہ تقلید اب نہ کر اگلے مسائل کی
یہ کہتا ہے کہ بدعت سے نہ بن تو مرتد و کافر

وہ کہتا ہے کتابیں پڑھ ذرا تو اہل یورپ کی
یہ کہتا ہے مبارک یہ افادہ تو ہی حاصل کر

وہ بولا تیرا مذہب عقل سے ثابت نہیں ہوتا
یہ بولا عقل ہی جسکے نہو سمجھے گا وہ کیونکر

کہا اُسنے کہ حج اک وحشیانہ رسم بھر ہی
کہا اِسنے کہ استخفاف دین حق نہ کر کافر

کہا اُسنے کہ بیکار استلام سنگ اسود ہی
کہا اِسنے کہ تیری عقل پر تو ہیں پڑے پتھر

کہا اُسنے کہ ہم قائل نہیں ہیں مسخ ہونیکے
کہا اِسنے چھپائے گا نہ اپنی اصلیت کیونکر

کہا اُسنے کہ مجنوں اور نبی کیساں تھی دونوں
کہا اِسنے یہی کہتے تھے کفار قریش اکثر

کہا اُسنے نہیں موجود جنت اور جہنم کچھ
کہا اِسنے شب معراج دیکھ آئے ہیں پیغمبر

یہاں کیا ہی دکھا دونگا تجھے اچھی طرح دوزخ
ارے مرتد ذرا برپا تو ہو ہنگامہ محشر

کہا اُسنے کہو کیا فائدہ شیطاں کی خلقت سے
یہ چپ سے تعرف الاشیاء من اضدادہا کہکر

کہا اُسنے غلط سب قصہ حوا و آدم ہے
ہی اس صورتگری میں فطرت انساں فقط مضمر

کہا اِسنے کہ سن اے مخلف قرآن کے آگے
جو بن الوقت ہیں میں بات انکی مان لوں کیونکر

کہا اُسنے مضر جو شے نہو سمجھو حلال اسکو
کہا اِسنے کہ پھر خنزیر کیا اور پی مے احمر

کہا اسنے وجود ابلیس کا کب ہی دکھاؤ تو
کہا اُسنے کہ تو دیکھ اپنی صورت آئینہ لیکر

غرض ہر شخص ہے اپنی جگہ علامہ دوراں
کسی کے قول کی تقلید کو ئی اب کرے کیونکر

جب اُکتایا بہت دل سنتے سنتے کفر کی باتیں
بڑھا کچھ اور آگے میں تو دیکھا دوسرا منظر

دلوں پر ہاتھ رکھے عشق مشرب لوگ بیٹھے ہیں
مخاطب انسے ہوکر کہہ رہا ہی کچھ نصیحت گر

چھڑی ہے بحث لیکن ہیں پریشاں حضرت ناصح
اکیلا ایک اُن سب کو بھلا قائل کرے کیونکر

یہاں تقریر اُنکی کوئی دل دیکھے نہیں سنتا
اور اُن کو ناز ہے اپنی جگہ شیریں بیانی پر

وہ کہتا ہے کہ عشق اک قسم مالیخولیا کی ہے
جو استحسان صورت سے ہوا کرتا ہے اے خودسر

یہ کہتا ہے دماغ و دل کی صحت عشق پر مبنی
جنوں کہتا ہے اس حالت کو نادانی ہے سر تاسر

وہ بولا ہے رگ سودائے الفت میں فساد خوں
یہ بولا استعلیق جہل کی تو فصد لے جاکر

دماغ عشق میں ہے تو ت اشراق اے غافل
کہ ہے پیش نظر ہر دم حجاب قدس کا منظر

سنبھل کر بیٹھ اے ناواقف آداب جانبازی
بساط عاشقی ہے دیکھ زانوے ادب تہ کر

لگا لے کحل مازاغ البصر چشم بصیرت میں
اگر ہو دیکھنا خلوت سرائے عشق کا منظر

اسی وادی میں حکم فاخلع النعلین آیا ہے
کہا تھا کچھ نہیں موسے نے برق طور نے سمجھکر

ظہور جلوۂ برق تجلی جس کو سمجھے ہو
وہ خط نسخ اک کھینچا تھا فردوس مولیٰ پر

اسی بازار میں یوسف سے تو اے عاشق ہے
پرکھ لے داغ دل مرالعیار حسن میں جاکر

خیال جنبش مژگاں یوسف بنکے راتوں کو
رگ خواب زلیخا پر لگائے عشق نے نشتر

ترنج و تیغ اسی نے تو دلایا تھا زلیخا سے
زنان مصر کے ہاتھوں کا خوں ہے اسکی گردن پر

اسی نے جیب کوہ طور سے پایا در مقصد
اسی نے وادی ایمن میں دیکھا جادۂ دلبر

زلیخا کو اسی نے تو دیا خلعت جوانی کا
اسی نے ماہ کنعاں کو بٹھایا تخت شاہی پر

دل موسیٰ میں یہ شوق نقیض لن ترانی تھا
اسی کی ضد چلی ہے پیشگاہ حضرت داور

یہی تو نجد میں تھا ساربان ناقہ لیلےٰ
اسی سے تو کھلے ہیں تیشۂ فرہاد کے جوہر

ہزاروں آئینے ہر دل کے ٹکڑے کیے بنا ڈالے
وہ صنعت گاہ ہے یہ ہے جہاں حیران اسکندر

بہار داغہائے دل کو بعد سوز غم دیکھو
نظارہ کرلو گلزار خلیل اللہ کا آکر

ارے ناصح ابھی دیکھا ہی کیا ہے تو نے دنیا کو
فقط حسن مہ کنعاں کا قصہ سنکے ہے ششدر

بہت ہنستا تھا میر نے لہا دل پہ اے ناصح
خدا چاہے تو آج اٹھے گا پہلو سے مرے دکر

دکھا دو نگاہ تجھے میں یوسفستاں ایک یوسف کیا
مگر اس مصر میں راضی تو ہو تو خود فروشی پر

تھکاتا ہے عبث پائے طلب ہے سعی لاحاصل
خدا کو ڈھونڈھتا ہے گر تو حج کعبہ دل کر

شہید کربلائے امتحاں کر دل کو اے ناصح
فرات عشق پر کچھ روزہ لب تشنہ و مضطر

صدائے العطش تا خیمہ گاہ حسن پہونچا دے
جفا پر صبر کر جو قوت امکاں سے ہو باہر

حقیقت اسکی تجھ پر منکشف پھر ہوگی اے ناصح
مسائل عشق کے کچھ روز پہلے کر تو مستحضر

اسی کے عہد میں جاری ہوئے ہیں داغ کے سکے
ازل سے ہے یہ دار الملک دل کا حکمراں قیصر

اسی کی عمر گزری حسن کی حلقہ بگوشی میں
اسی نے خود فروشی کی ہے مصر حسن میں جاکر

یہی خلوتسرائے قدس میں ہمراز وحدت تھا
یہی تھا لیلۃ الاسریٰ چراغ راہ پیغمبر

اسی کے ضعف نے نان جویں سے عاجزی کی ہے
اسی کی زور نے کھولا ہے باب قلعۂ خیبر

دیا ہے ساتھ اسی نے امتحاں گاہ عبادت میں
اسی کو حق نے تھی جب تیر کھینچا پاؤں سے باہر

اسی کا مولد اصلی ہے دل شاہ ولایت کا
وہی جسکی ولادت سے بنا کعبہ خدا کا گھر

عماد الاتقیا صدیق اکبر والد السبطین
لسان الصدق ذوالقرنین امیرالمومنین حیدر

علی مرتضے فاروق اعظم ساق الاسلام
ابوالریحانہ امیرالنحل نفس مصطفے صفدر

صراط المستقیم وعصمۃ الدین معدن الحکمۃ
ید اللہ قدرت اللہ خاصف النعلین پیغمبر

نکالوں پھر اسی بحر ہزج سے وہ دُر مطلع
کہ شرمندہ ہو جسکی ضو سے گردوں پر شہ خاور

مطلع

بنا ہے آج کعبہ جلوہ زار قدرت داور
تماشا دیکھنے والو کدھر ہو دیکھ لو آکر

نہال تھا تین دن سے آفتاب اک دل میں کعبہ کے
وہی طالع ہوا ہے آج دیکھو تو ذرا چل کر

نظارہ کر رہی ہے دور سے روح مہ کنعاں
الٰہی کون یوسف ہے جدار کعبہ کے اندر

ہوئی دیوار کعبہ شق کوئی کہتا ہوا نکلا
فضیلت مجکو دی حق نے زنان اہل عالم پر

ارے اصنام کعبہ کھول کر آنکھیں ذرا دیکھو
لیئے ہیں فاطمہ بنت اسد یہ کسکو ہاتھوں پر

کہیں سے فاطمہ کے کان میں آواز آتی ہے
علی رکھ نام اس مولود کا اے خاصۂ داور

لیا آغوش میں احمد نے اپنا مصحف ناطق
ادھر کھولی انھوں نے آنکھ اور دیکھا رخ انور

زباں دی ہی محمد نے لسان اللہ کے منہ میں
رموز عاشقی سکھلائے کس انداز سے آکر

بتو دیکھو یہ بچہ دیکھتا ہے کن نگاہوں سے
کبھی ہاتھوں کو اپنے گاہ سوئے کف پیغمبر

لکھا ہی دیکھ اس مولود کے نقش کف پا میں
کہ میں پاؤنگا معراج ایک دن مہر نبوت پر

ہمک کر کہہ رہا ہے بار بار آغوش مادر میں
اُٹھاؤنگا انھیں ہاتھوں سے باب قلعۂ خیبر

لکیریں ہاتھ کی دکھلاتی ہیں شان یداللہی
نگاہیں یہ بتاتی ہیں کہ میں ہوں قاتل عنتر

ہے نظم عالم علوی موشح نام سے میرے
مرا اسم گرامی ہے لکھا ہر باب جنت پر

ابھی سے ہمت عالی کو اس بچہ کی یہ صدقے
کروں گا پار پاؤں مہد میں میں کلۂ اژدر

نجابت بڑھ کے خدام ادب میں یہ پکار آئی
قطار ناقہ لاؤ ہے یہ حکم خواجۂ قنبر

جلالت رخ کی یوں ہل من مبارز کہہ کے بول اٹھی
ابھی سے کہدو مرحب سے کہ میرا نام ہی حیدر

مطیعوں کو یہ ہی پاس ادب اُسکے تہوکا
ابھی سے قصد حجت کر رہا ہی خسرو خاور

ابھی سے میرا ساقی یہ صلائے عام دیتا ہی
چلو اے بادہ نوشو فی سبیل اللہ ہی کوثر

عمارت خلیل اللہ کی یہ وشرف پائے
زچہ خانہ جناب فاطمہ کا اور خدا کا گھر

اسی سے خانہ کعبہ کو قلب الارض کہتے ہیں
ہوا نطا ہر وہاں کستم عدم سے نفس پیغمبر

ملا اشراق پیغمبر سے یوں نور امامت کو
ہی جیسے مستضی خورشید تاباں سے مہ انور

چمک کر بید میں تیغ ہلالی اُس کی کہتی تھی
مرے ابرو کی برش پر کٹا مرتا ہی سب لشکر

تیرے نام نامی میں ہی ہیبت یا ابا الیجا
نگہباں آجتک کہتے ہیں شب کو یا علی حیدر

عرب میں آجتک ضرب المثل ہے آپکی صرت
پڑی تھی روز خندق یا علی جو عمر کے سر پر

لبالب کاسۂ شیر اپنے قاتل کو جو بھجوائے
رہیں گے تشنہ کام اُسکے محب کیونکر کوثر

حضور شاہ لایا ہے غریب اپنے قصیدے کو
زہے عزت اگر مقبول ہو یہ ہدیہ احقر

آثارِ قیامت

در تغزل و علاماتِ محشر و سامانِ موکبِ اجلالِ خیر البشر و تخلص بہ تہنیت

ولادتِ حیدرِ صفدر

وہ دل مشہور تھا اک وقت میں جو عرشِ رحمانی
بتانِ بیکلِ روم اب وہاں کرتے ہیں سلطانی

متاعِ دست خوردہ تھا زبس میرا دلِ وحشی
دیا جب اسنے واپس میں نے صورت بھی پہچانی

لکھی ہے سطرِ بخیہ زخمِ دل پر کلکِ سوزن نے
خلاصہ پڑھ کتاب العشق کا اسمیں ہے آسانی

عیاں ہے زہر خندِ بخیۂ زندانِ نامے سے یہ
کہ شاق اب زخم پر ہے چارہ سازوں کی نگہبانی

ستارہ ٹوٹ کر ای کاش اُن تک بھی کوئی پہونچے
کسی کے دیدۂ تر کو ہے شغل انجم افشانی

وہ اک تم ہو کہ جسکا دلکدہ میں جی بہلتا ہے
وہ اک ہم ہیں کہ ہے مونس ہماری شامِ ہجرانی

بنائے ظلم کی برباد آہ و دود پیمانے
مثالِ پنبہ اب اُڑتا چلا ہے چرخِ دورانی

قیامت آگئی اے نالۂ محشر طراز آخر
نہ مانی ضبط کی اک بات بھی ای وائے نادانی

نفیر صور نے خواب گراں سے سب کو چونکایا
اُٹھے ہیں خفتگان عرصۂ گورِ غریبانی

زمیں نے بھی اُتارا خلعت پارینۂ خاکی
لباسِ نقرئی سے ہوگئی سب سطح نورانی

وہ ساعت ہے طنابیں خیمۂ ہستی کی کھنچتی ہیں
رگوں میں سب کے پھر پھونکی گئی ہے روح حیوانی

ابھی تو سوئے تھے جاگے ہوئے شام جدائی کے
گراں کیوں شورِ محشر کو ہوئی اُنکی تن آسانی

جنوں کے جوش میں تھے شکوہ سنج تنگی دنیا
یہ میدان دیکھ کر یاد آگئی وہ گرم جولانی

بفصل دو کماں بالائے سر خورشید خاور ہے
ہر اک غرقِ عرق ہے گرم ہے دربارِ سلطانی

حرارت سے ہر اک مغز دماغ اب جوش کھاتا ہے
الٰہی آتش دوزخ میں ہے کیا شعلہ فشانی

ملامت کر کے اپنے نفس پر عاصی یہ کہتے ہیں
"چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

مثال پنبۂ حلاج کوہستاں ہوئے ٹکڑے
ہوا شق آسماں زائل ہوئی تاروں کی تابانی

عرق میں ملکے بالکل بہ گئی گرمی طبیعت کی
بجھے ہیں انکے تیور بھی جو تھے بیداد کے بانی

خدا ہی بس نظر آتا ہے انکو ایسی حالت ہے
کھڑے ہیں سر جھکائے قائل دیدار ربانی

چھپائے دل میں داغستاں اُٹھے کہتے ہوئے عاشق
ذرا دیکھیں تو اے خورشید محشر تیری تابانی

گلہ اپنی جگہ ہے داد خواہان محبت کو
وہاں دن ختم ہے باقی یہاں تقریر طولانی

اُٹھے یوں سرفروش کربلائے عشق مدفن سے
کہ سر اک ہاتھ میں دل راز جوئے معدلت رانی

کوئی لخت جگر کی نعش کو ہاتھ نہ رکھے ہے
نگاہوں سے عیاں ہے خون حسرتہائے پنہانی

اکسی بیکس کے رگہائے گلو سے خون ٹپکتا ہے
کسی مظلوم کے نالے سے لرزاں عرش رحمانی

بھرے آنکھو نمیں آنسو ہاتھ میں دامان قاتل ہے
دلوں میں موجزن فریاد کی تقصیر طولانی

ہر اک بسمل بنا ہے کشتگان غم کی حالت سے
زمیں سب ہوگئی ہے عرصۂ گنج شہیدانی

بدست نالۂ دل دامن شور قیامت ہے
جواب صور دیتی ہے ہر اک فریاد زندانی

نوار احمد ہے کسطرح سے دست یاد تیں
وہ دیکھیں جنکو اس طاقت پہ تھی دنیا میں حیرانی

جھکائے سر کھڑے ہیں عاصیان امت احمد
ہے سب کو انتظار دختر محبوب سبحانی

سواری آرہی ہے ایک شہزادی کی محشر میں
صدائے طرقوا سے گونج اٹھا دربار سلطانی

رکھے تاج زر جدسر پہ استقبال کو نکلیں
لیئے ہاتھو نمیں حوریں اپنے مجمر ہائے نورانی

نمایاں ہے سواد لشکر کروبیاں دیکھو
علم ہیں اک طرف اک سمت ایتہائے سلطانی

سواری چل چکی چاؤش یہ کہتے ہوئے نکلے
کرو بند اپنی آنکھوں کو کہ ہے فرمان ربانی

وہ اک جمازۂ جنت جو ہے معدن جواہر کا
خم و چم اپنی دکھلاتا چلا ہنگام جولانی

وہ قبۂ نور کا اسپر کہ آنکھیں خیرہ ہوجائیں
مثال قلب حیدر ظاہر و باطن میں نورانی

حریر خلد سے ناقہ کے پہلو جگمگاتے ہیں
زمیں ہوتی چلی ہے رو کش یاقوت رمانی

تعالی اللہ فروغ ہودج نورانی زہرا
ارے خورشید محشر خاک ہے تیری درخشانی

ادھر سب داخل ہودج ہے مملو عفو خالق سے
ادھر چاروں طرف گھیرے ہے رحمتہای ربانی

بیاں ہو کیا تجمل موکب اجلال کا اسکے
سواری میں ہوں جسکے پرتو ہائے نور ربانی

شہیدان رہ حق اولیا صدیق و پیغمبر
کئے ہیں اپنی آنکھیں بند سب ارباب عرفانی

شکوہ و شان سامان سواری دیکھنے والے
بنے ہیں مثل آئینہ تماشا گاہ حیرانی

ودیعت تاب نظارہ ہوئی ہے تین شخصوں کو
خلیل اللہ۔ محمد۔ اور علی صرغام یزدانی

زمام ناقہ دست حامل وحی خدا میں ہے
چلے آتے ہیں کرتے اپنی قسمت کی ثناخوانی

مودب سر جھکائے اپنے اپنے اہل محشر ہیں
یہ ہیبت ہے کہ لرزے میں ہیں سب اعضائے جسمانی

عماری سے اتر کر فاطمہ کس جوش میں پہونچیں
لیئے پیراہن خونیں بزیر عرش رحمانی

ملائک نے کیا ہے منبر منقا دیا نصب
چلی ہیں فاطمہ سر پر رکھے اکلیل سلطانی

نگہ کے سامنے بیسر کھڑا ہے ایک شہزادہ
خروش اہل محشر سے ہے لرزاں عرش ربانی

کھڑی ہیں متوقف فریاد پر آنکھوں میں آنسو ہیں
نظر اسکے کرم پر دل میں حسرتہائے پنہانی

الٰہی سیدہ کو صبر دیدے سامنے اسکے
لہو میں ایک سر غلطاں ہے مثل در غلطانی

خداوندا حکم ہوا رہا ہے غش فرشتوں کو
نہیں اب دیکھ سکتے سیدہ کی اشک افشانی

کھلے ہیں سیدہ کے بال اک اندھیر چھایا ہے
رگ دل توڑے دیتی ہے وہ زلفوں کی پریشانی

ادھر دریائے رحمت میں تلاطم خیز یہ آواز
بیاں کر اے حبیبہ مجھ سے حسرتہائے پنہانی

قسم عزت کی اپنی داد دونگا داد خواہوں کو
ہر اک ظالم کو اب مظلوم سے ہوگی پشیمانی

ستمگاروں سے کہدو اک ذرا سنبھلے ہوئے آئیں
بچھا ہے آج اس موقف پہ فرش معدلت رانی

ہوئی ہے شکوہ سنج قاتلان اب بنت پیغمبر
ذرا ہاں آتش دوزخ دکھا دے شعلہ افشانی

ہزاروں سال سے اے نازنیں تجکو خواہش تھی
مبارک ہو مبارک آج طعمہ کی فراوانی

شفاعت خواہ امت محسنہ شیعوں کی ہوتی ہے
ذرا اب تو بھی ہو آراستہ اے باغ رضوانی

تمسک جو کرے دامن سے جنت میں اُسے لیجا
ملا ہے میری مخدومہ کو یہ فرمان ربانی

صلائے عام ہے اے شیعیان حیدر صفدر
چلو جنت میں اب برغاست ہے دربار سلطانی

ادھر ہے رستخیز و ہائے شوق تا سر
اُدھر ہر تار معجر وقف بہر اہل عرفانی

نہ وہ ہول قیامت ہے نہ وہ پیاس کی شدت
دکھائی دے رہی ہے حشر کو ثر کی طغیانی

ادھر بھی گوشۂ چادر بڑھانا میری شہزادی
غریب نالہ کش بھی ہے غریق بحر عصیانی

سمجھ کر ایک ادنیٰ خادم دیرینۂ تنبر
لیئے چلنا مجھے بھی ساتھ اب اے مریم ثانی

نہ تھی جرأت کہ لوں دست نجس میں گوشۂ چادر
مگر مجبور کرتی ہے یہ بے برگی و سامانی

خدا کی شان ہے دست غریب اور آپکا دامن
تعز من تشاء آئینہ دار خط پیشانی

صلہ میں منقبت کے میں نے جنت میں جو پایا تھا
رقم ہو العزیز اُس بیت پر با خط نورانی

نہ کرلے دخل اپنا شوخ طبعی سے کوئی ہم فن
مجھے آج اُسپہ دلوا دیجئے قبضہ بآسانی

در جنت پہ یہ کہتا ہوا جب الغرض پہونچا
نظر آئی مجھے اک محفل ارباب عرفانی

فرزدق حمیری حسان اعشےٰ عبل وسحبان
ہر اک سو صف بصف بیٹھے ہوئے تلمیذ رحمانی

کہیں دورے شیراز سے بیٹھے ہوئے سرخوش
جمال الدین عرفی اور حبیب اللہ قاآنی

نمک پروردگان ذوق معنی کا کہیں حلبہ
کہیں میر و غالب مست آہنگ ثنا خوانی

زباں پر زادۂ افکار گوہر بار کے نغمے
سخنور ہند کے بھی سرخوش صہبائے عرفانی

لیے اک کارنامہ اپنی فکر عرش پیما کا
ہم ایسے شاعر آئے ہیں بعزم منقبت خوانی

غرض ہیں جسقدر مداح اولاد پیمبر کے
مدیح حیدر صفدر میں ہیں محو گل افشانی

قصیدے اپنے اپنے پڑھ رہے ہیں شاعر غرا
رجب کی تیرھویں ہو جوش میں ہیں اہل عرفانی

عزیز بادہ کش ہاں تو بھی پڑھ اک مطلع رنگیں
کہ طاری حوض کوثر پر ہوں کیفیات وجدانی

مطلع

ذرا پھر ساقیا دور ایاغ راح ریحانی
بحق نکہت ریحانۂ محبوب سلطانی

تراش اک ساغر صہبا سر اصنام کعبہ سے
دماغ کفر میں ہو نشۂ صہبائے عرفانی

بنا خمیازہ آغوش مثل ساغر صہبا
خمار شوق مے میں دیکھ حسرت تہائے پنہانی

حرم میں دیکھ تو رکھے ہیں کچھ ابریق جنت بھی
شراب آنے میں ہو خیر اگر تو دے وہی پانی

فنا فی الکعبہ ہے اس وقت ہر رند خرابانی
یہ کس ساقی کا جلوہ ہے کہ ہر اک جذب روحانی

ہے ساقی روز میلاد جب ساقی کوثر
پلا ساغر کہ یاد آئی حرم کی حلقہ عنبائی

عبث باب حرم کے کھولنے میں اتقدر کوشش
یہاں ہے اے جوانان عرب اک راز پنہانی

خبر دو مشرم راہب کو جا کر اے ابو طالب
کہا تھا اسنے جو ظاہر ہوا وہ نور ربانی

مجھے یاد آگیا وہ اضطراب اہل تہامہ کا
وہ آنا زلزلہ کا اور وہ اُن کی پریشانی

وہ کوہ بوقبیس اور وہ بتوں سے پوچھنا اُن کا
خدا کی شان ہے تجھ پر تبائیں راز ربانی

بہم ٹکرا کے اجزائے جبل کی سنگساری وہ
بتوں کا منہ کے بھل گرنا اور اُسپر انکی حیرانی

ابو طالب سے کہنا یہ فلک پُر نور کیسا ہے؟
فرون ہوتی چلی ہے کیوں ستاروں کی درخشانی

ابو طالب کا کہنا ایہا الناس آج وہ دن ہے
ہوا ہے پردہ صورت سے ظاہر نور ربانی

جدار کعبہ مثل بائے بسم اللہ کشادہ ہے
لیئے تفسیر اُس کی آرہی ہیں مریم ثانی

وہ نقطہ مردمک بنکر عیاں ہے عین کعبہ میں
اُٹھو اے ابن عباس اب پڑھو تفسیر قرآنی

ہوا لو پھر سے شق پیوند دیوار زچہ خانہ
وہ نکلیں فخر مریم لیکے فخر آل عمرانی

کلیجہ سے لگائے اپنے پیارے پیارے بچہ کو
زچہ نکلی ہے کرتی اپنی قسمت کی ثناخوانی

سپند مجمر آخر ہوگیا خال رخ کعبہ
جسے کہتے ہیں سنگ اسود آج ارباب عرفانی

الٰہی تا قیامت ماما تیری رہے ٹھنڈی
پھلے پھولے ترا بچہ زیر ظل سبحانی

مبارک ہو ترے وارث کو اسکی پرورش کرنا
کہ لوح مصحف ناطق ہے اس بچہ کی پیشانی

دہن کہتا ہی میں ہوں بائے بسم اللہ کا نقطہ | زباں کہتی ہی میں ہوں شارح آیاتِ قرآنی
بٹھا کر لیچلے ہیں دوش پر اپنے رسول اللہ | چڑھی مشقیں ہیں دیکھو اے بتانِ بیتِ ربانی
وہ بچہ ہے جسکے پیکر نازک کو چھوتے ہی | بڑھی روح القدس کے قلب میں خنکی ایمانی

عزیز نکتہ پرور شکوہ سنج دور گردون ہی
بقدر ذوق کر سکتا نہیں تیری ثنا خوانی

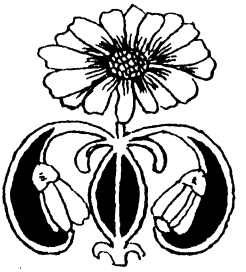

برق تجلّی

در ستایش امیر المومنین یعسوب الدّین ہزبر سالب اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب روحی لہم الفدا

نصاب مکتب میخانہ ہو درس عرفانی
رہے گا نا بکے مست حکمتہاے یونانی

خمار بادۂ اشراق میں انگڑائیاں کب تک
کہاں تک اب یہ افلاطون کے خم کی مگس رانی

کہاں تک اب یہ پابندی معقولات لایعقل
کہاں تک محبس سقراط کی اب حلقہ جنبانی

تماشائے طبیعیات کا کب تک اثر دل میں
کرے گا صفّۂ بقراط کی کب تک نگہبانی

بس اب تقلید مشائیں کب تک ہمنے یہ مانا
کہ ادراک حقایق میں ترے دعوے ہیں برہانی

کہاں تک اب یہ تحقیقات اجرام سماویہ
کہاں تک ہوگی سیاروں کی ثابت گرم جولانی

سخاوت ذہن کی کب تک بیاد علم سوفسطا
کہاں تک سیمیای وہم کی پیہم زر افشانی

ریاضت تا بکے خلع بدن میں عامل کامل
یوہیں نابود ہو جائے نہ اکدن ہستی فانی

بتا دے وحشت تحقیق میں ہمراہ غزالی
غزال آسا رہے گا تا بکے سرگرم جولانی

بتا تصدیق منطونات و دہمیات یہ کبتک
ہوئے ہیں سب تصور تیرے تسویلات شیطانی

کہاں تک مغز سر خالی کریگا فکر بیجا سے
بتا دے اے حریف حکمت قاہر جہانی

کہے گا آسماں کو دیکھ کر حد نظر کب تک
بدیہیات سے انکار کب تک اے نادانی

فضا پر عکس پڑ سکتا نہیں اور ہے شفق پر تو
وجود آسماں میں اب رہی کیا تجکو حیرانی

زمیں کرتی ہے گردش رات دن تیری نگاہوں میں
پھرا ہے سر ترا شاید ہوئی ہے عقل دیوانی

ملا ہے اس میں سم الفار ہم تجھ سے نہ کہتے تھے
پیالہ پی کے فارابی کا ہوگی اک پشیمانی

یہاں تک تو نے کوشش کی ہے اثبات تناسخ میں
بنا ہے فکر جسم و روح میں شکل ہیولانی

رہی شکل حماری تو نے اقلیدس میں اسد جہ
ہوئے جاتے ہیں تجھ سے سلب خاصیات انسانی

ہوا کیا رنگ رخ فکر عرض میں دیکھ آئینہ
نظر کرتے ہیں تجکو دیدۂ جوہر سے حیرانی

نہ پہونچے گا کبھی تو حیز عمر طبیعی تک
گھلائے گا یوں ہی تحقیق میں گر روح حیوانی

ہوا ناقص عضا دہ تیرے اصطرلاب ایماں کا
یہاں تک کی ہے ایجاد ارسطو کی ثنا خوانی

نہ کرتا عقل آرائی اگر تو بدو فطرت میں
نہ سوے عقل کل محتاج ہوتا جوہر ثانی

تری تحقیق کے صدقے محقق واہ کیا کہنا
ہوا ہے رفتہ رفتہ منکر تو حید ربانی

تدھر میں بسیط محض کو بھی ہاتھ سے کھو یا
رہا دنیا میں تو اور مادہ باقی ہیں سب فانی

الٰہیات کے پڑھنے سے اے جاہل نتیجہ کیا
نہیں ہے دل ترا جب جلوہ گاہ نور عرفانی

کتاب النفس افلاطوں اگر پڑھ لی تو کیا حاصل
حقیقت نفس امارہ کی جب اپنے نہ پہچانی

موحد ہو کے کر کسب معارف نفس سے اپنے
جو ذوق فلسفہ ہے سیکھ حکمتہائے یمانی

فضائے مسجد تجرید میں ہو معتکف جا کر
نہیں اس تنگنائے دہر میں غافل تن آسانی

پرستش چھوڑ نادان اپنی تخیلات فاسد کی
کہاں تک اب رہیگا منکر آیات قرآنی

ظہور معجزہ ممکن ہے سب سے اے مغاذ اللہ
نبوت سب کو مل سکتی ہے کب ایسے نادانی

عطا کے علم کا قائل ہوا تو ماہ نخشب سے
مگر شق القمر کے معجزہ میں اتنی حیرانی

عقیدہ تیرا فاسد ہے تو تاریخوں میں دیکھ اسکو
مخالف کی شہادت معتبر دنیا نے ہے مانی

کئی کافر ملا دعنیر کے اسلام جب لائے
ترے انکار سے اسلام کو ہے سخت حیرانی

ہوا ہے ابتو اس مصرع کا تو مصداق دملحد
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

نظر کوہ حرا مکہ کا صاف آتا تھا اے نادان
جدائی دونوں ٹکڑوں میں یہ تھی اوخصم ایمانی

زہے معجز نمائی کر دیا دنیا پہ یہ روشن
مری اس خرق عادت پہ یہ دشمن ہیں نورانی

دکھائی کافروں کو ہیبت اسلام در پردہ
کہ انگشت شہادت ہے مری تیغ صفاہانی

سن اے صورت پرست حکمت ایجاد بے معنی
سن اے وارفتہ اسرار معلومات قیطانی

لگاتی ہے شریعت دیکھ تجھ پر کفر کا فتوے
عبث کرتا ہے اپنی رائے سے تفسیر قرآنی

بشر کی عقل ہو عاجز نہ جس سے معجزہ وہ کیا
وہ کیا ہے خرق عادت ہو نہ جس سے سبکو حیرانی

تفوق چاہیئے ہے کچھ نبی کو نوع سے اپنی
نہیں رتبہ میں یکساں جملہ مخلوقات ربانی

نہیں باقی رہا کچھ امتیاز اللہ ری کم بینی
کہاں ذرات ارضی اور کہاں لعل بدخشانی

اگر ہو جذب مقناطیس و جذب کہربا ثابت
تعجب کیا ہے جذب باطنی سے وصل جانانی

کہاں سے اس میں استبعاد عقلی ہو گیا پیدا
یہ تیرا خبط ہے اے منکر معراج جسمانی

اگر ہوتا نہ ماخذ دل ترا تسویل شیطاں کا
نہ کہتا پھر کبھی الہام کو تو فکر انسانی

لیا ہے اپنے سر پر مظلمہ قانون قدرت کا
خدا ہی داد بدعت دے گا او بیداد کرمانی

ہمیں مطلب ہی کیا اس سے کوئی ناصح نہیں تیرے
فقط سمجھائے دیتے ہیں بہمدردی ایمانی

کیا پیدا خدا نے تجکو مخلوقات سے اشرف
طبیعت کو تری مرغوب ہے کیوں خوئے حیوانی

صفائے نفس پیدا کر کہ روشن چشم حق میں ہو
چراغ راہ بنجا۔ ہے جو دل میں نور عرفانی

سبق لے اپنے دل میں کشف استار حقیقت کا
یہ ہے وہ مدرسہ کہتے ہیں جسکو عرش رحمانی

دم لغزش ید بیضائے دل سے لے مدد سالک
نہیں ہے سہل اس وادی کا طے ہونا بآسانی

ردائے صدق سے کر صاف گرد آئینہ دلکی
وہی دیکھے گا تو جسکے لیئے خاک اسقدر چھانی

ہر اک آنسو میں پیدا ہو تلاطم بحر قدرت کا
رہے گر آب جوئے چشم محو قطرہ افشانی

ارے او جاگنے والے شب تاریک الفت میں
چراغ عمر گل کر نیند آ جائے بہ آسانی

خدا ہی چین دے گا خوابگاہ عشق میں تجکو
کہ ہیں سب تار بستر خار حسرت تہائے پہانی

متاع ظاہری سے ہو سبکدوش ایسی منزلیں
کہ سد راہ ہے ہر اک قدم پر بار جسمانی

سمجھ لے عاشقی کی موت کو پیغام وصل ابدی
یہ کھنچنا بھی رگوں کا نزع میں ہی جذب روحانی

فنا فی العشق ہو جا جب کہیں یہ عقدہ حل ہوگا
ترا مافی الضمیر نفس ہے وہ راز پنہانی

جو ذوق عاشقی ہو دل میں ایسا دو پیدا کر
چمک میں جسکی اک جلوہ نظر آتا ہو نورانی

غزنیز افسانہ رغم اب جو چھیڑا ہے تو کہہ ڈالو
کہا تھا چپ رہو تمنے ہماری بات کب مانی

مطلع

بزنگ زلف شب بھر بڑھتی جائیگی پریشانی
نہ پوچھو سرگذشت دل کہ یہ قصہ ہو طولانی

کٹی سب زندگانی ضبط کی خدمتگذاری میں
بوقت نزع جب دیکھا نتیجہ تھا پشیمانی

سنا جائے گا کب تجھ سے یہ درد انگیز افسانہ
نہ مجکو چھیڑ ہمدم چھوڑ یہ انداز نادانی

جو نیند اڑ جائے گی غزنے ترے الزام دینگے
نہ فرش خواب سے بھی اٹھ سکا ناز تن آسانی

سنانے کو سنا دوں اور تو سن لے مگر ظالم
میں کن آنکھوں سے دیکھوں گا تری تصویر حیرانی

نکل آیا کوئی آنسو تو کل اس کی تلافی میں
مجھے کرنا پڑے گا ظلم سے تیرے لہو پانی

بیاں کرنے کو کر دوں سختی تکلیف جانبازی
سنے گا کون اے بیدرد الزام گراں جانی

یہ کس کا دل کہ پھر پوچھے گا وہ پھیلا ہوا کاجل
اگر بیساختہ کی سُنکے تمنے اشک افشانی

یہی ضد ہی تو لو بیٹھو سنبھلکر میرے پہلو میں
سناؤں جا بجا سے داستان درد پنہانی

مطلع

فراغت سے عدم میں دل تھا جب تشکیل ہولانی
کھنچا تھا لوح پیشانی پہ نقش خانہ ویرانی

ہوا تم تک لہو ہوکر حنا کو دسترس حاصل
کیا جب خون اپنا دلنے پایا قرب جانانی

جفا جسطرح تم کرتے ہو اپنے جاں نثاروں پر
یوہیں تھا ابتدا میں دل بھی ظلم و جور کا بانی

ذرا آئینہ دیکھو ہے جو کیفیت نگاہوں میں
یوہیں رہتا تھا دل بھی سرخوش صہبائے عرفانی

تباہی میں مری مضمر تھی وسعت دشت عرفانکی
فضائے عالم وحدت تھی کنج دل کی ویرانی

سویدا سے مری نسبت ہی کیا ہی سنگ اسود کو
وہ اک تجھ سے یہ ہے جلوہ گاہ نور ربانی

اگر تعمیر کعبہ پر ہے ابراہیم کو نازش
حریم دل کا میرے خود ید قدرت ہوا بانی

اگر جوش جنوں میں چاک کی اس کو تمنا ہو
کرے صبح ازل پیراہن دل کی گریبانی

موافق نشہ کی طاقت کے لازم تھی قدح نوشی
تنک ظرفی پہ ہی منصور کی اس دلکو حیرانی

مرا سینہ جہاں میں رُوکش صد طور سینا ہی
مرا دل ہے حریف حضرت موسی عمرانی

صدا انی انا اللہ کی رگ گردن تک آتی ہی
ارے یہ کون ہی دل میں بشکل راز پنہانی

ارے معمار کعبہ دیکھ میرا دل وہ مشہد ہے
کہ اسمعیل حسرت کی جہاں ہوتی ہے قربانی

ہجوم آرزو سے دم گھٹا ہے دل کا مدت تک
مؤثر کیوں نہوں نالے کہ ہے فریاد زندانی

شکست شیشۂ دل سے انا الحق کی صدا آئی
ہمیں منظور راتے تکلیف عشق اب تیری مہمانی

تجھے اے کعبۂ دل ہمنے مامن اپنا سمجھا تھا
کیا تو ہی نے ظالم آرزوں کا لہو پانی

پڑھو دل سے وہ مطلع اے عزیز نکتہ پرور اب
کہ طاری اہل محفل پر ہوں کیفیات وجدانی

مطلع

شگاف پردۂ دل ہے تماشا گاہ عرفانی
جدار کعبہ شق ہوتے ہی چمکا نور ربانی

وہ کعبہ مسقط الراس علی ابن ابی طالب
وہ کعبہ جلوۂ زار شوخی انوار یزدانی

ہوئی وحی امامت آج نازل خانۂ حق میں
مبارک اے رسول اللہ اب اسکی نگہبانی

تجلی زار ہے کیسا سوید اے دل کعبہ
بنا ہے سنگ اسود آفتاب صبح عرفانی

جناب فاطمہ بنت اسد کعبہ سے نکلی ہیں
لیے آغوش الفت میں مراد قلب ایمانی

ابو طالبؑ چلو سجدہ کرو کعبہ کی چوکھٹ پر
ملا ہے تم کو اس کے گھر سے فخر آل عمرانی

ارے کعبہ مبارک ہو نصیبہ تیرا چمکا ہے
ہوا ہے روے وجہ اللہ تیرا نور پیشانی

مبارک اے رسول اللہ تم کو ابن عم اپنا
یہ وہ ہے جسنے بعد از حق تمہاری شان پہچانی

مبارک تجھ کو اے اسلام اب اپنی جہانگیری
ید اللہ نے رکھا سر پر تیرے اکلیل سلطانی

مبارک تم کو اے انسیۂ حور مبارک ہو
دیا ہے حق نے اپنے گھر سے کیسا زوج لاثانی

مبارک اے غدیر خم مبارک تجھ کو وہ مولا
کہ جس کی ذات سے تجھ میں ہوئی تکمیل ایمانی

مبارک ہو تمھیں روح الامیں استاد فن اپنا
ہمایوں ہو تمھیں درس معارف کی سبق خوانی

مبارک تجھ کو ہو اے باب علم اب اپنا واہونا
ہوا ہے آج سے تو مسلک ارباب عرفانی

مبارک اے خلیل اللہ تمکو مدعا اپنا
بنائے کعبہ میں جو وجہ کوشش تھی وہ پہچانی

مبارک تجھ کو اے قنبر ہوا اپنا مالک باذل
قطار ناقہ دے سائل کو تا کے یہ شتربانی

مبارک اے نصیری جس کو تو اللہ کہتا ہے
دکھائے اُسنے بیت اللہ میں اسرار ربانی

مبارک تجھ کو اے کوثر ترا ساقی ہوا پیدا
دم جوش مسرت ہے دکھا اب اپنی طغیانی

مبارک تجھ کو اے شہر رجب ماہ امامت ہو
ہوئی نور سعادت سے ترے دل میں درخشانی

مبارک تجھ کو اے خیبر ترا مشکل کشا آیا
کھلے جاتے ہیں عقدے تیرے دل کے اب بآسانی

مبارک تم کو اے شیعو امیر المومنین اپنا
نگہ ٹھہرے اگر دیکھیں چلو وہ نور ربانی

کلیم اللہ کو بھی ساتھ لے لو طور سینا سے
ہے اپنی کہنہ مشقی پر انھیں دعوے برہانی

صدائے لن ترانی بھی اگر سن لیں میسر آ ذمہ
کریں جی چاہے جتنی ہوش کی اپنے نگہبانی

یہ وہ جلوہ نہیں غش آگیا تھا جس سے حضرت کو
یہ وہ جلوہ ہے ہوتا ہے جدھر کو جذب روحانی

وہ جلوہ طور پر تھا یہ ہے کعبہ میں سمجھ جاؤ
نہ منھ کھلواؤ آگے بس کہ ہے یہ راز پنہانی

مطلع

حرم آغوش میں لے جسکو دیں با خندہ پیشانی
وہ کیسا نور ہوگا یا الٰہی ہے یہ حیرانی

ترے صدقے رہیں بیتاب کبتک دیکھنے والے
دکھا اے نیّر نور امامت اپنی تابانی

سمجھ کر کفش خانہ ایک دن تو جلوہ گر ہو جا
ہمارے خانۂ دل کو بنا دے کعبۂ ثانی

سنا ہے میں نے تم بالیں پہ وقت نزع آتے ہو
وہ دن جلدی خدا لائے کہ ہے بارا بہ گرانجانی

بقدر حسرت دیدار تم کو دیکھ لوں مولا
مری بالیں ہو وقت نزع طوفانگاہ حیرانی

یہ مانا حشر میں ہوگی زیارت آپ کی لیکن
کہاں یہ بندۂ عاجز کہاں دربار سلطانی

خدا جانے کہ ہم اُس بھیڑ میں دیکھیں تمھیں کیونکر
اُدھر مجمع قیامت کا اِدھر عصیانکی طغیانی

رہے گر یاد ہمکو بھی اشارے سے بُلا لینا
نہیں ہیں گو کہ اس قابل مگر احساں جانانی

کہیں ایسا نہو گھبرا کے کھو جاؤں وہاں آقا
بہت پھر ڈھونڈھنے میں ہوگی قنبر کو پریشانی

جب آئیں آپ اُسی دم حکم فرمائیں مرے آقا
جگا دے شور محشر نیند سے مجھ کو بآسانی

نہ یوں اُٹھوں کہ سر گھومے مرا آشوب محشر سے
زمیں کا زلزلہ ہو راحت گہوارۂ جُنبانی

یہ باتیں سب تمھارے قبضۂ قدرت میں ہیں شاہا
تمھارا حکم ہے منجملۂ احکام یزدانی

نہ کرتا طائر قبلہ نما رُخ اپنے مولد کا
اگر بازو کبوتر سے نہ سنتا معدلت رانی

محیط علم حضرت ہے وہ ناپیدا کنارا یدل
کہ جسکے ایک قطرہ میں ہی جزر و مد عمّانی

دکھادوں اب تمھیں وہ قطرۂ دریا نما شیعو
یہ ہیں ناصر حسین آئینہ دار علم ربّانی

بسعی ناخن تحقیق کھولے جسنے سب عقدے
امور شرع میں مشکل کشائی کی بہ آسانی

مدد اسکی نہ کیونکر روکش خون شہیداں ہو
نظر آتے ہیں جس میں جلوۂ اسرار ربّانی

دل کعبہ ہوا جس طرح وجہ اللہ سے روشن
کیا ہے قلب ایماں آپنے اس طرح نورانی

کھلا یہ راز اب عنوان مہر سجدہ سے ہمپر
شریعت کا ہے سرنامہ انھیں کا خط پیشانی

دم تحریر بھی نصرت میں کوتاہی نہیں کرتے
صریر کلک دیتی ہے صدائے فتح ایمانی

رہے زہد و عبادت کا نہ کیونکر انکے سر سہرا
کہ ظاہر رُخ سے ہوتی ہی شعاع مہر عرفانی

زیارت آپ کی ہے اعتکاف کعبہ سے بہتر
ثواب حج سے زائد اجر میں اُسکے فراوانی

سب اِن کے سلسلے ہیں منتہی آل محمّد تک
نسب کیا علم کیا کیا زہد کیا تقوائے سلمانی

بھلا کس طرح جاؤں آپکے دربار مدحت میں
نہیں زیر نگیں جب میرے اقلیم سخندانی

مجھے جرأت ملی ہی آپ ہی کی داد سے ورنہ
کہاں اک چاکر قنبر کہاں شہ کی ثنا خوانی

میں ہوں وہ ذرّہ کمتر جسے یہ بھی نہیں شایاں
یہ مانا نظم کے اصناف سے ہی اک رجز خوانی

نہو کفران نعمت اِسلئے کچھ عرض کرتا ہوں
کہ ظاہر قلزم فیاض کی ہو جائے طغیانی

حکایت ہی بہت مشہور حسان ابن ثابت کی
ہوا کرتا ہے شاعر اصل میں تلمیذ رحمانی

جو ان لفظوں سے حیرت ہے سمجھ یوں اس قضیہ کو
طبیعت اور اُسکے مادہ کا کون ہی بانی

جدھر جائیگا ہو آئینہ بندی اسکی قدرت کی
ابھی دیکھا ہی کیا ہی تو نے کیوں ہی اتنی حیرانی

دکھا دونگا بہار تازہ مہلت دی جو گردوں نے
کہ ہر زخم جگر ہی جلوہ زار باغ رضوانی

عزیز بذلہ سنج اب تا بکے یلاف لاطائل
کر و عرش بریں تک اب دعاؤں سے درافشانی

عطائے ملہم غیبی رہے دائم مرے دل پر
متاع رشک کی حاسد کہ دلمیں ہو فراوانی

ہمایوں ہو مجھے رنگیں نوائی مدح مولا میں
مبارک تجکو اے حاسد رہی خانہ افشانی

صلے میں اس قصیدے کے بجز اسکے نہیں خواہش
ہمارے حجۃ الاسلام کی ہو عمر طولانی

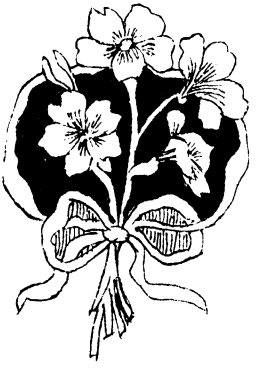

سرجوشِ غدیر

تاریخی واقعات غدیرِ خم

خداوندا بحقِ یوسف و عشقِ زلیخائی
نہ آئے دامنِ عصمت پہ میری داغ رسوائی

بحقِ نرگسِ مستانِ یارب وہ آنکھیں دے
کہ جو ہوں انتظارِ وعدۂ فردا میں پتھرائی

مطیعِ حکم کر یوں قوتِ ادراک کو میری
سمجھ میں کچھ نہ آئے پھر کسی کی بات سمجھائی

دماغ ایسا عطا کر اپنے سودائے محبت میں
جسے ہو نکتہ مغزانِ جنوں سے ناز ہمتائی

وہ دل دے ہو جبیں پر جسکی نقشِ قشقۂ وحشت
فضائے ملکِ وحشت میں کرے جو دشت پیمائی

وہ دل دے ایخدا شاہد پرستی جسکا مشرب ہو
وہ دل محبوبِ کا تیرے جو ہو سودا سے شیدائی

وہ دل دے ایخدا جو کشتۂ طرزِ تغافل ہو
وہ دل دے جو کہ ہو جاندادۂ نازِ خود آرائی

وہ دل دے جو کہ ہو سرتاقدم اک آبلہ یارب
تپک میں جسکی شوخیِ حسن کی دیتی ہو دکھلائی

گلِ زخمِ محبت سرزمینِ دل سے یوں نکلیں
کہ خود حسنِ ازل ہو شوق سے جسکا تماشائی

وہ ناخن دے کریں خون جگر سے جو خانہ بندی
رہیں داغ جنوں کی سینہ کاوی پر جو شیدائی

ترے وادی وحدت میں نہ مجھ ایسا دیوانہ
تیرے صحرائے قدرت میں نہ مجھ ایسا سودائی

نہاں کر میری آب و گل میں اپنی جذب الفت کو
مخمر عشق سے کر میرے اشکال ہیولائی

مجھے اُس بحر عشق سرمدی کا ایک قطرہ دے
کہ جسنے انبیا کے چشمۂ دل میں جگہ پائی

بوقت ذبح اسمعیل جس نے دلدہی کی تھی
خلیل اللہ کو دیدے کے تعلیم شکیبائی

بیاض دیدۂ یعقوب جسکی صبح عشرت ہے
سواد مجلس یوسف ہے جسکی شام تنہائی

چراغ حسن سے پارا تھا کاجل جسنے زندانیں
کہ چشم پیر کنعاں میں لگائے کحل بینائی

وہ عشق پاک جس سے امتحانگاہ رضیت میں
لیا ایوب دلنے مدتوں درس شکیبائی

یہی تھا باعث چاک قمیص حضرت یوسف
اسی نے تھی گواہی پاکدامانی پہ دلوائی

یہی ہے باعث بیداری بخت مہ کنعاں
یہی ہے حاصل تعبیر رویائے زلیخائی

اسی نے میکدے میں حسن کی ساقی گری کی ہے
اسی نے بزمگاہ ناز میں کی بادہ پیمائی

یہی دار السرور حسن میں ہمراز وحدت تھا
یہی بیت الحزن میں تھا انیس شام تنہائی

ید بیضا کا تمغا وادی ایمن میں دلوا کر
اسی نے حضرت موسی کی کی تھی عزت افزائی

سرا بستان وحدت میں اسی کا دور دورہ تھا
اسی گلشن میں خوشبوئے گل باغ الست آئی

اسکی خصلتیں کچھ کم نہیں ہیں خرق عادت سے
اسی کے دم قدم کے ساتھ اعجاز مسیحائی

بھلا یوں بیستوں کیا تیشہ فرہاد سے کٹتا
اسی نے بازوؤں میں کوہکن کے دی توانائی

اسی کی ہر رگ دل تھی زمام ناقۂ لیلےٰ
یہی تو نجد میں تھا رہنورد دشت رسوائی

اُٹھیں دودِ سیاہ آہ کی جب آندھیاں پیہم
تو اُسنے کعبۂ دل میں اذاں ناقوس سے دلوائی

یہی وہ خضر ہی پیر طریقت بنکے مجنوں کو
زمانے میں بیاباں در بیاباں خاک چھنوائی

اسی نے دیکھ کر جوش و خروش حضرت موسیٰ
مئے دیدار میں دارِ بہوشی تھی ملوائی

سکھا کر حضرت یونس کو رمز علّم الاسما
اسی نے بطن ماہی میں دیا درس شکیبائی

یہی کرتا رہا پروانگی شمع حقیقت کی
یہی حسن ازل کا بدو فطرت میں تھا شیدائی

یہی تھا واقف اسرار آداب عبودیت
اسی نے آستان حسن پر کی ناصیہ سائی

سکھائے تھے رموز جانگذاری عشق نے اسکو
اسی سے شمع نے عمر طبیعی ایک شب پائی

اسیکے آئینہ خانہ میں ہر سو ایک جلوہ ہی
اسی سے حسن خود بیں کو ہوا دعوے یکتائی

یہی ہے مقتل جانداد گان خنجر ابرو
یہی ہی مشہد دل خستگان تیغ رعنائی

یہی ہے مسکن آوارگان دشت ناکامی
یہی ہی مدفن افتادگان کوی رسوائی

یہی تھا حکمران ملک حقیقی و مجازی میں
اسی نے عمر بھر دونوں جہانمیں کی ہی دارائی

اسی وادی کی ہر ذرّہ میں وسعت ہے بیابانکی
اسی دجلہ کے ہر قطرہ میں جزر و مد دریائی

بناکر اسنے دار الضرب دل میں داغ کے سکّے
ہر اک پہلو پہ سکے حسن کی تصویر کھنچوائی

خیال حُسن میں اک روز اسنے خاک اُڑائی تھی
اُنھیں ذرّوں سے پرانوں نے خلقت دہر میں پائی

یہی ہے موجد علم حدیث شمع و پروانہ
یہی ہے واضع قانون صبر و ناشکیبائی

ہر اک ناسور اسکا دور میں جلوۂ جاناں
ہر اک زخم اسکا اک گلدستۂ باغ تماشائی

یہی ہے راکب اسپ سریع السیر بیتابی
یہی ہے غاشیہ بردار شوق جادہ فرسائی

نبرد اہل دل میں یہ کماں بردوش رہتا ہے
اسی کے ناوک دلدوز میں ہے زور گیرائی

یہی وہ ہے علی میں جسنے اپنا جلوہ دکھلا کر
غدیر خم میں کہلایا سبھوں نے انت مولائی

یہی ہے گوہر نایاب اس بحر حقیقت کا
طلسم لفظ کن سے جسنے کی ہے قدرت آرائی

مطلع

وہ صورت گر کہ جسنے انتہائے شان دکھلائی
علی سے حق نما بندہ کو پیدا کر کے دکھلائی

علی وہ ہمنشیں و جانشین احمد مرسل
علی وہ مصطفے کا زور بازو ابن عم بھائی

علی اللہ کا پیارا نبی کی آنکھ کا تارا
ولی اللہ شایان خطاب انت مولائی

آغاز واقعہ

مہ ذی الحجہ کی اٹھارھویں تاریخ تھی جسدن
غدیر خم کے اس اجڑے ہوئے بن میں بہار آئی

جہاں نام و نشاں بھی تھا نہ آبادی کا کوسوں تک
سپہ سالار دیں نے اس جگہ پر چھاؤنی چھائی

غرض اس واقعہ کو اک ذرا تفصیل سے لکھو
کہ ہیں مشتاق اسکے قلب یاران تو لائی

مطلع

فراغت حج آخر سے رسول اللہ نے جب پائی
ارادہ تھا مدینہ کا کہ وحی کبریا آئی

ولی اللہ کو اب کیجئے نائب مناب اپنا
کہ زیبا ہو انھیں کو بعد حضرت مسند آرائی

ودیعت کیجئے اب ساری اسرار الٰہیہ
علی کو جو کہ ہو دونوں جہاں میں آپ کا بھائی

علوم انبیا فرقان دلپر انکی اب لکھئے
کہ شام وعدۂ وصلت زمانہ میں قریب آئی

یقیناً وقت آپہونچا ہو ابلاغ رسالت کا
یہی وہ وقت ہو اسلام کی ہو صوت آسمائی

بفرمان الٰہی کیجئے تبلیغ اُن سب کی
علی کے باب میں جو کچھ خبر ہے آپنے پائی

نہ کی تعمیل اگر اس حکم کی اے خاصۂ داور
رسالت آپنے پھر حق تعالیٰ کی نہ پہونچائی

اگر کچھ دل میں ہو خوف وخطر اشرار اُمت کا
خدا رکھے گا محفوظ اُن سے کیجئے محفل آرائی

مشیت میں جو تھی تکمیل اُس دین حق کی
مکرر وحی تاکید وصایت آپ پر آئی

خبر یہ پاتے ہی رحل اقامت آپنے رکھا
بنا جنت کا طبقہ تختۂ گلہائے صحرائی

غدیر خم کی قسمت کا ستارا دفعتہً چمکا
بنا ہر ایک ذرہ آفتاب چرخ مینائی

ہوا گرم ایک ہنگامہ ہوا بدلی زمانے کی
طبیعت مہر عالمتاب کی بھی خوب گرمائی

نماز ظہر ادا کی باجماعت سرور دیں نے
کیا پھر حکم یہ فدکر واب بزم آرائی

ندا دو جا کے دور افتادگان حد منزل کو
کہ ہی منظور ہمکو اس جگہ پر سب کی یکجائی

جو ہیں نافذ ہوا فرمان حضرت کا بلال اُٹھے
صدا حی علی خیر العمل کی سب میں پہونچائی

بفور سمع پلٹے اپنی اپنی راہ سے رہرو
ہوئی دشت غدیر خم میں اک ہنگامہ آرائی

وہ وادی قلت آب و علف سی تھا جو ویرانہ
گل نقش قدم سی شاہ کے اسمیں بہار آئی

اِدھر تھی شاہ لولاک اور اُدھر مجمع صحابہ کا
عیاں ہوتی تھی اس خرگل میں عزّ و شان دارائی

وہ وادی جسپہ صدقے ہی بہار روضۂ رضواں
وہ وادی دلبروں سی ہی جسے ناز خود آرائی

بنایا منبر اک سایہ میں اشجار مغیلاں کے
ہوئے پالان اشتر صرف کار محفل آرائی

خطیب منبر اقتاب اٹھا کس شان سے دیکھو
نثار اس حسن دین افروز پر ہو جان شیدائی

عمامہ زیب سر اور دوش اقدس پر عبا ڈالے
تیری سجدہ جھ پہ صدقے ہو شہونکی شان رعنائی

وہ نکلا آفتاب دیں غدیر خم کے میدانمیں
بنا وہ منبر اقتاب رشک چرخ مینائی

گئے سر حلقۂ ایجاد عالم جب سر منبر
تو سب اصحاب اور حضّار سے یہ بات فرمائی

مری جانب ذرا یا معشر الناس اب مخاطب ہو
کہ ہی یہ آخری میری تمہاری مجلس آرائی

پڑھا خطبہ پھر اک تحمید و تقدیس الٰہی میں
کہ تھا ہر حرف جسکا دفتر توحید یکتائی

جو ہیں الحمد للہ الذی ارشاد فرمایا
فصیحان عرب کی ساری محفل دنگ رہ آئی

وہ خطبہ جسکے الفاظ و مضامیں جزیلہ سے
فصاحت اور بلاغت کی ہوئی ہی عزت افزائی

ہر اک فقرہ کو جسکے دعوی ہا تو اکملہ تھا
ہر اک جملہ نے جسکے سوکت شرعب پائی

فصیحان عرب کے ہوش اُڑائے جسنے وہ خطبہ
طلیقان عجم کی بند کردی جسنے گویائی

وہ خطبہ بیخودی شوق میں ہر لفظ پر جسکی
فصاحت بوسہ لب لیکے بولی انت مولائی

پس از ختم سرد بیاچہ حمد خداوندی
مخاطب ہوکے اہل بزم کو یہ بات سمجھائی

سُنو یا معشر الناس اب امام ایسا ملا تم کو
خدا نے جسکی طاعت دو جہان پر فرض فرمائی

تمام اعراب اور اعجام اور سب ابیض و اسود
جہاں میں جسقدر ہیں قائل توحید دیکتائی

مہاجر ہوں کہ ہوں انصار یا ہوں بادی حاضر
کریگا جملہ مخلوقات عالم پردہ دارائی

زمانہ ہوگا اُسکے حلقہ طوق طاعت میں
مخالف دشت لعنت میں کریگا جادہ فرسائی

خدا نے سورہ یسین میں فرمایا امام اُسکو
شب ہجرت فدا کی اُسنے مجھ پر جان شیدائی

اُسی کو راہ حق میں لوم لائم کی نہیں پروا
اُسیکی ذات میں ذی سابق الاسلام ہی پائی

فضیلت اُسکو دو افضل بنایا جسکو خالق نے
قبول اُسکو کر و نعمت جو تمکو حق نے بھجوائی

ذرا قرآن کو سمجھو اُسکے پہلو غور سے دیکھو
ہوئی ہی لفظ جنب اللہ سی کسکی عزت افزائی

ذرا بھی شک جسے اس بات میں ہی وہ منافق ہی
خدا کی لعنت اُسپر اسکی قسمت میں ہی رسوائی

لیا پھر آپ نے دست ید اللہ لائے منبر تک
کہا دیکھو امامت ہی اسی بندہ پہ شیدائی

یہی ہی بو الائمہ وارث اسکے سب ائمہ ہیں
کریں گے تا بمحشر سب اسی کی مسند آرائی

نہیں جز اسکی سرداری حلال اب غیر کو ہرگز
امیر المومنیں ہی بعد میرے یہ میرا بھائی

کہا پھر کیا نفوس مومنیں سے میں نہیں اولےٰ
بلےٰ یا مصطفےٰ کی ساری محفل سے صدا آئی

یہ کہہ کر پھیر دکھایا وصال امت و نبوت کا
فقط اتمام حجت تھی یہ تقریب شناسائی

بلند اتنا کیا بالائے منبر شاہ مرداں کو
کہ حد قاب قوسین او ادنےٰ جھک کے دکھلائی

رسول اللہ کے زانو تک قدم پہونچے ید اللہ کے
سپیدی بغل ظاہر ہوئی یا صبح عید آئی

دکھا کر مومنوں کو رفعت شان ید اللہی
ہر اک کو شرح لفظ فوق ایدیہم کی تبلائی

کہا میں جسکا مولا ہوں علی بھی اُسکا مولا ہے
موالات اُسکی واجب حق تعالیٰ نے ہے فرمائی

ہے ابن عم امام دیں خلیفہ میری امت کا
علی ابن ابی طالب وصی میرا میرا بھائی

خدایا دشمنی رکھ اُنسے جو لوگ اسکے دشمن ہیں
الٰہی دوست رکھ اُنکو جو ہیں اسکے تولائی

یہ جب فرما چکے منبر سے اترے سرور عالم
مبارک باد دینے کو بڑھا ہر ایک شیدائی

طلسم شوق کو نہاں کئے سینہ میں آئے سب
علی کے ہاتھ چومے پاؤں پر کی ناصیہ سائی

خوشی میں تہنیت دی امہات مومنیں نے بھی
صدا تحمید اور تکبیر کی ہر سمت سے آئی

دل ختم الرسل کی اب خوشی کا پوچھنا ہی کیا
دیا ہو حق تعالےٰ نے برابر کا جسے بھائی

ہوائے شوق میں پر تولتے روح الامیں آئے
نوید آیۂ الیوم اکملت لکم لائی

بڑھے اصحاب میں سے اک عقیدت کیش فرماتے
مبارک ہو مبارک یا علی اصبحت مولائی

پھر اسکے بعد حسان ابن ثابت جوش میں اٹھے
سنا کر نظم اپنی لی سبھوں سے داد شیوائی

برسم تہنیت کچھ تو بھی پڑھ اے بندۂ حیدر
عزیز ابنائے فن نے تیرے کی ہے خامہ فرسائی

مطلع

بڑھانا ہاتھ ساقی شوق بیعت میں مری سودائی
میری کشتی کنار جدول خم غدیر آئی

چلے آئے ہیں ہم بھی آج رز میں عید ملنے کی
گلے لگجا مرے ساقی ذرا اک لیکے انگڑائی

اُلٹ دے آج محفل ساقیا اک دو ہی چھینٹو میں
پلا دے راوق خم غدیر اے مست رعنائی

قدم لیتے ہی جسکو لڑکھڑائیں تر دماغوں کے
بحق نرگس مخمور دے وہ جام صہبائی

پلایا تھا مجھے روز الست اک رطل دی تو نے
کبھی کی ہمسے بھی تھی تجھ سوا اے ساقی ثنائی

سمجھ کر میں نے معبود نصیری تجکو اے ساقی
ہمیشہ تیرے خشت خم پہ کی ہے ناصیہ سائی

دکھا دے جلوۂ یاقوت سیال ابتوا ے ساقی
کہ سوز آتش فرقت نے دل میں آگ بھڑکائی

دمے دریا دلی سے دے مرے معجز نما ساقی
کہ لاکھوں کوثر اک قطرہ میں جسکے دکھلائی

پلا وہ جام خط جسمیں ترے عکس مژہ کے ہوں
کہ دل میں حلق کا کانٹا اُبھی ہو مست رعنائی

بشکل نوجوان روح القدس بھی آئے بیٹھے ہیں
کہ دیکھیں آج تیرے میکدہ کی بزم آرائی

مرے ساقی لبالب جام بھر دے آتش تر سے
طبیعت خوب ہے گر مائے آخر تو ہے گرمائی

لگا ہے حلق میں کانٹا پلا تھوڑی سی مے ساقی
وہ مے جو سایۂ نخل مغیلاں میں تھی کھچوائی

ذرا دے منھ پر اک چھینٹا غدیر خم کے ساغر کا
غشی مجکو ہی رخ پر دشمنوں کی مردنی چھائی

ہوئی ہی دیر بزم وعظ کا وعظ سے وعدہ ہے
وہیں منھ پھیر کر پی لینگے پچھل جام صہبائی

کہینگے بادہ نوشی میں مزا تو جب ہی ایو اعظ
شکست توبہ سے آئی صدائے انت مولائی

وہاں سے حضرت پیر مغاں کے پاس لیچلنا
کہ جاری کی ہی جسنے آج رسم بادہ پیمائی

کہا ہی جسنے وارد حوض پر عترت مری ہوگی
غدیر خم پہ جسنے بیٹھ کے خود وعظ فرمائی

کہا ہی جسنے انا ولی بالتصرف تجھ کو اے ساقی
اُسی کو تہنیت دیکر کہوں گا اب میں شیدائی

مبارک تجھ کو اپنا جانشیں مجھ کو مرا ساقی
قیامت تک زبانوں پر حدیث محفل آرائی

آئینۂ عبرت

در بی ثباتی دنیا و تخلص بمدح کنز الفقرا عصمۃ الاولیا خاص الاصیا

کٹی شام جوانی ہے زمانہ صبح پیری کا
بس اب اُٹھ سونیوالے ہوگیا ہے نور تارے کا

کہانتک سوئیگا کیوں لیرہا ہے نیند کے جھونکے
ابھی تو کنج مرقد میں تجھے تا حشر ہے سونا

افق سے سر کے کافور سحر کی نکہت آئی ہے
مہیا کرلے ساماں حنوط و توشۂ عقبیٰ

ذرا کھولا تو آنکھیں باندھ کالائے سفر غافل
جرس بجنے ہی کو ہے قافلہ تیار ہے سارا

یہ کیا غفلت ہے منھ دھو اُٹھ کے اب تک نیند سے
صدا دیتا ہے میر کارواں ہوش میں آجا

ترے کردار پر ہے خندۂ صبح کفن غافل
ترے انجام پر ہے گریۂ شمع لحد گویا

بصارت کم ہوئی کب دیدۂ بے نور کی تیرے
ستارے صبح کے اب جھلملاتے ہیں وہ وقت آیا

قد خم گشتہ کہتا ہے کہ اب تو جھک طاعت میں
گئے دن سرکشی کے دعوی نخوت ہے نازیبا

ذرا غافل نشان سجدہ کو پیری میں اے غافل
سحر ہوتے ہی پیشانی پہ چمکے صبح کا تارا

نہ کر ناعہد پیری میں بھروسہ دم کا اک لمحہ
فنا کردے گا اک دن یہ نسیم صبح کا جھونکا

دم لغزش خبر دی رعشۂ اندام نے غافل
لب بام آگیا ہے آفتاب زندگی تیرا

چھپائیگا بیاض صبح کبتک پردۂ شب میں
محاسن میں لگائیگا خضاب اب تا بکے تبلا

شکن اعضا میں آئے دور کر جمعیت خاطر
پریشاں ہو چلے تیری کتاب عمر کے اجزا

فنا کا وقت آیا جنبش سر خود مؤید ہے
کیا قد دو تا نے تیری ہستی کو بشکل لا

حدوث عالم امکاں کا ثبت خود تنیر ہے
نظر کر اپنی حالت پر کہ کیا تھا تو ہوا اب کیا

یہ خط نسخ فرد زندگی پر تیرے کھینچے تھے
جسے پیری میں اپنے جسم پر تو جھرّیاں سمجھا

یہ صیقل کی ہے پیری ذکر تو دیکھ اپنی ہستی کو
نہیں یہ جھرّیاں ہیں جوہر آئینۂ اعضا

وجود نیستی کا وہم اے مغرور بیجا ہے
انانیت کا مرجع نفس انساں ہو نہیں سکتا

خیال زندگانی دلمیں کیوں قوت رکھتا ہے
حقیقت دیکھ تو اپنی کہ تو ہے خاک کا پتلا

کہاں وہ بزم آرائی و فور شوق کی غافل
کہاں وہ ساز و ساماں جب طلسم زندگی ٹوٹا

اسے آب بقا سے دھولے پہلے مطمئن پھر ہو
لگا ہے دامن دنیا پہ داغ اک بے ثباتی کا

اگر ہے عاقبت اندیش دیکھ آئینۂ عبرت
کہ جسمیں عکس ہستی ڈھونڈھتے سے بھی نہیں ملتا

لباس ماتمی پہنے ہوئے شام جوانی ہے
سپیدی کفن دکھلا رہا ہے رنگ پیری کا

مثال نیستی خود ہے ترے جسم مثالی میں
فنا کے جسم ثابت کر رہے ہیں خود ترے اعضا

سکھائے ہیئت فطرت تجھے رفتار معدومی
بنائے اس سے پرکار قدم تیرے تشکل لا

حیات جاودانی کی اگر خواہش ہی اے غافل
اجل آنے سے پہلے چاہیئے تجکو فنا ہونا

خدا کو ڈھونڈھتا ہی گر تو ترک ماسوا کر دے
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واھلھا

یہ تیرا پیکر نازک ہے مشت خاک سے کمتر
تجھے لازم ہی قلب ماہیت کی بھی خبر رکھنا

ہوئی ہی استطاعت تجھ میں اب پیری کے آنیسے
ارے او بیخبر واجب ہے حج آخرت کرنا

مناسک کو ادا کر باندھ احرام کفن غافل
صدا لبیک کی دے اب حضور دوست ہے جانا

منائے دلمیں کر اب خواہش دنیا کی قربانی
قدم سعی کر سعے صفا و مروہ عقبا

یہ لازم ہی کہ نذر نقد جاں اس حج میں دی پہلے
تمتع کی جو خواہش ہی تجھے اے بندۂ دنیا

اگر خواہش ہی ہو مقبول حج کر ترک آرایش
نہ دیکھ آئینہ تک مغرور خود بینی نہیں زیبا

کلاہ کج نہ رکھ مغرور کچھ تجھ کو خبر بھی ہی
یہ تیرا کاسۂ سر طعمہ کرم لحد ہوگا

یہ مانا ہمنے تو ہی بادشاہ ہفت کشور ہے
حضور دوست کام آئیگا کیا یہ تیرا استغنا

نظام عالم امکاں سپر دموت ہی غافل
نکر نظم و نسق میں مملکت کے کوشش بیجا

ترے قبضہ میں مانا مملکت ہی روم و مسکو کی
متاع آخرت کیا کی مہیا تو نے یہ تبلا

خیال تنگی کنج لحد کچھ چاہیئے تجھ کو
یہ قصر دلکشا بنوا کے کیا آرام پائے گا

لباس فاقم و خز کیا سمجھ کے تو نے پہنا ہی
کیا ہی کس لیئے زیب بدن یہ خلعت دیبا

معطر کر رہا ہی رخت ہستی کس لیئے غافل
وہ دن بھی یاد رکھ جب جیفۂ ناپاک تو ہوگا

کریگا اتفاقاً مس جو کوئی تیرے پیکر کو
بحکم شرع واجب ہوگا اُسپر غسل بھی کرنا

پہن لے کسوت الفقر فخری جسم خاکی پر
یہی ہے رونق ہستی یہی ہے زینت عقبا

بھلا دے سرگذشت عہد طفلی و جوانی کو
صدائے الرحیل اب آ رہی ہے ہوش میں آجا

سن اے غافل یہ نقش و نگار بے ثباتی ہیں
نہ اس شوق سے تو محو لعبت خانہ دنیا

نہ جان اسکو ذریعہ امتداد زندگی کا تو
پیام موت پیہم دے رہا ہے ہر نفس تیرا

انیس شام تربت ہونگے اکدن عقرب افعی
سر آشفتہ سے اب دور کر دے زلف کا سودا

اندھیرا کیہہ ہے پھر جاندنی ہے چار ہی دن کی
عبث شام جوانی ہے تجھے یہ حسن پر غرا

اے او شوکت عہد جوانی دیکھنے والے
رہیگا محو زینت تا بکے اب دیکھ لے آئینا

تمنائے جوانی میں رنگا تو نے محاسن کو
سیاہہ اپنے اعمالوں کا بھی تو نے کبھی دیکھا

گذاری رات ساری کروٹیں لیکے فرقت میں
مگر تکلیف سمجھا تو نماز شب ادا کرنا

رٹا تو فصل گل میں قصہ پارینہ بلبل
نہ سمجھا چند روزہ ہے بہار گلشن دنیا

ہوا وقت ولادت گریہ طفال سے ظاہر
سکھایا ہے ہمیں فطرت نے آتے ہی یہاں رونا

اگر خواہاں تصدیق خیال بے ثباتی ہو
غریبو آؤ ذرا دیکھ آئیں گورستان عبرت زا

دکھلائیں تمھیں وہ منظر خموشاں ہم
جہاں رہتے ہیں نرم آرائے گیتی اب تن تنہا

اُٹھو بہر خدا اُن دوستوں کا حال تو پوچھیں
کبھی حاصل تھی جن سے لذت دنیا و ما فیہا

الٰہی کس طرح اِن بے بسوں کو چین آتا ہے
مصیبت خیز ہے اس وادیٔ غربت کا سناٹا

نگاہیں لے رہی تھیں درس عبرت ذرّہ ذرّے سے
صدا خاموشیوں نے دی تجھے کیوں ہو گیا سکتا

نہ ڈر اتنا وہی اس خاک کے پردے میں پنہاں ہیں
کہ جن کی ہمنشینی کا تجھے ارمان رہتا تھا

بہت ڈرتا ہے گر تو سورۂ الحمد دم کر لے
یہی صورت سہی تھوڑا ثواب اب دست کو پہنچا

تری یہ بیرخی اُن سے خلاف شرط الفت ہے
سر بالین تربت جا کے اتنا تو ذرا پوچھ آ

نہیں تھمتے کسی صورت جو آنسو شمع تربت کے
بتا اے بیکسی گور غریباں پر یہ کیا دیکھا

بتا اے شمع کیا آسودگان خاک پر گذری
تجھے بے اختیار آتا ہے کیوں یہ شام سے رونا

نکلتے ہیں ترے سینے سے پیہم کیسے شعلے
بتا مشکل آہ ہے کس واسطے تیرا قد رعنا

غنیمت جان کہدے حال تھوڑی رات باقی ہے
کہ آنے ہی کو ہے دیکھ اب نسیم صبح کا جھونکا

زباں شمع لحد کی ہو گئی خاموش یہ کہہ کر
میں تیرے حال پر روتی ہوں سن اے دست کے شیدا

میں تیرے غم میں گھلتی ہوں کہ تو اس درجہ غافل ہے
متاع خانۂ تربت کے ہے اس درجہ بے پروا

جلا لینا چراغ معرفت کو کعبۂ دل میں
قیامت ہی کا ہوگا گوشۂ تربت میں اندھیارا

رہا خوف نکیرین و فشار تنگی مرقد
کریں گے بوتراب آ کر تری نصرت گھبرانا

یہ ہے تلقین آخر سن لے غافل جب دم پرسش
جوابات معیّن دینی کا آغاز تو کرنا

دہن ہے تیرے خوشبوئے مئے خم غدیر آئے
زباں بھی گر تری بہکے تو ہو نشہ اسی مے کا

یہ سنکر میں نے ساقی کو پکارا ذوق مستی میں
لکھا اک مطلع روشن بشوق نشہ صہبا

مطلع

غدیر خم کے ساقی اسطرف بھی ایک پیمانا
کہاں تک منتظر بیٹھیں دم نصف النہار آیا

مئے عرفاں کی خواہش ہو مئے شیراز سے مطلب
الایا ایھا الساقی ادر کاسا وناولہا

غنیمت جان وقت فرصت ہستی ہو کم ساقی
کہاں پھر ہونگے ہم باقی کہاں پھر یہ گگا میخانا

شب اندوہ حسرت میں گھٹا جاتا ہو دم ساقی
بتا کس وقت طالع ہوگی صبح پنبہ مینا

پیوں آنسو کہاں تک بادۂ کوثر کی حسرت میں
کہاں تک دل کو بہلائے امید وعدۂ فردا

سویدائے دل قنبر کی جیسر مہر ہو ساقی
خدارا وہ صراحی بادہ آشاموں کو اب پلوا

پلایوں پھول ساقی رشک آئے مینو والونکو
دل اعدا میں کھٹکے جاکے میرے حلق کا کانٹا

زمین میکدہ سب آفتاب صبح محشر ہے
فروغ طلعت ساقی نے ہنگامہ کیا برپا

بری مئے محتسب کو ہو کہے تو آج سنوادوں
زبان موج کوثر سے دلیل حلت صہبا

ہوئی ہو میکدہ میں آج سب بیخودی طاری
بزنگ چشم ساقی چور ہے نشہ سے پیمانا

بنا ہو منبر مہتاب بھی خمیازہ کی صورت
خمار شوق ہو سب کے مے ساقی کا کیا کہنا

تو ہی اس میکدہ میں آج اولی بالتصرف ہے
تجھی سی آج ہم مانگیں گے پیمانہ یہ پیمانا

ترے ہی دور دورہ میں ہوئی ساقی گری کامل
ترے مشرب نے ساقی کردیا ہو سب کو متوالا

پڑا ہو میکدہ میں سابقہ کچھ ایسے لوگوں سے
جنھیں تا دیر سمجھانا پڑیں گے معنی مولا

ہزاروں مے پرست اس میکدہ میں جمع ہیں ساقی
کچھ ابن الوقت بھی ہیں اسمیں لیکن انسے مطلب کیا

فروغ رنگ الفت بھی کہیں چہرہ سے چھپتا ہے
بتا دوں میں کہ جو انمیں ہو تیر اچاہنے والا

پھر ان قصوں کو چھیڑینگے غزل یہ اب مناسب ہے
پڑھیں ایسا کوئی مطلع کہ دلمیں جوش ہو پیدا

مطلع

ترے درس محبت کیلئے آباد ہو دنیا
پئے تصدیق پوچھا آدم سے رمز علم الاسما

ترے فرمان ملک شرع میں ہیں واجب الاذعاں
ترے منشور ہیں اقلیم دیں میں عروۃ الوثقیٰ

ہوئے ہیں فتح کسکے ہاتھ پر اسلام کے غزوے
شجاعت کا تری مذکور ہی کیا یا ابا الہیجا

حفاظت بعد احمد کسنے کی ناموس اکبر کی
کیا ہو معرکوں میں جز ترے کسنے سپر سینا

اسی سے خانہ کعبہ کو قلب الارض کہتے ہیں
کہ نفس پاک ختم المرسلیں اسمیں ہوا پیدا

تری عزت بڑھانے کو فقط فراش قدرت نے
کیا آغاز دحو الارض مولد سے ترے شاہا

غزل یہ بذکر سنج آخر کرے کیونکر ثنا تیری
کہ فن شعر و انشا میں یہ گنجائش نہیں اصلا

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

چراغ کعبہ

در تشبیب و تغزل و تخلص و تہنیت ولادت وصی ختم الرسل

جاتا ہوں عزم کوچۂ جاناں کئے ہوئے
دلمیں ہزار طرح کے ساماں کئے ہوئے

اپنے دل شکستہ کو سمجھا رہا ہوں کچھ
تصویر اک جدار کی پنہاں کئے ہوئے

پھاٹا ہگاف دل سے چھڑاتا ہوں آج پھر
جلوے سے اسکے خواہش درماں کئے ہوئے

پھر چن رہا ہوں نیو میں کعبے کی وہ صنم
تھے بستیاں دلوں کی جو ویراں کئے ہوئے

پھر آرہا ہوں خدمت ناصح سے آج میں
مجموعۂ خیال پریشاں کئے ہوئے

جاتا ہوں مدرسے طرف گاہ شوق کو
سب درس درج دفتر نیساں کئے ہوئے

دکھلا رہا ہوں سیر کسی دلشکن کو پھر
داغوں سے سینہ اپنا گلستاں کئے ہوئے

خلوت کدہ میں حسن کی پھر ارباب میں
سرمایۂ نگاہ پریشاں کئے ہوئے

مصروف اہتمام خلش ہو رہا ہوں میں
پیوند روح پھر ترا پیکاں کئے ہوئے

پھر دیکھتا ہوں نخجیر زخم جگر کو میں
عزم خیال جنبش مژگاں کئے ہوئے

جی ڈھونڈھتا ہی پھر وہی آزادی جنوں
مدت ہوئی ہے سیر بیاباں کئے ہوئے

غالب کی طرح پھر میں ہوا ہوں غزل سرا
تفریح اہل بزم کا ساماں کئے ہوئے

شرح جنون سلسلہ جنباں کئے ہوئے (مطلع)
بیٹھا ہوں چاک چاک گریباں کئے ہوئے

نکلی ہی خوں میں ڈوب کے دل سے تری نگاہ
نقش و نگار خانہ ارماں کئے ہوئے

بیکاری جنوں میں رہا کچھ نہ امتیاز
خود اپنے گھر کو بیٹھے ہیں ویراں کئے ہوئے

دکھلائیں گے جہاں کی سپید و سیاہ کو
آئے ہیں رخ پہ زلف پریشاں کئے ہوئے

دید و نگہ سے داد فقط آکے نزع میں
سب مشکلیں ہم آپ ہی آساں کئے ہوئے

کیا تھا جو برق طور کو آہی گئی ہنسی
موسے جو آئے دید کا ارماں کئے ہوئے

اب کیا ہے انیس خنجر محافظ رہا کریں
چپکے کھڑے ہیں وادر رنداں کئے ہوئے

کعبے سے پھر صنمکدہ کو جا رہا ہوں میں
اپنی خطا پہ سر بگریباں کئے ہوئے

حسن کشش کو دیکھ رہا ہوں بغور پھر
سیر نظام گنبد گرداں کئے ہوئے

پرواز دیکھتا ہوں پھر اجسام نور کی
دل میں خیال چشمک جاناں کئے ہوئے

جاتا ہوں سوئے بزم خرابات حسن
پھر انبساط روح کا ساماں کئے ہوئے

انجم کدہ میں ساتھ برہمن کے پھر چلا
نظارہ کواکب تاباں کئے ہوئے

ہی دوربیں نگاہ مری آلہ رصد
سیر ستارہ ہائے درخشاں کئے ہوئے

ناصح یہ دیکھ قوت اعجاز عشق ہے
بیٹھا ہوں میں بسر شب ہجراں کئے ہوئے

انگڑائی لے کے طور سے کوئی گذر گیا
دیوانۂ نگاہ کو حیراں کئے ہوئے

زاہد دکھا رہا ہے مجھے اپنی سرنوشت
سجدہ کا داغ مہر بعنواں کئے ہوئے

طوفان پھر اُٹھے گا سمندر میں دیکھنا
ہوں برشگال گریہ کا ساماں کئے ہوئے

اے نشتر نگاہ مبارک ہو چھیڑ چھاڑ
لیکن ذرا خیال رگ جاں کئے ہوئے

خود ڈر گئے ہیں خواب میں زلفوں سے آج وہ
اُٹھے ہیں اپنی نیند پریشاں کئے ہوئے

رندوں کو ہو نوید کہ بیٹھے ہیں میفروش
رطل گراں دکان پہ ارزاں کئے ہوئے

کرتا ہوں توبہ خاطر واعظ سے آج پھر
دل سے شکست عہد کا پیماں کئے ہوئے

ساقی ادھر بھی جام کہ ہے دور دور عشق
بیٹھا ہوں عزم کوچۂ جاناں کئے ہوئے

سنگ حرم سے کعبہ ہوا سر بسر داغ
دل میں کسی کے عشق کو پنہاں کئے ہوئے

دکھا رہی ہے جوشش سودائے عاشقی
دیوار کعبہ چاک گریباں کئے ہوئے

ہاں اے نگاہ شوق یہ کون آ رہا ہے دیکھ
اک چاند اپنی گود میں پنہاں کئے ہوئے

مطلع

آتا ہے کوئی خلق کو حیراں کئے ہوئے
قرآن ناطق اک تہ داماں کئے ہوئے

گھر سے خدا کے نکلی ہے یہ کونسی زرچہ
دین محمدی پر اک احساں کئے ہوئے

یوں لیکے اپنی گود میں نکلی وہ مہ منہ
جیسے کوئی حفاظت ایماں کئے ہوئے

آتی ہے کس شکوہ سے کوئی مخدرہ
روشن چراغ دیں تہ داماں کئے ہوئے

سینے سے اپنے مثل حمائل لگائے ہے
ثابت ہر اک غلطت قرآں کئے ہوئے

آتا ہے کوئی اہل تہامہ کو دو خبر
ٹکڑے ابو قبیس کا داماں کئے ہوئے

آتا ہے کوئی بند کئے چشم شوق کو
نظارۂ رسول کا ساماں کئے ہوئے

ہاتھوں میں ظرف غالیہ مشکبو لئے
حوریں چلی ہیں خلد سے ساماں کئے ہوئے

کعبے نے آج اسکا تماشا کیا ہے عام
تھا تین روز سے جسے مہماں کئے ہوئے

صوت تکبر میں دھسکے یہ آرہا ہے کون
صانع کو اپنی شکل پہ حیراں کئے ہوئے

بازار مصر ڈھونڈھ رہی ہے کوئی نگاہ
شوق تقابل مہ کنعاں کئے ہوئے

تھا انتظار جس کا زمانے کو آگیا
سب بند و بست عالم امکاں کئے ہوئے

لو آگیا جہان میں حلال مشکلات
دشواریوں کو خلق کی آساں کئے ہوئے

لو آگیا وہ منتظم شرع احمدی
ہر کام اپنی شان کی شایاں کئے ہوئے

اسلام کو نوید کہ آتا ہے اب کوئی
اندیشہ ہائے سعی فراواں کئے ہوئے

آتا ہے لو مجاز و حقیقت کا مرزباں
بیت الصنم کو کعبہ یزداں کئے ہوئے

آتا ہے عارفان الٰہی کا قدرداں
تصدیق زہد بوذر و سلماں کئے ہوئے

بیت الشرف سے اپنے چلے اسطرف رسول
نظارۂ حبیب کا ساماں کئے ہوئے

بیت خدا سے معنی روشن نکال لائے
اس مصرع لطیف کو چسپاں کئے ہوئے

اُترے ہیں آسماں سے جبریل باادب
خم سر کو مثل طفل دبستاں کئے ہوئے

تر دامن آرہے ہیں سوئے کعبہ جو تی جو تی
تا دیلہائے دفتر عصیاں کئے ہوئے

فردوس رخ کسی کی گل افشاں ہو اسطرح
ہر گام پر زمین کو گلستاں کئے ہوئے

عسکر پر اک نگاہ ہے خیبر پر اک نظر
دل میں ہزار طرح کی ساماں کئے ہوئے

مرحب کی جستجو ہو اُدھر جبرئیل اِدھر
کہتے ہیں کچھ خیال مرحباں کئے ہوئے

اُٹھتی ہو یوں جہاد طلب آنکھ ہر طرف
جیسے زمانے بھر کو مسلماں کئے ہوئے

خیبر میں جا کے کہدو کہ آتا ہو اب کوئی
اُس پہلواں گسستہ کو جولاں کئے ہوئے

خواب عدم میں مرحب و عنتر کی روح ہو
شیرازۂ حواس پریشاں کئے ہوئے

قمقام اسطرف ہو اُدھر ذوالفقار ہو
دونوں کو پہلو میں نگہباں کئے ہوئے

بت بھی خدا کی شان مقابل میں آئے ہیں
لیکن شکست فاش کا ساماں کئے ہوئے

فرمان رحمت آج سنانے کو ہو کوئی
قبضہ میں دو نریتر تاباں کئے ہوئے

پیدا ہوا ہے احسن تقویم میں کوئی
تصدیق اولوالعزمیٔ انساں کئے ہوئے

ضرب المثل ابھی سے ہوا لا باحسن
یوں سب کو اپنی فتح سے حیراں کئے ہوئے

گنواؤنگا میں ایسے مہندس کو اسکے وصف
جو ہو شمار قطرۂ باراں کئے ہوئے

اپنی زباں منہ میں دبے بیٹھے ہیں رسولؐ
گویا سپرد چشمۂ عرفاں کئے ہوئے

بیٹھے ہوئے ہیں یاد میں تیری گدا ہی مست
اپنا حصیر تخت سلیماں کئے ہوئے

بیٹھے ہیں ہم بھی گوشۂ غربت میں مطمئن
دنیا تری نگاہ پہ قربان کئے ہوئے

ہاں اے عزیز یہ بھی خبر ہو کہ اہل دل
کعبے چلے ہیں عزم چراغاں کئے ہوئے

بنت اسد کو لائے ہیں تا زندگی چھاؤنیں
چشم و چراغ حلقۂ نسواں کئے ہوئے

دکھلائی دینگے نور کے اجسام کچھ تمھیں
زیب بدن لباس خوش الواں کئے ہوئے

اک خانہ زاد حق کو لیے اپنی گود میں
آئیگا کوئی کعبہ پر احساں کئے ہوئے

کچھ لوگ لیچلے ہیں وسیلہ پئے قبول
شوریدۂ سر عزیز کو حیراں کئے ہوئے

احباب گرد بیچ میں یہ بندۂ علی
مجذوب عشق چاک گریباں کئے ہوئے

ہر شخص التماس دعا کا امیدوار
دل کو رہین منت احساں کئے ہوئے

زنجیر کعبہ میں نے ہلا کر یہ کہدیا
ان سب پہ اک نگاہ مرداں کئے ہوئے

۱۳۲۷ھ
۱۳- رجب

پیمانۂ تولّا

درستائش امیر النحل ہر سرسالب اسد اللہ الغالب

بہار آئی گماں خیمہ کا ہے ابر بہاراں پر
بچھا ہے فرش مخمل تختہ صحن گلستاں پر

سواد سرمۂ چشم بتاں کا کھنچ گیا نقشہ
سیہ بادل جو چھائے گنبد گردوں گرداں پر

سحر کو دیکھ کر دیوانگان عشق کی صورت
ہنسے دیتا ہے ہر گل نخچیر چاک گریباں پر

ہوا کھانے ادھر گل خاک کے پردیسے نکلے ہیں
اُدھر بیلیں چڑھی جاتی ہیں دیوار گلستاں پر

بندھی ہے چار سو ایسی ہوا کچھ جوش وحشت کی
گلوں کی کان ہیں آواز چاک گریباں پر

گماں ہو پُر فیض نامیہ سے سنبل تر کا
اگر پھینکے کوئی اک مُوے گیسو صحن بستاں پر

رگ ابر بہاری ق کی نشتر نے چھیڑی ہے
یہی بس دل کو ہوتا ہے یقیں اب جوش باراں پر

ہوئیں موجیں صبا کی شانہ کش سنبل کے زلفوں میں
نظر ہے پیچ و تاب گیسوئے مرغولہ مویاں پر

چمن کیسا منوّر ہے زمیں ہر دشت ویرانی
یقیں ہے کرمک شب تاب کا غول بیاباں پر

نسیم صبح گاہی باغ میں کرتی ہے گلچینی
طراوت لوٹتی ہے سبزۂ صحن گلستاں پر

ہوائے شبنمی سے ہوگئی ہر شے تر و تازہ
گماں ہوتا ہے اب سورج مکھی کا مہر تاباں پر

نگاہ مست ساقی کا اثر دیکھو کہ زاہد نے
رکھا گلدستۂ ہوش و حواس اب طاق نسیاں پر

یقیں ہوتا ہے پانی سے بھی ہے جوش نمو پیدا
نظر پڑتی ہے جب فوارۂ صحن گلستاں پر

سمائی ہے یہ رفعت کی ہوا سر میں کہ فوارے
کمندیں پھینکتے ہیں گنبد گردوں گرداں پر

بجائے آبجوے سرو فوارے پہونچتے ہیں
لگانے مرہم کافور داغ مہر سوزاں پر

یہ فواروں نے اب جوش خوشی میں سر اٹھایا ہے
کہ ڈورے ڈالتے ہیں مہوشان باغ غنچوں پر

صفائے حسن سے پائے نظر کو ہوتی ہے لغزش
ہوئی ہے آئینہ بندی یہ دیوار گلستاں پر

قدح خوار اس طرح بیٹھے ہیں گلشن میں لئے ساغر
نظر ہے ساقی بیباک شکن کی چشم فتاں پر

ہر ایک میخوار پڑھتا ہے یہ مطلع جوش میں آکر
نظر پڑتی ہے جب ساقی کی رخسار درخشاں پر

مطلع

پلا دے پھول ساقی بنگئی ہے اب یہاں جاں پر
کمر باندھی ہے کیا تو نے شکست عہد و پیماں پر

تغافل تا بکے بھر دے شراب تند ساغر میں
نظر کر اب تو از خود رفتگاں کے شوق پنہاں پر

شراب ناب دے نا مختلف اقسام کے ساقی
نظر لازم ہے آخر اختلاف وضع رنداں پر

پلا نا تشنہ کاماں طرب کو بھر کے ساغر میں
وہ مے جو کام گلگوں نہ کادے رخسار جاناں پر

میں اک حلقہ بگوش ساقی کوثر ہوں اے ساقی
اسی سے ہے دماغ اپنا سر گردوں گراں پر

فقیر مست ہوں میں آستان میر کوثر کا
تفوق ہے میری کشکول کو تاج سلیماں پر

وہ مفلس ہوں کہ استغنا سے جب شاہ رکھتا ہوں
حصیر فقر میرا خندہ زن ہے تخت شاہاں پر

میں رند سرخوش جام تولا ہوں زمانہ میں
توکل ہے میرا بعد از خدا اُس شیر نر داں پر

اگر باد مخالف اسکے زوار و نکو ایذا دے
طمانچے مارنے موجیں اٹھیں خسار طوفاں پر

دل مشوق میں جو گتھیاں تھیں عہد میں اسکے
گرہ بنکر نمایاں ہو گئیں زلف پریشاں پر

یہی ہے وجہ اللہ ہیں حضرت زمانے میں
عبادت ہے نظر کرنا جو انکے روئے تاباں پر

بلند ایسا کوئی مطلع غرا نہ اسم پڑھوں جس سے
صدا اصل علیٰ کی جائے عرش پاک یزداں پر

مطلع

قدم تک تر نہ ہونگے بحر طوفاں خیز عصیاں پر
علی سا ناخدا موجود ہے کشتی ایماں پر

ابھی سالک گہر ہو جائے ہر موئے مژہ اسکا
نگاہ لطف اگر اک ہو سرشک آلود مژگاں پر

مہ انجم نہ سمجھو یہ دُر دندانہ باقی ہیں
عطائے شاہ کے پھینکے ہوئے گردوں کے داماں پر

انھیں سے دیدۂ یعقوب نے پائی تھی بینائی
انھیں کا نور تاباں تھا جبین ماہ کنعاں پر

عصا کے زور سے فرعون پر سبقت نہ لیجاتے
نگاہ مہر اگر انکی نہ ہوتی ابن عمراں پر

نجف کے راہ میں رکھا قدم زوار نے جسدم
تصدق ہو گئی صبح وطن شام غریباں پر

بفرمان یداللہ روز رحبت کھنچکے آیا تھا
پڑا ہی آجتک لرزہ سا جسم مہر تاباں پر

قلم کو روک اے عزیز بذلہ گو وقت دعا آیا
اثر عرصہ سی ہی بیچین عرش پاک یزداں پر

رہیں عشاق جبتک سخت مشق جور معشوقاں
نظر رو دیدہ ہی جبتک تبو نکی نقد امیاں پر

اسیر گیسوئے دلبر رہیں بیدا دکش جبتک
اوا سی جبتلک برسے رو دیوار زنداں پر

حیا جبتک ہی پنہاں نقاب روی دلکش میں
صفا جبتک کہ نازاں ہی بنا گوش حسیناں پر

مریض عشق سی جبتک ہے یاوسی طبیبوں کو
بلا کش رو کو ترجیح دیں جبتک کہ درماں پر

جناب مولوی ناصر حسین مجتہد یا رب
رہیں دنیا میں جبتک مہر ہی گردون گرداں پر

ہلال عید

در مدح امیر المومنینؑ

کہاں ہیں جنبش ابروے ساقی کے تماشائی
ہلال عید دہ لیتا ہوا نکلا ہے انگڑائی

شفق میں ماہ نو کب ہے یہ انگشت حنائی ہے
اشارہ کر رہا ہے میکشی کا چرخ مینائی

ادھر ہے میکشوں کو انتظار دور پیمانہ
اُدھر ہے ساقی پیمان شکن محو خود آرائی

مہ نو دیکھ کر آئینہ دیکھے جائیگا کبتک
ملا آنکھ اسطرف بھی اک ذرا اومست رعنائی

نگاہ مست جنکی مست کر دیتی ہے عالم کو
مبارک اُن خماری آنکھڑیوں کو جام پیمائی

وہ آنکھیں جنکی گردش میکشوں کو دور ساغر ہے
وہ آنکھیں جنکا نشہ کہہ رہا ہے ہمکو نیند آئی

وہ آنکھیں جنسے ہلچل پڑ گئی اک دلکی بستی میں
وہ آنکھیں فاش جنسے ہو گیا راز شکیبائی

وہ آنکھیں جو بھری محفل میں دلکو چھینے لیتی ہیں
خدا جانے کہ ڈھائیں کیا قیامت وقت تنہائی

وہ آنکھیں جنکو آئینہ گذاری میں ہے مشاقی
وہ آنکھیں کھینچ لیں جو قوت چشم تماشائی

وہ آنکھیں جنکی طنازی سے ترکان دل پر گندہ
وہ آنکھیں جنکی غمازی پہ ہے خود زلف لہرائی

وہ آنکھیں آئینہ بھی دیکھ کر جن کو ہی سکتے ہیں
وہ آنکھیں جو کہ ہیں دلدادۂ طرز خود آرائی

وہ آنکھیں جن پہ کر بجر سی وحشت برستی ہی
وہ آنکھیں جنکو نام وصل لیتے ہی حیا آئی

وہ آنکھیں مشغلہ جنکا ہی مشق ناوک اندازی
وہ آنکھیں جھپکے دلمیں نشتر ہوں تماشائی

وہ آنکھیں جنکو سرمہ بھی ترا کتے سے کھٹکتا ہی
وہ آنکھیں آئینہ ہر وقت ہے جنکا تماشائی

وہ آنکھیں جنکو صرفہ اک نظر کا بار ہوتا ہی
اگر ہو طالب دیدار کے ہونٹو نپہ جان آئی

وہ آنکھیں چارہ سازی کرتے ہیں جو درد نہاں کی
وہ آنکھیں جنکو ہی دعوے اعجاز مسیحائی

وہ آنکھیں جنکو یہ دعوے الٹ دیں دفتر عالم
وہ آنکھیں جنسے ہی چکر میں عقل چرخ مینائی

وہ آنکھیں گر جگادیں رات کو چلتا ہوا جادو
تو سحر سامری سو جان سے ہو انکا شیدائی

وہ آنکھیں دلربائی کے طریقوں کی جو ہیں حد ہیں
اشارو نمیں جو زہرہ کو سکھادیں طرز رعنائی

وہ آنکھیں جنکا مشتاقوں سے پیہم یہ اشارہ ہی
مبارک ہو کہ ہم کو دیکھنے عید غدیر آئی

وہ عید آئی کہ جسمیں دیکھ کر کامل سنگار اپنا
ہوا ہی شاہد اسلام خود محو خود آرائی

جمال شاہد اسلام میں جو دلفریبی ہی
یہ بات آئینۂ رخسار وجہ اللہ سے پائی

وہ شان صانع عالم شکوہ قدرت داور
علی مرتضیٰ مہر سپہر سند آرائی

چمن پیرائے فطرت بزم آرائے جہانبانی
امیر المومنین صہر نبی آقا و مولائی

نہو سکتی کبھی شیرازہ بندی نظم عالم کی
اگر روز نخستیں یہ نہ کرتے بزم آرائی

گدائے آستان شاہ کا اللہ رے استغنا
کہ ٹھکرانا قدم سے عار ہی اکلیل دارائی

غریزاد حبش میں آکر سنا دو تم بھی اک مطلع
نجف کے سمت سے دیکھو صدائے مرحبا آئی

مطلع

جمال پاک وجہ اللہ پر غش ہیں تولائی
وہ وجہ اللہ خود حسن ازل ہی جسکا شیدائی

یہ برق آسا نگہ سے پہلے پہونچا فوج دشمن پر
طبیعت جنگ میں جب آپکے دلدل کی گرمائی

کیا طوفان جب آب دم شمشیر نے برپا
مٹائے پیکر اعدا کے اشکال ہیولائی

اگر ہو حکم حضرت مانع آرائش عالم
تو رخت اطلس گلدوز پھینکے چرخ مینائی

نہ کرتی گر شمیم انکی معطر جامۂ یوسف
نہ ملتی دیدۂ یعقوب کو تا حشر بینائی

وہ بزدل ہمسر شیر الٰہی ہو نہیں سکتے
دم ہیجا دکھائیں جو رم آہوئے صحرائی

نہیں خورشید محشر اسکی پیشانی کی ٹکر کا
در نور خدا پر جسنے کی ہو ناصیہ سائی

عدم میں بچ رہا تھا نور کچھ جسم منور سے
اسی سے دیگئی مخلوق کی آنکھوں کو بینائی

صدائے صور سے مطلب یہی ہی سب مودب ہیں
میان حشر آنیوالے ہیں حضرت کے شیدائی

گریبان کفن صد چاک شور یا علی لب پر
وہ صحرائے قیامت میں چلے آتے ہیں سودائی

جو تو چشم بصارت کو رمادر زاد کو بخشے
عجب کیا ہی حباب بحر میں پیدا ہو بینائی

ترا وادی مرحبا ہے وہ وادی اے میرے مولا
جہاں سے ٹھوکریں فکر رسا کھاتی ہوئی آئی

ہوئے ہیں ڈر سے تیری تیغ کی اسقدر حربے
کمانیں آج تک لیتی ہیں وقت جنگ انگڑائی

گلستانمیں گل عارض جو تیرا رو فگن ہو
ابھی پیدا ہو چشم نرگس شہلا میں بینائی

اگر بعد خدا ہوتا نہ پیغمبر محمد سا
تو بیشک ذات حیدر کی دکھاتی شان یکتائی

عقیدے سے خدا کہنا کسی کو سخت مشکل ہے
کوئی پوچھے نصیری سے علی میں کیا صفت پائی

دبستان ازل میں تھے معلم آپ ہی پہلے
لیا ہے عقل کل نے آپ ہی سے درس دانائی

ابھی تک زلزلہ آجاتا ہے جب یاد آتے ہیں
زمین نعرہ سے شیر حق کی تھی اسد جیسے تھرائی

جو حضرت کے ہوائے بوسۂ لب تا عدم پہونچے
ہر اک مردہ دکھادے اٹھکے اعجاز مسیحائی

ملائک کیوں نہ ہیں محرم آخر دیدے انکی
اسی سے عرش پر تصویر حضرت نے کھنچوائی

حباب بحر اٹھکر روک لیں رہ آسمانوں کا
اگر یہ ناتوانوں کو عطا کردیں توانائی

خدا حافظ غریب اب آپکی محفل سے جاتا ہے
نجف کے میکدے سے اسکے ساقی کی صدا آئی

ملیگا اب وہیں تم سب سے اے ساقی کے متوالو
اجازت دو کہ رخصت ہوچکی تاب شکیبائی

مگر ملنا وہاں تم کو قسم ساقی کوثر کی
نہیں ہے بے تمہارے کوئی لطف محفل آرائی

قدم کو لغزش مستانہ اک اک جام ہاتھوں میں
زباں پر نعرۂ یا میر کوثر انت مولائی

۱۳-رجب ۱۳۱۹ھ

زلال غدیر

در مدح حضرت امیرؑ

مریض عشق خدایا ہے رحم کے قابل
بحق درد جگر حل کر اسکی اب مسئل

تپک ہو آبلۂ دل میں کیا کہوں کیسی
فروغ حسن کی سرگرمیوں کا ہوں قائل

جنون عشق میں کیا امتیاز نا کامی
بلا سے دل کو رہے شغل سعی حاصل

ہجوم بیکسی کربلائے عشق نہ پوچھ
جہاں شہید ہیں لاکھوں ہزار ہا بسمل

زمین پانوں کے نیچے سے نکلی جاتی ہو
ہر اک قدم پہ نمایاں ہو دوری منزل

بزعم عشق جو دعوے بہت مدلل تھے
حضور حسن ہوے اک نگاہ میں باطل

طلسم آئینۂ راز عاشقی کو نہ توڑ
ہزار شکل ہو رسوائیوں کی ڈر اے دل

یہ حد خرابی دیوانگان عشق کی ہو
کوئی جگہ نہیں ایسی جہاں نہو منزل

تڑپ رہا ہوں در کعبۂ محبت پر
خبر کسی کو نہیں وائے جذبۂ کامل

مدد کا وقت ہو اے ساکنان خطۂ حسن
شہید عشق کی حالت ہے رحم کے قابل

مطلع

تڑپ رہا ہے کہیں پر جگر کہیں پر دل
ستم ہے شوق رسائی کو چۂ قاتل

ہر ایک آبلۂ پا ہے دور بین خیال
دکھا رہا ہے مجھے وسعت منزل

اُمید و بیم کی لاکھوں ہیں صورتیں اسمیں
نظر فریب ہے کتنا طلسم شیشۂ دل

رقیب صبر ہیں اندیشہ ہائے مایوسی
اُمید وصل پہ جینا بھی اب ہوا مشکل

حریف کشمکش غم اسیکے دم سے ہوں
بنا مجھے میرے پروردگار اب بیدل

مصیبت شب ہجراں گواہ تو رہنا
ہجوم یاس سے دم توڑنا بھی ہے مشکل

زمانہ محو ہے اللہ رے دور دورۂ حسن
نہیں ہے آج ہی یادش بخیر اپنا دل

یہاں تو دم پہ بنی ہے اور اُف نہیں کرتے
وہاں یہ قول ہم اس ضبط کی نہیں قائل

اُنھیں یہ فکر کہ چل جائے پھر کوئی نقرہ
ہمیں یہ شوق کہ ہو جلد مدعا حاصل

خراب عشق میں کیسی مآل اندیشی
فریب حسن ذکر دی ہے عقل تک زائل

نشان سجدہ کے بدلے جبیں پہ قشقہ ہے
کہاں تک اب یہ پرستاری تا بن چگل

بذوق صحبت راہب یہ گردشیں کب تک
طواف تبکدہ دو دم تا بکے اے دل

اُتار رشتۂ زنار کو گلے سے اب
قریب کون ہے شہ رگ کو دیکھ او غافل

تمام عمر گزاری صنم پرستی میں
بس اب تو عشق مجازی پہ ہو نہ تو مائل

بحق کاسۂ اصنام خانۂ کعبہ
بتوں کو دخل ہے کر پاک اپنا کعبۂ دل

بعزم دشت نجف چل زمین ہند سے اب
جنوں میں ترک بیاباں جو ہے تجھے مشکل

غزل نیز رنگ میں ڈوبا ہوا پڑھو مطلع
کہ نکتہ سنج ہوں شوخی طبع کے قائل

مطلع

نگاہ ساقی بیباں شکن ہے تاب گسل
وہ وقت ہے کہ دگرگوں ہے حالت محفل

ابل رہی ہے صراحی بہک رہے ہیں مزاج
دماغ دھسے ہوش و حواس ہیں زائل

دلیل توبہ نہیں ہے قبول خاطر خلق
صدائے قلقل مینا سے ہو گئی باطل

یہ کہہ رہے ہیں نشے کی ترنگ میں وہ رند
نہیں جو شیخ مشیخت پناہ کے قائل

ہم اپنے رنگ میں ہیں آج عید کا دن ہے
یہ آ کے صحبت رنداں میں کیوں ہوئے ہیں مخل

یہاں جو آئے ہیں خیر اس سے کوئی پوچھے تو
نزول موکب اجلال اور یہ محفل

نگاہ حضور نے کیوں خرقۂ ریائی کو
لہو لگا کے شہیدوں میں کیوں ہوئے داخل

غرض مناظرہ رند و شیخ چھڑ ہی گیا
ہر ایک رند پڑھا سے مرشد کامل

قریب جا کے کسی نے کہا سلام علیک
کوئی بڑھائیے اک جام تاکہ ہوں یہ خجل

اٹھائے ہوئے پیمانہ کوئی یہ کہتا
قبول ہدیۂ احقر ہو میں ہوں کس قابل

وفور بے ادبی دیکھ کر ہوئے برہم
کہا کہ حرمت صہبا کے تم نہیں قائل

وفورِ بے ادبی کی بھی انتہا ہے کوئی
حجاب و شرم نہیں آنکھ میں کہیں اک تل

یہی ہے شیوۂ اسلام والے بیدینی
یہی ہے حکم شریعت کا جسپہ ہو عامل

یہ سُنکے متفق اللفظ ہو گئے سب رند
کہا خموش یہ کیا گفتگو ہے لاطائل

نصیب کب ہے کسی کو شرابِ خم غدیر
کہاں یہ بخت کہ ہم میکشو نمیں ہو شامل

پییں بھی آپ تو دیتا ہے کون یہ ساغر
فقط یہ آپ کو ترسا رہے ہیں اہل دل

جناب شیخ نہ کھلوایئے زبان للہ
نہیں ہم آپ کی حالات سے ذرا غافل

یہ خرقہ آپ کا کل تک تو رہن تھا حضرت
جسے پہن کے بنے آج مرشد کامل

یہ سبحہ متبرک وہ ریش قاضی ہے
کہ جسمیں چھان کے کل پی گئے سر محفل

ذرا سنبھالیے پگڑی کو دونوں ہاتھوں سے
کہ جوش میں ہیں بہت آج رند دریا دل

تمام عمر رہے صوفی فنا فی اللہ
کبھی نہ ہستی موہوم پر ہوئے مائل

خدا نخواستہ مر بھی گئے اگر دشمن
تو ذات ہستی مطلق سے ہو گئے واصل

محال عقل ہے جن سے ظہور استدراج
حضور آپکی کرامت کے ہو گئے قائل

چڑھائے جانے لگے روز پھول تربت پر
بندھے ہزاروں ہی چلّے پئے مراد دل

دقیقہ سنج ہیں سمجھیں تو شیخ صاحب آپ
خدا کی یاد سے کون اس جہاں میں ہے غافل

صفائے نفس کی تعلیم لیجئے اُس سے
گر وہ ایک خدائی کا جسکی ہے قائل

وہ کون جسکو نبی نے کہا سفینۂ نوح
نجات جسکے تمسک سے ہوگئی حاصل

وہ کون ساقی تسنیم قاسم ارزاق
وصی احمد مرسل سخی دریا دل

قسیم بادۂ کوثر ادھر بھی اک ساغر
اُتار نشہ کا ہے مضطرب پھر اے دل

وہ مے کہ جوش میں جسکے لکھو نبیؐ مطلع
بذوق سمع چلی روح افصح وائل

مطلع

قدم کبھی نہ ڈگیں گے صراط پر اے دل
لیے ہوں ہاتھ میں دامان رہبر کامل

مہ سپہر ولایت علی عالی قدر
کہ جسکا داغ ولا ہے چراغ کعبۂ دل

انھیں کے شمسۂ ایوان بذل کے آگے
محیط چرخ مقرنس ہے کاسہ سائل

انھیں کی صورت و سیرت سے معجزہ کا ظہور
انھیں کی فضل و کرامت کے ہیں عدد قائل

عدو بھی وہ جو مبصر نہ اعور و اعمش
وہی کہ جن سے تھی قوت بصر زائل

انھیں کا رتبہ عبادات میں فنا فی اللہ
انھیں کو اس سے تقرب کا مرتبہ حاصل

انھیں کی ضربت واحد عبادۃ الثقلین
انھیں کا ذکر عبادات میں ہوا شامل

انھیں کے باب میں قول نبی ہے اقضاکم
اسی صفت سے عرب میں مثل ہوئی شامل

انھیں کے عقل کا آئینہ جوہر اول
انھیں کے فضل پہ شاہد فضیلت کامل

انھیں کے در کا گدا پیشوائے معن کریم
انھیں کا تابع فرماں ہر اک شہ عادل

کتاب شرع انھیں کی سوانح عمری
انھیں کا تذکرہ ذاکر کو ہے جناں کی سجل

انھیں کے علم کی کچھ انتہا نہیں ملتی
یہی وہ بحر ہیں جسکا کہیں نہیں ساحل

انھیں کے باب میں ہے زینوا مجالسکم
انھیں کا ذکر ہے رونق فزائے ہر محفل

محبت ان کی علامت ہے مومنیت کی
اساس دیں ہے انھیں کی ولایت کامل

تمام خلق ہوئے مفتقر مثال عرش
یہی ہیں بعد محمد وہ جوھر قابل

یہی ہیں دین محمد میں سابق الاسلام
یہی ہیں مسلک ایماں پہ سالک اجل

یہی ہیں کاسر اصنام خانہ کعبہ
یہی ہیں قاطع اعناق کافراں مضل

یہی ہیں جامع قرآن یہی مکمل دیں
یہی متمم نعماے منعم عادل

یہی ہیں علت غائی آفرینش خلق
سجی گئی ہے انھیں کیلئے یہ سب محفل

یہی مبین اسرار شارع الاسلام
یہی مفسر آیات داور عادل

ہر ایک درسے کئے ہزار باب علوم
ہوئے ہیں حکمت اشراق میں یہ کامل

نہ مانے انکی خلافت وہ کور مادرزاد
جو دوپہر کو نہ ہو آفتاب کا قائل

دیا ہے فوق امامت کو خود نبوت نے
علیؑ کے پایۂ کہاں دوش سر بازل

انھیں کو صاحب معراج سے بروز غدیر
عروج منبر آفتاب پر ہوا حاصل

نزول رحمت پروردگار ہے پیہم | کہ آج دین امیں عبد ہوا کامل
بھرا ہی حد نظر تک تمام دشت غدیر | سنا رہے ہیں سبھوں کو یہ سرور باذل
کہ جسکا مالک و مولا ہو میں علی بھی ہی | والفین کو رکھ اسکے دست ای عادل
عزیز تا بکجا طول اب قصیدہ میں | بسان بید لرزنے لگا دل مبطل

در قبول ہے وا اس دعا کو پہونچا دو
قبول میرا قصیدہ ہوا ے شہ عادل

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قندیل حرم

در ستایش وصی رسول محترم

لے گئے روح میری جلوہ دکھانیوالے
ہوش میں آئیں ذرا ہوش میں لانیوالے

میں کوئی صفحہ ہستی پہ نہیں حرف غلط
دیکھوں کس طرح مٹاتے ہیں مٹانیوالے

وقت نزع بھی کیا کرتے ہیں مشق بیداد
زلف کے ساتھ نئی بات بنانیوالے

غور سے دیکھ ٹپکتی ہیں لہو کی بوندیں
دل خوں گشتہ کو مٹی میں چھپانیوالے

میں ہوں دیدار کا مشتاق اجل سر پہ کھڑی
جلد آئیں سر بالیں کہیں آنیوالے

کچھ خبر ہے تری رفتار سے کیا عالم ہے
اے نشاں گور غریباں کے مٹانیوالے

حضرت ناصح فاضل سے بنے گی کیونکر
اور اک آئے ہیں دیوانہ بنانیوالے

شغل اچھا ہے سر گور غریباں لیکن
اپنے دامن کو بچا شمع بجھانیوالے

جائیے جائیے ہم مر کے بھی ہونگے یہیں دفن
بڑے آئے ہیں محفل سے اٹھانیوالے

آگئی لب پہ ہنسی مثلِ جدارِ کعبہ
یوں منا لیتے ہیں روروکے منانیوالے

پھر دلِ گم شدہ کو پوچھ رہا ہوں تجھ سے
پھر کوئی بات بنا بات بنانیوالے

آج کعبہ میں سراغِ دلِ گم گشتہ ملا
یوں پتا دیکھ لگاتے ہیں لگانیوالے

بنگیا شمع زچہ خانہ نہ ہے حُسنِ فروغ
یارب آباد رہیں اسکے جلانیوالے

ہاں کہو نعرۂ مستانہ سے اب صلِّ علیٰ
آتے ہیں کعبہ سے وہ راہ کے پانیوالے

کھل گئی فرطِ مسرّت سے حرم کی دیوار
آگئے خانۂ کعبہ کے ہنسانیوالے

کھولدی آنکھ ذرا دیر سے پھیلائے ہیں گود
شبِ ہجراں تجھے بستر پہ سلانیوالے

پہلے ہی وردِ زباں منھ میں دیئے دیتے ہیں
کیا کیا تو نے محبّت کے بڑھانیوالے

ابروؤں کا یہ اشارہ ہے کہ ہم ہیں دیکھو
تیغ سے ہیبتِ اسلام بڑھانیوالے

دیکھ کر انکی کلائی کو یہ کہتے ہیں رسول
ہیں یہ چولیس درِ خیبر کی ہلانیوالے

اب زباں روک لے معبودِ نصیری للّٰلہ
بھول جائیں نہ خدا کو یہ نمانیوالے

دوش پر چڑھ کے مرے کامِ صنم ہنبو
کہتے ہیں بارِ امامت کے اُٹھانیوالے

آ مرے پاس ذرا تیرے قدم تو چومیں
اے سرِ دوشِ نبی نقش بٹھانیوالے

دیکھ کر فاطمہ کا چاند پکارا اسلام
تیرے قربان مری جان بچانیوالے

بذل دیکھو تو یہ کہتا ہے قیافہ انکا
کاسۂ شیر ہیں قاتل کو پلانیوالے

شوق سے مشق ستم کر کہ خدا راضی ہو
بُت ہیں کعبہ کے ترے ناز اُٹھانیوالے

لیکے آغوش میں کہتے ہیں نبی کھول آنکھیں
بخت خوابیدۂ اسلام جگانیوالے

سقف کعبہ پر اذاں پہلے پہل دے جاکر
اے مرے رونق اسلام بڑھانیوالے

تیری کوشش کا صلہ آج ملا ہی تجکو
کیوں نہو کیوں نہو کعبے کے بنانیوالے

لافتا کہتے ہیں جبریل امیں سن تو سہی
کلمہ اپنی فتوت کا پڑھانیوالے

کس کا فرزند ہوا گھر میں خدا کے پیدا
کیا کہوں بات بڑھا دینگے بڑھانیوالے

دور آخر ہے کہیں بھول نہ جانا للہ
ہم بھی ہیں اے مے کوثر کے پلانیوالے

ہاں اُٹھا دے مری آنکھوں سے حجاب دُنیا
پردۂ راز حقیقت کے اُٹھانیوالے

۱۳۔ رجب سنہ ۱۳۲۸ھ

سبحۂ نور

در مناقب لسان الصدق یعسوب الدین

ضبط کی جو کوششیں تھیں سب رخصت ہو گئیں
اب نگاہیں میری تفسیر محبت ہو گئیں

پھر حریص دشت پیمائی دل وارفتہ ہے
پھر نگاہیں سلسلہ جنبان وحشت ہو گئیں

اک نگہ نے پھر دماغ و دل پہ قبضہ کر لیا
ملک میں داخل جو چیزیں تھیں امانت ہو گئیں

بے اثر جن کو سمجھتے تھے تم اپنی بزم میں
جذبۂ دل کی وہی باتیں کرامت ہو گئیں

بے حقیقت جانتے تھے ہمتو سامان وجود
پھر فراہم ہو کے یہ سیکلیں قیامت ہو گئیں

خوئے گریہ کیسے طرح چھوٹیگی مجھ سے چارہ گر
عادتیں جب بڑھ گئیں حد سے طبیعت ہو گئیں

جا کے بزم حسن میں کچھ اُنسے حاصل کر فیوض
وہ نگاہیں جو سبق آموز عبرت ہو گئیں

دیدۂ انجم فشاں کیواسطے اب کچھ نہیں
ساری بوندیں خون کی نذر محبت ہو گئیں

وہ نگاہیں شوخ جو تھیں کاربند التفات
دلکی رگ رگ میں سرایت کر کے طاقت ہو گئیں

دل سے جو باتیں ہوئی تھیں تخلیہ میں مٹھ کر
اب وہ شرح دفتر راز محبت ہوگئیں

ٹوٹنے میں دل کے نکلی تھیں جو آوازیں غریب
وہ صدائیں نغمہ ساز حقیقت ہوگئیں

ہوگیا راز حقیقت رفتہ رفتہ منکشف
اب وہی بیتابیاں جوش مسرت ہوگئیں

بطن کعبہ سے ہوئیں ظاہر کچھ ایسی طلعتیں
دیدۂ حق بیں میں جو وجہ بصیرت ہوگئیں

روئے وجہ اللہ میں مخفی جو تھیں سوز ازل
اب وہ تنویریں فروغ بزم صورت ہوگئیں

در بنا دیوار کعبہ میں جلیں بنت اسد
آکے حوریں خلد سے سرگرم خدمت ہوگئیں

شمع بیتابی کی لو جب سے ناڈبڑھ گئی
رشکی تنویریں چراغ بزم قدرت ہوگئیں

جنسے دیکھا آنکھ بھر کر نور عین اللہ کو
دونوں آنکھیں ساغر صہبائے وحدت ہوگئیں

دیکھ کر رخسار وجہ اللہ غش آیا مجھے
رشکی تنویریں دلیل رؤیت ہوگئیں

جو لکیریں آپکی پیشانی اقدس پہ تھیں
اب وہی فرمان تبلیغ رسالت ہوگئیں

خسرو اسلام نے جب گود میں اپنی لیا
سب ادائیں چہرہ کی جان سیاست ہوگئیں

معبد اسلام ہے اب مسقط الراس علی
جتنی راہیں کعبہ کی تھیں سب وہ جنت ہوگئیں

پھر علی اللہ میں کیوں نہو معبود وہ
رفتہ رفتہ جسکی باتیں تک عبادت ہوگئیں

جتنی بیداری کی تکلیفیں اٹھائیں آپنے
اب شب ہجرت وہی شب خواب راحت ہوگئیں

ابتلائے عمر سے لیں جتنی سانسیں آپنے
وہ خیر ہو کے سب نفس رسالت ہوگئیں

وہ غذائیں جو لعاب مصطفےٰ سے پائیں تھیں
ہو کے سب جزو بدن جوشِ طبیعت ہو گئیں

نفس کا پانے امین اللہ نے اُن کو کیا
فاطمہ ع سر تو حامل بارِ امانت ہو گئیں

شیر ہے بنت اسد کا کیوں نہ شیرِ خدا
جتنی بوندیں حلق سے اُتریں شجاعت ہو گئیں

مختصر تاریخ حال مصحف ناطق ہے یہ
جتنی باتیں اُسنے کیں جزو امامت ہو گئیں

ہے ابھی سے عرش برانداز مہر نیمروز
رنگِ خاکی گرد شیں تمہید رجعت ہو گئیں

کعبے کی یہ وقیصل اسلام کی یہ زینتیں
اے علی سب تیرے قدموں کی بدولت ہو گئیں

تھیں کفِ پائے علی میں جو لکیریں اے عزیز
اب وہی سب پر تو مہرِ نبوّت ہو گئیں

۱۳ رجب ۱۳۲۹ھ

مسدّس

در تہنیت عید غدیر

خم غدیر والو اہے وقت باد نوشی　　پیمانۂ فلک ہی لبریز گرم جوشی
مستانہ ایک نعرہ تا چند یہ خموشی　　دشت غدیر خم میں ہی جشن تا جپوشی
تکمیل دیں کا سہرا نوشاہ کے ہے سر پر
اور تبدھیاں پڑی ہیں تبلیغ کی کمر پر

لایا جو نذر گردوں اک کشتی طلائی　　دل لیکے ہم بھی پہنچے دینے کو ڈنمائی
کونین کو جو دیکھا مصروف جبہہ سائی　　کہنے لگے نصیری یہ جشن ہی خدائی
جلوہ سے اسکے ظاہر اک شان کبریا ہی
ہرگز نہیں یہ بندہ لاریب یہ خدا ہی

تاباں ہوا ہے صبح اسلام کا ستارا　　بغلوں کی ہی سپیدی یا نور کا ہی دھارا
کرتی ہی یوں امامت معراج کا نظارا　　ہاتھوں کی پاکے گرمی بڑھتا ہی جیسے پارا

فرمان شوق بلمغ جیب قبول میں ہے
مقیاس دین کامل دست رسول میں ہے

ہر ایک رحل دیگا محشر کے دن گواہی — پیر مغاں نے کی ہے اسطرح بادشاہی
بجلی سی ایک چمکی یا ہاتھ اُٹھے الٰہی — لی ہے خمارے میں یا حور نے جماہی

ظاہر ہوئی سپیدی کامل ہوئی رسالت
دست خدا نے کھولی گویا بیاض قدرت

صحرا ہے اک تو دق جاری ہے ایک جدول — منبر کے نخل قد سے پھوٹی ہے دو ہری کونپل
ساقی کے حق میں کوئی پڑھتا ہے قول فیصل — آباد ہو رہا ہے شیر خدا کا جنگل

نقشہ تمام اُسکا جب دلمیں ہے ہمارے
تصویر حشن شاہی کیونکر نہ عرش اُتارے

داماد کو جب اپنے سلطان حق سنوارے — کیونکر نہ پھر رعیت اسکے کرے نظارے
منبر پہ ہوں کہیں ہوں ہونگے ضرور اشارے — ہم ہو گئے اب اُنکے وہ ہو گئے ہمارے

"وہ جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ"

عامل ہوں اُس پہ دل سے اسواسطے جئے ہیں — پیغامبر نے ہمکو پیغام جو دیئے ہیں

اِس شان سے افادۂ احکام حق کیے ہیں ہاتھوں پہ اپنے روحِ اسلام کو لیے ہیں
کہتے ہیں جو بنا وُ اسکو رئیس اپنا
دیتے ہیں اہلِ دل کو نفسِ نفیس اپنا

اے دلنواز ساقی یہ کیا ادا دکھائی کانٹو نمیں خون دوڑا دَم وَیں جان آئی
اے نفس بادشاہی اے روح دلربائی انجام دے رہا ہے تو منصبِ خدائی
لہجہ میں تیرے کرتا وُ بات کیوں کسی سے
تو عبدِ حق نما ہے ثابت ہوا اسی سے

اے ذوقِ بادہ نوشی لیچل مجھے خدارا دو بحر ہیں یہ کیسے جسکا نہیں کنارا
دو نور ہیں یہ کیسے منبر پہ جلوہ آرا کچھ ہوش ہے تمھیں بھی یا ایہا السکارا
آنکھوں میں رُخ ڈورے مخمور ہیں نگاہیں
اک چاند سے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں باہیں

اُمید میکشی پر جیتے ہیں جینے والے یہ ہندی و عراقی اور یہ مدینے والے
کشتی کو روک لینا ہاں اے سفینے والے ساحل پہ منتظر ہیں دریا کے پینے والے
قطرہ ہوا یک قلزم ایسا تو با اثر ہو
جو سر پلا وہ مجھکو قائم جو ذات پر ہو

۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

فتح الباب

در تہنیت فتح خیبر

جب حد سے بڑھی گرمی میرے دل مضطر کی
اک سرد ہوا آئی جبریل کے شہپر کی

وہ معجز دکھلائے ہنگام سخن لب نے
ڈوبی ہے پسینے میں جو موج ہے کوثر کی

جب دل میں گرہ ڈالی اک زلف مسلسل نے
آواز سنی میں نے یا فاتح خیبر کی

کیونکر اُسے نیند آئے اس بالش و بستر پر
برسوں سے جسے عادت ہے زانوئے دلبر کی

ہے میکدۂ قدرت ہر ایک نگہ جس کی
اللہ رے وہ آنکھیں جاگی ہوئی شب بھر کی

ہیں سرخ رانبدر سے پھر بھی نہیں کھلتی ہیں
دکھتی ہوئی آنکھیں ہیں کلیاں مرے بستر کی

ہے سرمہ کشی سنت اے ذوق خود آرائی
بنواؤں گا کجلوٹی خال رخ قنبر کی

فرقت میں جو نکلے ہیں آنکھوں سے مرے پیہم
وہ اشک ثمرہ پرور تسبیح ہیں گوہر کی

وہ نکہت سیمابی جو دل کی قبا میں تھے
ٹکتے ہیں ثمر میں اب اس چشم پر اختر کی

برسات کی راتوں میں یہ بجلی معاذاللہ
کچھ قدر کر اے ساقی اس خوبی منظر کی

برسا تی ہوئی موتی قبلہ سے گھٹا اٹھی
کانوں میں کھنک آئی پھر شیشہ و ساغر کی

دم بھر میں بجھا دیگی اب آتش موسے کو
وہ آگ جو بھڑکی ہے میرے دل مضطر کی

ہاں آتش محلول اب دے سرد طبائع کو
محسوس نہیں ہوتی گرمی لب ساغر کی

دیوار حرم نے پھر نشہ میں جماہی لی
کانوں میں صدا آئی یا ساقی کوثر کی

ناقوس برہمن کی کعبہ میں اذاں ہوگی
سجدے میں جھکینگی سب موتی تھے پتھر کی

جیسے کوئی لیتا ہے آغوش میں دلبر کو
یوں بیچ سے شق ہو کے دیوار حرم سرکی

اسلام کے اعضا میں کرتا ہے لہو دورہ
اسطرح ہمکتا ہے وہ گود میں مادر کی

کعبے پر اثر ہونا دیوار کا در ہونا
پہلی یہ علامت ہے اک فاتح خیبر کی

اخلاق کریمہ ہیں سب حلقہ بگوشی میں
کیا ذکر شجاعت کا لونڈی ہے وہ اس گھر کی

ہر علم کو سمجھے گا وہ ابجد طفلانہ
جس شخص نے پائی ہو میراث پیمبر کی

جس نفس کی پیدائش آدم سے مقدم ہے
آغوش نبی میں ہے وہ شکل میں حیدر کی

وہ غزوۂ خیبر ہو صفین ہو یا خندق
ضرغام الٰہی نے ہر ایک مہم سر کی

رہوار پہ لی کیونکر یہ تنکے اک انگڑائی
ڈھیلی ہوئی جاتی ہیں چولیں دو خیبر کی

ہے ہاتھ میں اک رایت اسلام کی نصرت کا
پہنے ہیں قبا بر میں سالاری لشکر کی

اک قلزم وحدت کی آنکھوں میں تری آئی
یا لہر اک اُٹھی ہے یہ چشمۂ کوثر کی

یا پھول میں نرگس کے یہ شبنم عرفاں ہے
تصویر ہے یا کوئی چھلکے ہوئے ساغر کی

تر بھر نظر آتے ہیں دل فوج شکستہ کے
کیا بات سپاہی کے بگڑے ہوئے تیور کی

بپھرے ہوئے شیروں سے کیا کوئی مقابل ہو
ہمت ہے بتاؤ تو کس افسر لشکر کی

جسوقت ڈکاریگا ضرغام ابوطالب
ہل جائینگی بنیادیں سب قلعۂ خیبر کی

فتح در خیبر بھی ہے کوئی مہم ایسی
دیکھی ہی نہیں قوت بازوئے پیمبر کی

شعلہ ہوئیں دیواریں خیبر سے دھواں اٹھا
بجلی جو ادھر چمکی شمشیر دوپیکر کی

وہ تیغ زباں آور وہ تیغ ظفر پیکر
وہ تیغ فنا گستر جو مالک ہے حیدر کی

وہ تیغ زبانہ کش وہ تیغ ظفر آیہ
جو موت مجسّم ہے اب مرحب و عنتر کی

فارس نے کیا نعرہ جسوقت جمی پیڑی
خیبر پہ نظر ٹیکھی رہوار نے تھم کر کی

وہ پائے مبارک ہیں حلقو میں رکابونکے
لاتے ہیں خبر جاکر جو دوش پیمبر کی

انگشت فرد رفتہ شاہد ہیں شجاعت پر
مُہروں سے مزیّن ہیں فردیں در خیبر کی

سرچشمہ فصاحت کا گھٹی میں ملا جسکو
چوسی ہے زباں جسنے دن رات پیمبر کی

سرگرم رجز خوانی وہ افصح عالم ہے
کھُل جائینگی کڑیاں سب درع تن عنتر کی

کی دایۂ مرحب نے اک آہ جہنّم میں
کانوں میں صدا آئی جسوقت کہ حیدر کی

ہیں ہوش پراگندہ اسطرح صفیہؑ کے — اب اسکو خبر سر کی اپنے ہے نہ چادر کی
اعجاز کی صورت میں ہاتھوں سے یداللہ کے — تقسیم ہوا کیوں کر قسمت دریٖ خیبر کی
تیغ اسد اللّٰہی یہ واقعہ کیا سچ ہے؟ — اُڑتی سی خبر ہے اک جبریل کے شہپر کی

لیلائے سخن اسکو لیلیہ پکارے گی
یہ شعر قصیدے کے جو فکر ہیں سب بشر کی

۱۴- رجب سنہ ۱۳۳۰ھ

تبلیغ رسالت

در تہنیت عید غدیر

جب دل کی حدیثوں سے لی غیر نے وحشت کی — کانٹوں کی زبانوں نے جنگل میں روایت کی
یکدل ہوئے سب ذرّے دنیائے محبت کے — تھی دفعہ ہر ایک از بر قانون شہادت کی
بغلوں کی سپیدی سی آتی ہے نظر مجھ کو — اُٹھتی ہے چمک دل میں جب درد محبت کی
میدان غدیر خم آیا ہے نظر مجھ کو — ویرانی دل نے جب حد بندی وسعت کی

جبریل کے شہپر کی اسوقت ضرورت ہے
پر خار ہیں سب راہیں وادی محبت کی

اُس دل کے لیئے جسکو وہ نفس سمجھتا تھا
بیمار محبت کو حسرت تھی وصیت کی

حالات سمجھتے تھے انجام سے تھے واقف
کچھ سوچکے پہلے ہی تبلیغ رسالت کی

یوں نشۂ وحدت سے مخمور نگاہیں ہیں
گویا کہ مفسر ہیں اسرار حقیقت کی

اعلان خلافت پر مامور ہوئے احمد
یاد آگئی جانبازی آخر شب ہجرت کی

خیمہ لگا جنگل میں پھر باد بہاری کا
تصویر نظر آئی ہر ذرہ میں جنت کی

پیدا ہوا پھر دلمیں اک جذبۂ روحانی
اسوقت تو ناصح نے کچھ ایسی نصیحت کی

جلتی ہوئی بالو پر بیٹھے ہیں مگر بیخود
ساقی کی نگاہوں نے کچھ ایسی عنایت کی

پیشانی ساقی پر آج اور ہی جلوہ ہے
اک لوح مذہب ہے دیباچہ قدرت کی

رندان قدح کش پر وہ مست نگہ ڈالی
تنسیخ جو کرتی تھی ہفتاد و دو ملت کی

کس حد کی رسیلی ہے آفت کی نشیلی ہے
اے چشم خدنگ افگن تو نے تو قیامت کی

لو دیتے ہوئے ذرّے وہ ریگ بیاباں کے
اور اُسپہ یہ سیر گرمی ہے ذوق سماعت کی

اعدا کے کلیجو نمیں کسطرح پڑے ٹھنڈک
وہ دھوپ کڑاکے کی گرمی قیامت کی

خود صبح وطن جسپر سو جان سے صدقے ہو
وہ شان نظر آئی اک وادی غربت کی

یہ چھاؤں ببولوں کی آتی ہے نظر مجکو
پھیلی ہوئی چادر ہے یا سایہ رحمت کی

دل دینے کو حاضر تھی اُسوقت ملائک بھی
اک روح مطہر نے اسطرح ریاست کی

پلٹا ہوا آتا ہے کعبے سے کوئی حاجی
پہنے ہو قبا بر تبلیغ رسالت کی

ضرغام الٰہی کو ہاتھو نپہ کئے اونچا
اُبھری ہوئی ہر مچھلی بازوئے شجاعت کی

اک نقش ہوا افزوں دنیا کے مرقع میں
تصویر نظر آئی معراج امامت کی

دل کردیے سب ٹھنڈے اسلام کی خنکی سے
جب حد سے بڑھی گرمی مقیاس حرارت کی

پیکر سے جُدا ہم کو اِک نفس نظر آیا
یا شاخ نئی پھوٹی یہ نخل نبوت کی

جب وحی ہوئی نازل اسلام کے شارع پر
بندوں کو سپرد اُٹھکر خالق کی امانت کی

لو جمع ہوئی خلقت منبر پہ گیا واعظ
وحدت نے تجلی کی جب حد ہوئی کثرت کی

ہلنے لگے سب پردے اسرار حقیقت کے
لبہائے مُبارک نے جسوقت کہ حرکت کی

دیوار سے کعبے کی جو نور کہ نکلا تھا
آج اُس سے ہوئی روشن اک وادی غربت کی

اب علم محمد کی وسعت نظر آئے گی
زنجیر کو جنبش ہے دروازہ حکمت کی

ملتا ہے صلہ اسکو آج اسکی مشقت کا
جس بھائی نے بچپن سے اسلام کی خدمت کی

تمغائے وصایت پر لکھا جو گیا مولا
اِک تازہ لہو دوڑا رگ رگ میں خلافت کی

باندھی گئی جب سر پر دستار ولیعہدی
جنبش نظر آتی تھی سب کو ید قدرت کی

یہ فرض کچھ ایسا تھا یہ ایسی ضرورت تھی
اقتاب کے منبر پر تبلیغ رسالت کی

اس حکم مؤکد سے یہ بات ہوئی ظاہر — ہر وقت رسالت تھی محتاج امامت کی
ہاتھ پہ لیا اپنے جب شاہ ولایت کو — منبر پہ کرن چھوٹی خورشید امامت کی
از ماہ تھا تا ماہی سب قبضۂ قدرت میں — یوں نفس محمدؐ نے اس بن میں حکومت کی
ہوتی ہے کمی پوری تو سین کی یوں دیکھو — مطلب تھا بلندی سر پہ شاہ ولایت کی
منبر سے اتر آیا وہ خطبہ کوئی پڑھ کے — ٹکراتی ہیں سر موجیں دریائے فصاحت کی
جی بھر کے اسے دیکھا تھے جسکے تولائی — ارباب نظر نے خوب آج عبادت کی
نقارۂ گردوں سے آتی ہے صدا "مولا" — ہر بام حقیقت پر آواز ہے نوبت کی
کوں انکا مقابل ہو جب مورث اعلیٰ نے — میراث انھیں دی ہے خود علم نبوت کی
یوں تاج عرب پہنے خیمہ میں کوئی پلٹا — ایماں نے خدمت کی اسلام نے بیعت کی
تبلیغ کے وادی سے جس طرح علیؑ پلٹے — ہاتھوں میں لیے کنجی گنجینۂ حکمت کی
مسرور یوہیں پلٹے یارب کوئی زائر بھی — ہاتھوں میں سند لیکر اقلیم شریعت کی

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

مخمس

در تہنیت ولادت حیدر صفدر و فتح باب خیبر

لو توڑ کے کعبہ کی دیوار بآسانی — نکلی ہے بہار اب کی سرگرم رجز خوانی
واعظ نے بھی پہنی ہے اک چست قبا دھانی — قبلہ کی سیہ بادل مشغول دُر افشانی
خیبر کی طرف پہونچے برساتے ہوئے پانی

پھر سرسہ قدرت کی تحریر نظر آئی — پھر زلف مسلسل کی تصویر نظر آئی
"اک موج ہوا پیچاں اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی"
کی جوشش وحشت نے پھر سلسلہ جنبانی

اے میکدۂ عشرت میں تجھ سے نہ موڑوں گا — ہے یہ مئے عرفانی قطرہ بھی نہ چھوڑوں گا
مینائے فلک تیری اس مہر کو توڑوں گا — ناہنج طلائی کو ساغر میں نچوڑوں گا
اور چھک کے پیوں گا یہ افشردۂ نورانی

فردوس و ارم کیا ہیں کاشانے ہمارے ہیں
رندان قدح کش میں افسانے ہمارے ہیں
کعبہ کہ نجف دونوں میخانے ہمارے ہیں
تسنیم ہو یا کوثر پیمانے ہمارے ہیں
خمخانۂ وحدت میں ہم کرتے ہیں سلطانی

خمخانۂ کعبہ میں ہو محفل نورانی
اترا ہے محمد پر اک مصحف ربّانی
نکلا ہے کوئی لیکر اک تحفۂ یزدانی
اب چلّہ کو کھو لینگے مست مئے عرفانی
آئی ہے مراد ان کی کعبہ میں جو من مانی

وہ نور جو پتلی میں کعبے کی رہا مضمر
وہ روح کہ تھی جسکی خاتون عرب پیکر
وہ تارا جو چمکا ہے اک نقطۂ بانکر
ٹوٹے گا وہی دیکھو اب قلعۂ خیبر پر
دیکھیں تو کوئی کیونکر کرتا ہے نگہبانی

تعمیر خلیل اللہ اسلام کا کاشانہ
سمجھی ہے جسے کعبہ اک بزم فقیہانہ
یہ جانتے ہو کیا ہے وہ قصر ملوکانہ
ہے فاطمہ کا مہتم بالشان زچاخانہ
آتا ہے نظر جس میں اک جلوۂ ربّانی

جب درد ہوئے عارض اٹھا کوئی بستر سے
مولود سے کچھ پوچھا کچھ قدرت داور سے
داخل ہوئیں مخدومہ کعبے کے نئے در سے
کی بادکشی آکر جبریل نے شہپر سے
جب رخ پہ پسینے نے کی آکے درافشانی

دیوار نے کعبے کی جسوقت دہن پایا — اور بنکے لسان اللہ اک لمعۂ نور آیا
قدرت کی تجلی نے جب اُسپہ کیا سایا — آپ اپنے کو پوشیدہ اس پردے میں دکھلایا
بے پردہ نکلنے میں اِک راز تھا پنہانی

غنچے کی طرح چٹکی دیوار حرم دیکھو — اک نو گل وحدت کے آئے ہیں قدم دیکھو
ہیں سجدۂ طاعت میں کعبے کے صنم دیکھو — محراب کو کیوں دیکھو ابرو ہی کا خم دیکھو
کرتی ہے جدھر سجدہ خود صنعت ربانی

تا عرش بریں نور خورشید نجف پایا — ہر مست تولا کو پیمانہ کبف پایا
جیسا کہ یہ موتی تھا ویسا ہی صدف پایا — پیراہن کعبہ نے اُس سے یہ شرف پایا
دیوار حرم کیونکر کرتی نہ گریبانی

اسلام کی آنکھوں میں پیدا ہوئی بینائی — منبر نے کھڑے قد سے لی جو شمیں انگڑائی
زمزم نے مسرت میں کی زمزمہ پیرائی — گودا پنی جو کعبے کی دیوار نے پھیلائی
آپہونچا ہمکتے ہی اک طفل آسمانی

طغرائے قضا لیکر اک عقدہ کشا آیا — پہنے ہوئے پیکر میں نصرت کی قبا آیا
کعبے میں کر دسجدہ ہنگام دعا آیا — آج اسکی خدائی میں اک خاص خدا آیا
ہر ایک نصیری کو ہے عشرت روحانی

اصنام کی ہستی کو جسنے کیا ناکارہ — کعبے میں ہے اس رب الاسلام کا نظارہ
اصلاب پیمبر میں پھرتا تھا جو سیارہ — آغوش محمد میں ہے آج وہ سرپارہ
کرتا ہے فلک پیہم انجم سے زر افشانی

پُرجوش شجاعت کا خوں رخ سے چھلکتا ہے — اصنام کو تکتا ہے رُو رو کے لپکتا ہے
انگڑائیاں لیتا ہے جب کوئی تھپکتا ہے — جھنکار سے تیغوں کی ہاتھوں کو جھٹکتا ہے
کس طرح ہمکتا ہے یہ ضیغم نیرانی

یہ کفر کی بستی کو پستی میں اُتاریگا — اسلام تری زلفیں دن رات سنواریگا
رگہائے شجاعت کو دم بھر میں اُبھاریگا — لو نام تو مرحب کا قلقاریاں ماریگا
اور ہوگی ابھی طاری کیفیت وجدانی

آئینۂ دیں تجھ کو سامان جلا دونگا — اسرار خدائی کا میں آج پتا دونگا
غنچہ سے دو عالم کا ہر راز بتا دونگا — کونین کو مٹھی میں اُسکی میں دکھا دونگا
باندھے گا مرندے جب یہ بچہ عمرانی

نام اسکا ابھی کچھ دن اصنام کو چبنے دو — خیبر کو ابھی رخ کی گرمی ہی سے تپنے دو
پیمائش قدرت میں اس نور کو پنپنے دو — کعبے کی ہوا کھا کر کچھ اور پنپنے دو
مانیں گے خدا اس کو دلدادۂ حیرانی

یہ اصل امامت ہے یہ نفس رسالت ہے — یہ روح بلاغت ہے یہ جان فصاحت ہے
مجموعۂ خلقت میں یہ حاصل فطرت ہے — یہ ثقبۂ قدرت ہے، خال رخ وحدت ہے
خط لاکھوں نکالے گا یہ نقطہ قرآنی

ایماں کے قلمرو میں سکہ ابھی چلنے دو — اسلام کی دنیا کو کروٹ تو بدلنے دو
آغوش محمد میں کچھ دن ابھی پلنے دو — سانچے میں نبوت کے اس نور کو ڈھلنے دو
ہو جائے گا کچھ دن میں یہ احمد لاثانی

جان فصحا ہے یہ نور عرفا ہے یہ — معبود ہے یا عبد معبود نما ہے یہ
بندہ ہے کہ خاص اپنے بندوں کا خدا ہے یہ — اے فلسفۂ قدرت تبلا تو ہی کیا ہے یہ
اکثر نے تو صورت بھی اب تک نہیں پہچانی

خیبر میں تباہی کے سامان نظر آئے ہیں — گیسو بھی صفیہ کے رخ پر بکھر آئے ہیں
اور اسلحہ سج سجکر کچھ فتنہ گر آئے ہیں — سب رنگ مرحب کے تن پر ابھر آئے ہیں
نکلا ہے علم لیکر اک ضیغم یزدانی

شمشیر یداللہ سے اک حشر بپا ہوگا — جبریل لرزتے ہیں کہتے ہیں کیا ہوگا
اک شیر کے ہاتھوں سے یہ فرض ادا ہوگا — اسلام کی صورت پر کفر آج فدا ہوگا
ہے قلعۂ خیبر میں ہنگامہ قربانی

سمجھو نہ رِدا اسکو یہ غیظ ٹپکتا ہے　　یا ہے شفق لالہ یا پھول مہکتا ہے
پیمانے میں شوخی کا اک رنگ جھلکتا ہے　　اب خون سے مرحب کے دم بھر میں چھلکتا ہے
نمناک ترا ساغر اے نرگس فتانی

اے تیغ لیا تجکو جب ہاتھ میں حیدر نے　　دکھلائے ہیں اعراض قوت تری جوہر نے
محراب میں ابرو کے سجدے کیے عنتر نے　　مانا ہے ترا لوہا دروازۂ خیبر نے
جبریل کو ہے اب تک اک شغل پرافشانی

اس عقدہ کشائی پر قدرت بھی ہے شیدائی　　جب بند قبا ٹوٹے شان اور ہی کھلائی
دروازۂ خیبر نے لی کھل کر اک انگڑائی　　ہے قابل نظارہ اے چشم تماشائی
اسلام کی آبادی اور کفر کی ویرانی

گر تیغ ید اللّٰہی کچھ اپنا اثر دیدے　　اور اپنے شراروں سے صرف ایک شرر دیدے
نصرت کی حدیثوں سے یا مجھ کو خبر دیدے　　میدان سے یا کوئی کاٹا ہوا پر دیدے
پھر دیکھ عزیز اپنی مستانہ گل افشانی

۲۴۔ رجب ۱۳۳۱ھ

الماس ریزہ

در مدیح حضرت سبط اکبرؑ

مہ صیام ہے واعظ سنا حدیث حسن
کہ مستفیض ہوں کچھ تجھ سے بادہ نوش کہن

سنا دے اب متواتر وہ معتبر اخبار
رہے نہ حلت صہبا میں پھر کسی کو ظن

بجز ترے ہے زمانہ نگاہ میں مجہول
تو ہی ہے میرا موثق صحیح تیرا سخن

تجھے سمجھتا ہوں سرخیل راویان ثقات
تجھی کو جانتا ہوں عالم کتاب و سنن

تجھے ہو نقد احادیث میں ید طولا
رسا ہے درک مطالب میں تیرا فہم و فطن

لسان شرع ہے گویا تری زباں واعظ
کہ اقتباس سے خالی نہیں ہے کوئی سخن

بآستانہ باب مدینۃ الحکمت
جبین وقف شد تیری ہو گئی روشن

جواز بادہ پرستی کا حکم نافذ کر
صلائے عام کہ بیٹھے ہیں بادہ نوش کہن

یہ دلمیں ہے کہ اگر دیگا حکم مے نوشی
تو صوم نذر بھی رکھیں گے رند تر دامن

ہوئی ہے دیر کہ بیٹھے ہیں گوش برآواز
برنگ شیشۂ مے کسلئے ہے پنبہ دہن

بخوش شوق سُنایوں نوید میخواری
بزنگ قلقل مینا زبان ہوا لکھن

رواتِ میکدہ کو اب بتا دے کفارہ
کہ اپنے ساتھ وُہ لائے ہیں پیمانہ توبہ شکن

بلند نعرہ یا ایّھا السُّکّارا ہو
اُٹھیں لئے ہوئے پیمانہ بادہ نوش کہن

یہ نیمہ رمضاں اور دم تسحّر ہے
چھلک رہی ہے گا ہونہیں میری نہر لبن

وہ والعطاش ہوں روزہ میں رکھ نہیں سکتا
چھکائے خوب سا جبتک نہ ساقی پُر فن

جو حکم ہو پئے ترویح قلب اہ و عظ
روانہ میکدہ کو ہوں کہ ہے وہی مامن

بسر ہو لیل مقمر کا آخری حصّہ
بزعم کاکل ساقی و عارض روشن

ہو جیسے پنبۂ مینا و آبگینۂ مے
سپیدۂ سحری ہے اُفق پہ یوں روشن

حجاب چرخ میں یہ ڈوبتے ہوئے تارے
فریب چشمک ساقی کے ہیں مُوزن

نسیم نافہ کشا کی وہ شوخی رفتار
چھلک رہا ہے ہر اک ساغر شراب کہن

وہ گمگائی ہے کشتی مے تھپیڑوں سے
دُوہائی ساقی کوثر کی تو ہی ہے مامن

وہ تازہ کاری بلبل وہ معتدل خنکی
وہ جلوہ ریزی شبنم گلوں پہ روغن

اُدھر نصیحت ناقوس ابن دُنیا کو
مکبروں کی صدا اسطرف بصوت حسن

جنھیں ہے مدنظر احترام شہر اللہ
چلے ہیں حجرو نمیں اپنے پئے ادائے سنن

چمک وہ دلمیں بڑھائی ہے خیط ابیض نے
کسیکی آنکھ کے ڈورے ہوں جیسے تاب شکن

گلوے صبح نے دی الصبوح کی آواز — ادھر اٹھائی صراحی نے خواب سے گردن
پڑھی بلہجہ قلقل معاد عاے سحر — ہوئی بنعرۂ یا مفزعی کشادہ دہن
دماغ ساقی مہوش بسائے دیتا ہے — وہ موج نکہت گلہاے تر کا بھیناپن
سہانا وقت وہ اور ہر طرف وہ سایا سا — وہ دلفریبی شام جوانی گلشن
چلایہ کہکے کسی چشم نیم واسے خواب — بناؤں طالع دشمن کو چلکے اب مسکن
کسی نے کیف جوانی کو اور تیز کیا — جما ہی لیکے پیا ساغر شراب کہن
حیات شمع کے رشتہ کو قطع کر اے صبح — شعاع مہر کی گلگیر ہو کشادہ دہن
ہوا بندھی نفس سرد صبح کی ایسی — بجھی پڑی ہے جہانمیں ہر ایک شمع لگن
سنا کے صبحکو منصب یہ شمع نے بخشے — کہ اب ہو میرے مناصب تو ہی جلوہ فگن
یہ کعبہ ہے یہ حرم اور یہ دیر یہ خلوت — یہ غازیان نبرد وفا کا ہے مدفن
وہ صبح جو ہے بنا گوش شاہد اسلام — وہ صبح نور گلوئے نگار سیمیں تن
وہ صبح ہے جزر کوہ جمال وجہ اللہ — ضیاے جبہۂ حیدر سے جو ہوئی روشن
اٹھو کہ وقت طرب خیز صبح آپہونچا — نظارہ رخ دلبر ہے سب سے مستحسن
ظہور فجر سے تا جلوہ ریزی خورشید — ہے خاص ساعت نجم صباح شاہ زمن
طلوع شمس سے ہے تا ذہاب حمرت شرق — جہاں میں ساعت مختصہ امام حسن ع

مشابہ اسد اللہ شبل ابن اللیث — نخست آل عبا عالم کتاب و سنن
نگین دوش نبی نقش اول سبطین — امیر ہر دو زمانہ خبیر سر و علن
مراد فاطمہ شہزادۂ امین وحی — ہے جسکی ذات امامت کا مرجع و مامن
ذکی و سید شبان جنت الفردوس — تقی و سبط امین عبر امام حسن
ترے ہی نور سے کامل ہوا مہ رمضاں — وگرنہ بدر تھا کب اسطرح سے جلوہ فگن
منور ایسا کیا تو نے قلب ماہ صیام — کہ جیسے کعبہ ولادت سے شاہ کی روشن
کھلا ہے اب وہ گل سرسبد امامت کا — بسا ہے نکہت ہستی سے جسکی یہ گلشن
ہوا ہے طائر سدرہ بھی آج نغمہ سرا — ہے شور شادی میلاد خاصۂ ذوالمنن
ہر اک طرف کو چراغاں ہے دار حکمت میں — چمک رہا ہے مسرت سے روے فخر زمن
ندا یہ آتی ہے مرحب کے کاسۂ سر سے — قوی ہوا ہے ید اللہ کا بازوے امین
چلیں کہاں ہیں تماشائیان جلوۂ دوست — ہوا ہے وقف نظارۂ کمال حسن حسنؑ
وہ آفتاب جمال ابو محمدؑ سے — حریم حضرت زہرا ہوا ہے سب روشن
ذرا کوئی ارنی گوئی طور سے کہدے — زمین مدینہ کی ہے رشک وادی ایمن
خدا کے نام سے مشتق ہے اسم پاک ترا — زمانہ کسلئے سمجھے نہ اسکو مستحسن
صباح دیدۂ یعقوب تو نے روشن کی — مٹائی تو نے نقوش سواد بیت حزن

تو ہی ہو زینت محراب زہدِ الدنیا
تو ہی ہو رونق سجادۂ رسولِ زمن

بہ رنگ خونِ شہیداں ہو نقشبند بہار
اُڑے جو تیرے غبارِ جہاد کا دامن

ہوئی ہے تجھ سے عیاں خرقِ عادتِ عیسیٰ
اُٹھے ہیں تیری زیارت کو مُردہ ہائے کہن

ہے تیرے ہاتھ میں تغییرِ صورتِ فطرت
کرے زمانہ میں عورت کو مُرد کوزن

تری نظر میں نقوشِ مصورِ الارحام
تری نگہ میں رموزِ کتابِ سرّ و علن

وفورِ عشق میں شق ہو گیا دلِ گوہر
صفائے حُسنِ کتابت تھا تیرا تابِ شکن

بضوفشانیِ اجزائے سودہ الماس
ہر ایک پارۂ دل تیرا ہو گیا روشن

زمانہ جسکو سمجھتا تھا دردِ دل کی چمک
وہی تھی اصل میں انوارِ خالقِ ذوالمن

حیاتِ سوزِ وہ تلخی کو زہ زہر آب
مذاقِ عشق میں تیرے تھی مثلِ شہد و لبن

ہر ایک لختِ جگر میں بہارِ گلشنِ قدس
وہ رنگ سبز ترا جسپہ زہر کھائے چمن

وہاں ملا ہے تجھے خلعتِ حیاتِ ابد
یہاں بزعمِ ہلاکت رہا دلِ دشمن

کروں ستایشِ مخدوم زادۂ قنبر
ہو نطق ناطقہ اب اس غلام کا الکن

مزین اب ہو قصیدہ بمہرِ حُسنِ ختام
کہ مستند ادبا میں ہو میرا طرزِ سخن

چلی ہی آتی ہے پیہم صدائے ادعونی
غریب ہاتھ اٹھا پیشِ خالقِ ذوالمن

نصیرِ ملتِ بیضا ظہیرِ دینِ خدا
جناب سیّد ناصر حسین فخرِ زمن

لہ اشارہ جانب مجدد الف ثانی

رہیں میان جہاں تا ظہور حجّتہ حق
بحق اول آل عبا امام حسنؑ

انقلابِ ہستی،

در بے ثباتی ہستی و حقیقت و موعظت و نصیحت و تخلص بمدح سبطِ اکبر

امام ہمام حسن ابن علی علیہما السّلام

ہوشیار و باخبر اے سرخوش عہد شباب
تا کجا نظارۂ نیرنگیِ دار الخراب

بے خبر! تو اہتمام زینت پیکر میں ہے
کہتے ہیں اعضائے بالیتنی کُنتُ تُراب

اُس صحیفہ میں کہاں پائیگا آیاتِ بقا
روز الٹتی ہے ورق جسکی ہوائے انقلاب

چرخ بحرِ قہقار سے پیدا نہو دوران سر
ہوش میں آ اے اسیر وضع دار الانقلاب

جلوۂ صبح کفن دکھلائینگے موئے سفید
جب محاسن سے اُٹھیگا پردۂ شامِ خضاب

تشنہ لب جاتا ہے غافل کس طرف دیوانہ وار
دیکھ یہ دریا نہیں ہے طلعت دشت سراب

ساز و سامان زمانہ سیمیائے وہم ہے
اعتباری ہے یہ سب مفہوم دار الانقلاب

کیوں یہ آنکھوں میں کھپا ہے جلوۂ دنیائے دوں
کیوں یہ کانوں میں بھرا ہے نغمۂ چنگ و رباب

دم انھیں آنکھوں سے نکلے گا ترا اے محو دید
عینک عبرت لگا کر دیکھ ہستی حباب

التہاب تشنگی نزع سے بچنا محال
کوئی شربت پی عرق پی یا کہ جام زہر آب

میں نے مانا تو ہے اپنے وقت کا اسفندیار
میں نے مانا تو ہے اپنے عہد کا افراسیاب

میں نے مانا تجکو ہے ہر فن میں کامل دستگاہ
میں نے مانا تو جہاں میں ہے کمالات انتساب

میں نے مانا عالم اعیان موجود است ہے
میں نے مانا فلسفۂ دانی میں تو ہے لاجواب

میں نے یہ مانا کہ منطق پر تجھے ہے وہ عبور
تو ہر اک ذرہ کو دعوے سے بنا دے آفتاب

میں نے یہ مانا کہ اپنی میں ریاضت تو نے کی
میں نے یہ مانا کہ اہل دل میں ہے نکتہ یاب

میں نے مانا تجکو علم منبسط میں ہے کمال
ہے مگر کچھ علم فرد موقف یوم الحساب؟

کیا بساط خاک پر بستر نہ ہوگا ایک دن
میں نے مانا تو ہے زیر خیمۂ زریں طناب

کیا نہ ہوگا کاسۂ سر تیرا اک دن کشکول گدا
میں نے مانا آج تو ہے خسرو مالک رقاب

خاک افشاں کل جدار قبر ہوگی فرق پر
آج سر پر چتر ہے مانند دو آفتاب

خانۂ وحشت میں کل تو ہوگا تنہا گوشہ گیر
ہیں ارا کین زمانہ آج ہمراہ رکاب

ہوگا اس چہرہ پہ تیرے خاک کا انبار کل
بار جسپر ہو تجھے اسوقت ہلکی سی نقاب

بیخبر سوراخ مورو مار ہونگی کل یہی
وہ تری آنکھیں جسے کہتے ہیں سب جام شراب

چار دن کی زندگی میں کھینچ کے ملتا ہی عبث
خیمہ ہستی کی تیری ٹوٹنے کو ہے طناب

عالم اسباب سے دل بستگی اچھی نہیں
گوش دل سے سن ذرا آواز عجّل فی الذہاب

کل تعفن ہوگی تجھ میں اور نہوگی کچھ خبر
آج تو ہوتا ہے نزلہ سونگھکر بوئے گلاب

تیری اسکی ایک منزل ایک بستر ہوگا کل
کیوں فقیروں سے ہی اے منعم تجھے آج اجتناب

یاد کر وہ وقت جب رگ کھینچے گی نزع میں
خیمہ ہستی گریگا ٹوٹ جائینگی طناب

راز ہستی کھولتی ہے ایک ہچکی نزع کی
فاش کر دیتی ہے عقدے گردش چشم پر آب

آئیگا ماتھے پہ تیرے جب پسینا موت کا
ہوگا ہر قطرہ میں اسکی روح کا لب لباب

ہچکیوں سے نزع کی کھلجائیگی ایک اک گرہ
کچھ خبر ہے عمر کے رشتہ کی اے مست شباب

ہر شکن ماتھے کی وقت نزع دیگی یہ خبر
شیشہ دل میں پڑے ہیں بال اے خانہ خراب

بند ہونگی جب تری آنکھیں تو کھلجائیگا یہ
دیکھتے تھے ہم جو اس دنیا میں وہ تھا صرف خواب

جسپہ نگار نگ تصویریں نظر آتی ہیں آج
یہ ورق اکدن الٹ دیگی ہوائے انقلاب

تختہ گور غریباں ہے کہ فرہنگ عدم
ہیں یہ لفظیں جم تھیں مجموعہ دار الخراب

خوان نعمت پر تری ہو دوغ و قیماق و شکر
دور صحبت میں ہو تیری دورہ جام شراب

ایک دن پینا ہے تجکو جام تلخاب فنا
شربت انگور پی یا جام مے یا قند آب

طعمۂ کرم لحد کل ہوگی تیری یہ زباں
یاد رکھنا اسنے نمک پروردہ ذوق کباب

قاتم وخز ہوکہ اطلس یا حریر و پرنیاں
سر سے پا تک اپنے پہنے تو جواہر کا ثیاب

تیرا خلعت اک کفن ہی اور ایک تخت الحنک
تیرا بستر ہی زمیں اور ترا بالش ہی تراب

وہ زباں جس سے کھلا کرتے تھے اسرار نہاں
وہ زباں جس سے ہوا کرتا تھا پیہم فتح باب

وہ زباں جو زندہ تاریخ ایک اس بنا کی تھی
وہ زباں جس سے ملے پیہم سوالونکے جواب

وہ زباں جس سے عیاں قدرت کے تھے جرّ ثقیل
وہ زباں جو تھی کلید گنج علم انتخاب

دو دو روح میں جو تھی سفیر سلطنت
عہد شاہنشاہ دل میں جو رہی نائب مناب

تھے بسائط میں ہوا کیطرح ناقد جسکے حکم
جسکے فرمان ہر قلمرو میں تھی جاری مثال آب

قلزم فانی میں اک موج خموشی آج ہی
کل اُسی سے اک جہاں تھا مستفید و بہرہ یاب

کیا نہیں آتا ہی تجکو یاد روز بازپرس
دینگے جسبدن تیرے اعضا و جوارح سب جواب

کوزہ گر کل خاک سے تیری بنائینگے ظروف
تو زر خالص کا استعمال کریا سیم ناب

قبر میں کسطرح دیکھیں اُن کو ہم پنبہ دہن
جن کی شمع نطق سے تھی بزم گیتی نور تاب

جب کبھی تجکو جنازہ کوئی آجائے نظر
یہ سمجھ لے اپنے دلمیں ہم بھی ہیں پا در رکاب

استخوانہائے شکستہ کو نہ ٹھکرا بے خبر
ہی کسی کے پیکر نازک کا جزو انتخاب

ساکنان خاک کی بستی حقارت سے نہ دیکھ
بے عدد تارے یہاں ہیں اور ہزاروں آفتاب

انسداد موت کا تجکو نہیں ہے اختیار
ہاں بنا سکتا ہے تو سدّ سکندر کا جواب

یہ مواقف وہ نہیں جسکی کرے گا شرح تو
ہیں عدم کی منزلیں کچھ اور ای خانہ خراب

ہے کمیں گاہ اجل سے بھی کوئی ناوک فگن
ہے کماں بروش اگر خمیازۂ جوش شباب

تیرا مبدا بھی عدم ہے تیرا مرجع بھی عدم
راستہ ہے درمیاں کا ایک دار الانقلاب

کارگاہ عالم ہستی ہے نسیج عنکبوت
بے ثبات و بے حقیقت ہیں سب تار و لعاب

ایک عنصر بھی نہ تیرا ساتھ دیگا بعد موت
آتش سوزندہ ہوگا یا دہوا یا خاک و آب

کیا تعجب ہے کہ غافل پردہائے خاک سے
موسم گل بنکے نکلے یہ ترا جوش شباب

سبزۂ نوخیز تیرے رخ پہ ظاہر ہے جو آج
کل نمو اسکا زمیں سے ہونہ ای خانہ خراب

صفحۂ خاکی پہ ہیں وہ لوگ اب خط غبار
کلک گوہر بار سے جنکے جہاں تھا بہرہ یاب

سنگ تربت کو پڑھو یا چہرۂ حسرت ہے یہ
دیکھو قبروں کو ہر اک انمیں سے ہے عبرت کا باب

کارنامہ ہے ہر اک ذرّہ زمیں کا بے خبر
جسکے سینہ میں نظر آتا ہے نور آفتاب

جوہری گر ہے تو اس گنج گرانمایہ کو دیکھ
اب کبھی ہونگے نہ پھر ایسے جواہر دستیاب

خاک کے طبقے میں ہے فہرست اسماء الرجال
دیدۂ عبرت نگہ سے دیکھ غافل یہ کتاب

پھر کریگا حشر میں تو اہل دنیا کا شمار
مجتمع ہونگے یہی ذرات جب روز حساب

حالت اقلیم عدم کی تجھ سے میں کیونکر کہوں
رہنے والے تو یہاں کے کچھ نہیں دیتے جواب

ذرہ ذرہ کو یہاں کے دیکھ کر حیراں ہوا
بول اُٹھا بیساختہ واں نہ شئی عجاب

موسم سرما جہاں ہے اور نہ فصل برشکال
یہ ہوائیں ہیں نہ یہ گرمی نہ ہے یہ التہاب

یہ تغیر وقت کا ہے اور نہ تبدیل شہور
دور گردوں ہے نہ سیارے نہ قرص ماہتاب

کہکشاں ہے اور نہ پرویں ہے نہ مریخ و زحل
زہرہ و برجیس و کیواں ہے نہ دور آفتاب

باد صرصر ہے نہ اس اقلیم میں بادنسیم
ہاں مگر جھونکے فنا کے آرہے ہیں بیحساب

طوطی شکر شکن ہے اور نہ دراج و ہزار
فاختہ ہے اور نہ قمری ہے نہ شاہین و غراب

یہ چمن ہیں اور نہ سبزہ ہے نہ ہے یہ مرغزار
یہ خیاباں ہیں نہ فوارے نہ جاری جوئے آب

کوئی قریہ ہے نہ قصبہ ہے نہ شہر ملک ہے
باغ و صحرا ہیں نہ ہیں وہ قصر ہائے لاجواب

کاخ ایواں ہیں نہ غرفے ہیں نہ ہیں وہ تا بداں
وہ سرا پردے ہیں وہ خیمۂ زرّیں طناب

سال شمسی ہے نہ فروردیں نہ ہے اردی بہشت
دن معیّن ہیں نہ فصلیں ہیں نہ ہے کوئی حساب

ہیں نہ یہ قالب نہ یہ قامت نہ یہ اندام ہیں
استخواں ہیں اور نہ اعضا ہیں نہ یہ قشر و لباب

کوئی حس ظاہری ہے اور نہ حس باطنی
دانش و بینش نہ یہ ہوش اور نہ عقل بکتہ یاب

ہیں موالید ثلاثہ اور نہ ہے وہ کیف و کم
وہ عرض ہے اور نہ جوہر ہے فضائل اکتساب

جنس حادی کا نشاں ہے اور نہ سافل ہے یہاں
منطق ارباب حکمت ہے نہ ہیں وہ شیخ و شاب

عاشقی ہو اور نہ اسکی جذبۂ طوفان خروش
وہ دل پُر حوصلہ ہو اور نہ وہ چشم پر آب

تو اگر پوچھے کہ پھر کیا ساز و ساماں ہیں یہاں
زندگی میں کوئی دیسکتا نہیں اسکا جواب

عالم اسرار کی باتیں بتا سکتا ہے کون
ختم کر بس یہ سخن واللہ اعلم بالصواب

خیر اکدن سب کو جانا ہی وہاں دیکھیں گے خود
ہاں مگر اسوقت اتنا تو ضروری ہی خطاب

جانیوالو یوں تو جاؤ نقش کچھ باقی رہیں
کچھ کرے تو یاد کوئی ساکن دار الخراب

کچھ تو اس دنیا سے حاصل ہو متاع زندگی
کچھ تو اس ہستی فانی سے کر تم اکتساب

نفس ہی جسم طبیعی کے لئے پہلا کمال
چاہیئے تکمیل اسکی ای کمالات انتساب

خود پرستی سرکشی غفلت عونت حرص و آز
نفس کو صحبت سے انکی چاہیئے ہے اجتناب

رجس اخلاق ذمیمہ سے ہو دامن پاک و صاف
نفس کو تیرے اگر ہی ذوق تحصیل ثواب

دل نے تیری سارے عالم کو تہ و بالا کیا
اک لہو کی بوند کا اللہ رے جوش اضطراب

خواہشیں اسکی ستم ہیں آرزوئیں اسکی قہر
دل جسے کہتے ہیں سینہ میں ہی وہ اک عذاب

روک اسکی خواہشوں کو اک ذرا اے دیدہ ور
دیکھ تو ہوتا ہی کن فعلونکا تجھسے ارتکاب

پھر نظر آئینگے راز پردۂ ہفت آسماں
تیری آنکھوں اٹھینگے جب یہ ساتوں حجاب

معرفت بو نصر کی تقلید سے ممکن نہیں
تجکو سم الفار ہی آب ہوائے فاریاب

دیکھ تو پھر حکمت یونانیان بے سواد
جمع کرکے مکتب توحید کا پہلے نصاب

دلمیں ہو تیرے تجلی فضائل کا ظہور
تا کہ ہو کاشانۂ اخلاق برج نور تاب

بار دنیا سے سبک کر روح پاکیزہ کو تو
چل نہیں سکتی ہے اب یہ ہر خلد ثواب

دیکھ سنتا ذرا پچھلے پہر کا بے خبر
ترک کر دے خاطر قدرت سے تھوڑی پر خواب

خلوت دل میں ذرا سجادۂ عرفاں بچھا
بند کر آنکھیں نظر آجائے راز احتجاب

آنسو ٹپکا اپنے رخساروں کو تر کر رات بھر
صبح تک پھولوں دنگے خوشبوئے گلاب

سونے والے اٹھ کہ ہے یہ نیمۂ ماہ صیام
ہو رہی ہیں دیکھ رندوں کی دعائیں مستجاب

دیکھ لے اٹھکر سواد لیلۃ القدر ای عزیز
بھول جائیگا کسیکی زلف کا پیچ و تاب

مشق کر اتنی کہ پیدا تجھ میں ہو روحانیت
پھر نزول روح تو دیکھے گا اے قدسی خطاب

آج دھو جائے گا تیرا نامۂ اعمال سب
اشک اگر نکلے بقدر ریشۂ پر دباب

ہے بقا اسکی مسلم اسکو پاکیزہ بنا
تو حدیث نفس کا قائل نہ ہو اے مکتساب

فلسفہ اپنے ائمہ کا ذرا دیکھ اے بصیر
پھر تری آنکھ نہ اٹھ جائینگے غفلت کے حجاب

چاہیئے اس نکتہ رس تقلید اخلاق حسن
سلسلہ سے دیکھ تو آئیں نسل بوتراب

ہو گیا ہے آج اس قانون اول کا نفاذ
شرع کی دنیا میں جسکا نام اخلاق انتساب

یاد تو ہوگا تجھے بھی وہ وضو کا واقعہ
کسطرح سکھلائے اک جاہل کو ارکان ثواب

جو سوانح پیش آئے ہیں امیر شام سے
اسکا ہر اک واقعہ ہے ایک اخلاقی کتاب

شرزہ شیر بیشہ حیدر حسن ابن علے
سرور عالم فروغ دودہ ختمی مآب

نور زہرا دیہیں فرزند ختم الانبیا
سبط اکبر سید سادات امت انتساب

تیغ تیری دشمنوں کیواسطے بئس المصیر
ذات تیری اہل عالم کے لیے حسن المآب

شاخص قامت سے تیرے قبلہ ایماں ملا
اور خم ابرو کو پایا طاق کعبہ کا جواب

مصحف ناطق تری اجزا میں سب کچھ ملگیا
پارۂ اول میں پایا معرفت کا سب نصاب

ہے تجھی سے فرع اصلاب رسالت کو نمو
بار ور نخل امامت تجھ سے اے عالی جناب

بائے بسم اللہ کے نقطہ سے نکلا ہے یہ خط
کیوں نہو پھر زینت پیشانی ام الکتاب

یہ بھی وہ خط ہے جو تھا سر لوح دیوان ازل
دفتر قدرت میں وہ نقطہ اگر تھا انتخاب

اے جزاک اللہ عزیز نکتہ پرور بس خموش
یہ قصیدہ ہے تیرا یا ایک اخلاقی کتاب

یہ قصیدہ ہے وظیفہ اہل عرفاں کیلئے
سبحہ صد دانہ ہے نظم عزیز نکتہ یاب

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

دلمیں ہو تیرے تجلی فضائل کا ظہور
تا کہ ہو کاشانۂ اخلاق برج نور تاب

بار دنیا سے سبک کر روح پاکیزہ کو تو
چل نہیں سکتی ہے اب یہ ہر و خلد ثواب

دیکھ سنتا ہے ذرا پچھلے پہر کا بے خبر
ترک کر دے خاطر قدرت سے تھوڑی پر خواب

خلوت دل میں ذرا سجادۂ عرفاں بچھا
بند کر آنکھیں نظر آجائے راز احتجاب

آنسو ٹپکا اپنے رخساروں کو تر کر رات بھر
صبح تک پھول اٹھیں گے خوشبوئے گلاب

سونے والے اٹھ کہ ہے یہ نیمۂ ماہ صیام
ہو رہی ہیں دیکھ رندوں کی دعائیں مستجاب

دیکھ لے اٹھکر سواد لیلۃ القدر اے عزیز
بھول جائیگا کسیکی زلف کا پیچ و تاب

مشق کر اتنی کہ پیدا تجھ میں ہو روحانیت
پھر نزول روح تو دیکھے گا اے قدسی خطاب

آج دھو جائے گا تیرا نامۂ اعمال سب
اشک اگر نکلے بقدر ریشۂ پرزباب

ہے بقا اسکی مسلم اسکو پاکیزہ بنا
تو حدوث نفس کا قائل نہ ہو اے مکتساب

فلسفہ اپنے ائمہ کا ذرا دیکھ اے بصیر
پھر تری آنکھ سے اٹھ جائینگے غفلت کے حجاب

چاہیئے ان نکتہ رس تقلید اخلاق حسن
سلسلہ سے دیکھ تو آئمہ نسل بوتراب

ہو گیا ہے آج اس قانون اول کا نفاذ
شرع کی دنیا میں جسکا نام اخلاق انتساب

یاد تو ہوگا تجھے بھی وہ وضو کا واقعہ
کسطرح سکھلائے اک جاہل کو ارکان ثواب

جو سوانح پیش آئے ہیں امیر شام سے
اسکا ہر اک واقعہ ہے ایک اخلاقی کتاب

شرزہ شیر بیشہ حیدر حسن ابن علے
سرور عالم فروغ دودہ ختمی مآب

نور زہرا و بہیں فرزند ختم الانبیا
سبط اکبر سید سادات امامت انتساب

تیغ تیری دشمنوں کیواسطے بئس المصیر
ذات تیری اہل عالم کے لیے حسن المآب

شاخص قامت سے تیرے قبلہ ایماں ملا
اور خم ابرو کو پایا طاق کعبہ کا جواب

مصحف ناطق تری اجزا میں سب کچھ ملگیا
پارۂ اول میں پایا معرفت کا سب لباب

ہے تجھی سے فرع اصلاب رسالت کو نمو
بار ور نخل امامت تجھ سے اے عالی جناب

بائے بسم اللہ کے نقطہ سے نکلا ہے یہ خط
کیوں نہو پھر زینت پیشانی ام الکتاب

یہ بھی وہ خط ہے جو تھا سر لوح دیوان ازل
دفتر قدرت میں وہ نقطہ اگر تھا انتخاب

اے جزاک اللہ عزیز نکتہ پرور بس خموش
یہ قصیدہ ہے تیرا یا ایک اخلاقی کتاب

یہ قصیدہ ہے وظیفہ اہل عرفاں کیلئے
سبحہ صد دانہ ہے نظم عزیز نکتہ یاب

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

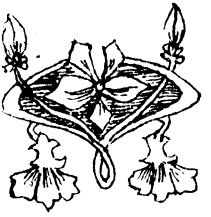

نفسِ مطمئنّہ

در اثباتِ طمانیت مظلوم کربلا

عبرت سے دیکھ صفحۂ صحرائے کربلا
ہے دفترِ مکارمِ اخلاقِ مصطفا

وہ کربلا کہ جسکے ہر اک ذرّہ سے عزیز
تاباں ہوئی ہے حکمتِ اشراق کی ضیا

تکمیلِ علمِ نفس جو منظور ہے تجھے
اُس نفسِ مطمئنّہ پہ کر غور اک ذرا

اعراض جسکے معجزۂ افعال جسکے کشف
تقریر جس کی وحی خداوندِ کبریا

ہر فعل جسکا ہے سبق آموزِ معرفت
ہر کام جسکا باعثِ خوشنودیِ خدا

کردیوں کی عقل بھی حیران ہوگئی
روحانیوں سے بھی نہ وہ کام کیا

اے مستِ ذوقِ فلسفۂ عشقِ سرمدی!
ہوتے ہیں اسکی راہ میں دیکھ اسطرح فنا

ایسا سنا ہے تو نے کہیں جذبِ باطنی؟
دیکھے ہیں اسطرح کے کہیں صادقِ الولا؟

اللہ رے اُنکا نورِ مجرد سے اتصال
قلب و دماغ عالمِ انوار بنگیا

دیکھ اسکا نام صبر ہی کہتے ہیں اسکو ضبط — جبر ایسے اختیار پہ کرنا محال تھا
گیتی تمام قبضۂ قدرت میں جسکے ہو — وہ اور تشنہ لب ستم ای چرخ پر دغا
دنیا میں دیکھ قطع علائق ہی اسکا نام — کرتے ہیں دو قلب سے یوں حب ماسوا
ہے جستجوئے ماہیت عشق گر تجھے — کر شرح ذرہ ہائے بیاباں نینوا
وقف بلائے عشق کرے اپنے دل کو جو — جانے وہی حقائق علوی کی انتہا
اللہ رے تاب ضبط و توانائی شکیب — جز و ضعیف ایک یہ دل و پہ یہ بلا
جو معرض وقوع میں آیا حسین سے — ہرگز نہ تھا یہ فطرت انساں کا مقتضا
مافوق طاقت بشری تھا ہر ایک فعل — اللہ یہ متابعت حکم کبریا
گر شہوت و غضب کو کرے عقل کا مطیع — بہتر ملائکہ سے ہے وہ نفس باصفا
تکلیف تیرے نفس پہ ہی سعی و اجتہاد — لیکن ملائکہ کو یہ زحمت نہیں ذرا
تجکو قسم ہے خلق محمد کی اس طرح — کون امتحان نفس ثابت قدم رہا
گزرے ہیں گو بہت سے حوادث جہان میں — جب سے ہوئی ہی عالم و آدم کی ابتدا
پھر ہو گا لطف سیر شبستان معرفت — مصباح نفس ناطقہ روشن تو کر ذرا
دیکھے گا تو حقیقت حقہ کا حال پھر — آنکھو میں اپنی سرمۂ خاک شفا لگا
معلوم ہو گا پھر تجھے پوچھینگے تجھسے ہم — دیکھے ہیں اسطرح کے کہیں عبد حق نما

مجبوری حسین وہ سربستہ راز ہی
عارف جو ذات کا ہی وہی کچھ ہی جانتا

ظاہر ہوئی ہے جسکے کمالات نفس سے
تفسیر خرق عادت و اعجاز انبیا

وہ نفس مطمئنہ کہ جس پر جہاں میں
جتنی مصیبتیں تھیں ہوا سب کا خاتما

کیا پوچھتا ہے علم سیاست کا اسکی حال
عاجز ہے جسکے درک سے یہ عقل نارسا

کی ہے اُسی نے تو عملی درسگاہ میں
اخلاق کے تمام مطالب کی ابتدا

اُسکی شجاعت اسکی سخاوت پہ کر نظر
نوشیروان و حاتم طائی کا ذکر کیا

کیا پوچھتا ہی اُسکی شجاعت کے معرکے
رستم کا تذکرہ ہے جہاں ننگ و ناروا

اسطرح جو جہاں میں کسی کے لیئے مٹے
ایسے بشر کی ذات کو کیونکر نہ ہو بقا

ہوتے نہ کیوں خلافت باری کے مستحق
تھی ان کی ذات مظہر انوار کبریا

ہر زخم کو سمجھتے ہیں گلزار معرفت
ہر داغ دل کو جانتے ہیں گلشن وفا

کیا کم ہے اُنکے مشہد و تربت کا یہ شرف
ہے منزل ملائکہ عرش کبریا

نفس حسین کھینچ رہا ہے دلوں کو یوں
کرتا ہی جذب کاہ کو جس طرح کہربا

عاشور کو وہ چہرے پہ آثار انبساط
اللہ رے شوق وصل خداوند کبریا

اُسکی ضریح کعبہ و جدان شرع ہی
کیونکر کریں طواف نہ ارواح انبیا

ہاں اے شریک مجلس ماتم بتا مجھے
ہوتا ہے کون دوسرے پر اسطرح فدا

غافل ذرا تصوّر ساز فرج سے کام لے
آنکھوں کو بند کر کے ذرا دیکھ ماجرا

ہر ایک ذرّہ دشت کا کیسا ہے مضطرب
اُبلا ہے خون ناحق مظلوم کربلا

اس سرزمین کو غور سے دیکھ اے فنا پذیر
ہے تجھکو کارنامۂ عبرت جو دیکھنا

لاشوں کے ڈھیر کشتوں کے انبار ہر طرف
وہ جلتی جلتی ریت وہ میدان کی ہوا

بیسر پڑے ہیں جسمیں جوانان ہاشمی
رگ رگ میں جوش زن جو لہو تھا وہ بہ گیا

ہر موجۂ سموم سے اس دشت پہن میں
آواز آ رہی ہے کہ یا دافع البلا

اللہ میرے ہی یہ سماں کون سا سماں
دل خون ہو کے دیدۂ تر سے نکل پڑا

وہ سر جو اک خزینۂ اسرار وحی ہے
ہے پیش تخت سلطنت زادۂ زنا

ناگفتنی ہیں واقعے جو دیکھتا ہوں میں
یہ کیا دکھا رہا ہے مجھے اے مرے خدا

جل جائے یہ زبان اگر کچھ بیان کروں
ہو خونچکاں دہن جو کروں شرح ماجرا

صورت گر خیال کے ساماں پہ تھی نظر
ناگاہ آئی گوش تصوّر میں یہ صدا

یہ سب ہے رستگاری اُمت کا ساز و برگ
یہ سب ہے کیا نمائش اخلاق مصطفا

اپنے ستون قامت و اعجاز نفس سے
مضبوط کی ترقی اسلام کی بنا

ناقص تھی بس تمدن اسلام کی کتاب
ہوتا اگر نہ واقعۂ عرض کربلا

تو نے کیا ہے اُمت احمد کو رستگار
یا سیّد البریۃ روحی لک الفدا

خورشید جہانتاب

اظہار موسم گرما و تخلص بمدح خامس آل عبا

مجمر چرخ مجدد کی ہے یہ کیفیت
آخر گیر تا بندہ سے ہے شعلہ صفت

خسرو مہر ہے کاشانۂ جوزا میں مقیم
آجکل طبع حرارت میں بڑھی ہے جودت

مہر ہے گرم رو دائرۂ نصف نہار
ہوتی جاتی ہے حرارت کی جہانیں کثرت

امتیاز اب کرۂ نار و زمیں میں نہ رہا
مرکز چرخ میں اس درجہ بڑھی ہے حدت

وقت وہ ہے کہ سوا نیزہ پہ ہے مہر مبیں
اب ہے معمورۂ گیتی کی دگرگوں حالت

ہے پر شعلہ ہر اک بادکش موج نسیم
جوف عالم میں حرارت کی ہوئی یہ شدت

سرد ہے گرمی آتشکدہ دوزخ بھی
دیکھ کر عالم امکاں میں فروغ حدت

آتشی طبع زمانہ ہوا رفتہ رفتہ
بسکہ مانند طبیعت ہے قیام عادت

ارض سے اٹھتے ہیں صاعد جو بخارات کثیف
بنتے ہیں شعلہ جوالہ بزور حدت

جوشِ گرمی سے بڑھے ہیں حرکاتِ نفسی
ہر طبائع میں فزوں حزن و غضب کی حالت

کیوں نہ بیربط ہو شیرازۂ نظمِ عالم
معتدل ہیں نہ عناصر نہ قویٰ میں صحّت

خطِّ حسن میں اک آگ لگی ہے دیکھو
گرمیٔ جوشِ جوانی پہ ہے دُونی حدّت

شمعِ عارض ہے ادھر جلوۂ فروزگیتی
اُسطرف مہر جہانتاب کی ہے اک شہرت

پرتوِ حُسن نے روشن کیا کاشانۂ عشق
مہر نے خیمۂ اطلس میں دکھائی طلعت

مہر ہے شوق تقابل میں ادھر سرگرداں
قول ادھر جلوۂ رُخ کا کہ خدا کی قدرت

دوپہر کو وہ اُدھر خسرو خاور کا عروج
اسطرف جوشِ جوانی پہ بکھری رنگت

سرخ خورشید سے واں معجرِ گلدوز رہی
وا یہاں ہونے لگی بندِ قبا عقدہ صفت

آبرو قطرۂ شبنم کی کشش سے ہے اُدھر
کھنچ رہے ہیں دلِ ادھر حُسن میں ہے یہ قوّت

اُسطرف مہر نے پختہ کئے اثمارِ نہال
حُسن نے تازہ کئے میوۂ نخلِ قامت

آتشِ عشق نے عشاق کو بس پھونک دیا
تھی ادھر حُسن اُدھر مہر میں کی حدّت

صاعقہ زار تھے مدّت نسیمِ انفاس
دل جگر کی یہ حرارت سے ہوئی تھی حالت

دیکھئے تو نفسِ گرم کی آتش خیزی
مثلِ شعلہ کے زبانکو ہے دہن میں حرکت

تپ لرزہ ہے صفت تختہ مس گرمی سے
اک ذرا چرخ مقرنس کی تو دیکھو رنگت

جاتے ہیں آتشِ یاقوت کے شعلے تا چرخ
تفتگی سے یہ معادن کے ہوئی کیفیت

لبسکہ ہر جسم دہکتا ہے بسان اخگر
جوہر روح اُڑا جاتا ہی سیماب صفت

سایہ ہر شخص کا تیزی حرارت سے سیاہ
شعلۂ خیزی سی ہر اک جسم میں جوش حرمت

سال شمسی کا پتہ دفتر عالم میں نہیں
مہر کے گرد زمیں کو جو نہیں اب حرکت

کیا تعجب ہی کہ ہو موم دل ہر جوہر
آجکل آئینہ دیکھے جو کوئی مہ طلعت

خشک سب جوش تمازت سے ہوا شکل سراب
عنصر آب کی بدلی ہوئی ہی ماہیت

مسکن آب ہوا خوف سے تہ خانہ خاک
ابر دریا پہ گھرے ہیں بخیال رحلت

مہر نے چرخ چہارم پہ چھپایا منھ کو
اللہ اللہ یہ گرمی یہ فروغ حدت

بڑھگئی آبلہ چرخ میں اسدرجہ تپک
بیقرار ایسے سکوں سکو نہیں اک ساعت

ڈالیے دانہ گندم تو بھنا جاتا ہے،
مثل گلخن کے ہوئی سطح زمیں کی صورت

چھوڑی گھبرا کے فرشتوں نے طناب خورشید
تاب کے صبر و تحمل کہ نہیں ہے طاقت

سب کے تھی پیش نظر گرمی روز عاشور
جب رخ مہر نے کی جانب دنیا رجعت

دیکھ کر یاس ہر اک فرد بشر کی سب کو
یاد ہے تشنگی سبط نبی کی شدت

تین دن جسکو نہ اعدا نے پلایا پانی
ہوگئی پیاس سے جس کی کہ دگرگوں حالت

خامس آل عبا سبط رسول الثقلین
سید و سرور شبان ریاض جنت

وہ حسین ابن علی جس کو ید قدرت نے
خلعت صبر پنھایا تھا بروز فطرت

یا حسینؑ ابن علی آپ نے وہ صبر کیا
ہوگئی جس سے ملائک کو فلک پر حیرت

خاتمہ آپ پر اخلاق محمدؐ کا ہوا
عرض اسوقت کروں آپکی میں کون صفت

زہد وہ زہد کہ ہے عقل ملائک حیراں
شمر سینہ پہ ہے اور آپ ہیں محو طاعت

خنجر ظلم کجا اور کجا جبل دید
کچھ خدا کا بھی کیا خوف نہ اے بدطینت

صبر وہ صبر فرشتوں کے بھی دل چھوٹ گئے
رحم وہ رحم کہ قاتل پہ بھی اپنے شفقت

علم وہ علم کہ تصدیق کو جس کی کافی
کی امامت نے بصد فخر و تمنا بیعت

ضبط وہ رنگ بھی چہرہ کا بدلنے نہ دیا
روز عاشورہ تھا رخسار پہ جوش حمرت

زور وہ زور جو میراث میں آیا انکی
صرف فرزندی حیدر ہی دلیل قوت

بیکسی وہ کہ کہا میں ہوں قتیل العبرہ
ذکر میرا جو کرے اُسپہ ہو طاری رقت

ناخدا وہ کہ سہے ظلم کٹایا سر کو
نہ مگر ہونے دیا غرق جہاز امت

بخدا آپ نے وہ کام کیا ہے شاہا
آجتک جس سے ہے اسلام کی شان و شوکت

صبغۃ اللہ کی بنیاد نہ قائم رہتی
گر یزید ستم آرا سے یہ کرتے بیعت

سر نجم فلسفی عقل ہے مانند حکیم
دیکھ کر آپ کے اسرار کتاب حکمت

کون جز آپ کے ہے جوہری اہل وفا
کون دے گا گہر اشک عزا کی قیمت

دامن فاطمہ پر لوٹتے ہیں طفل شیرخ
رونے والو یہ مقدر ہے تمہاری قسمت

جسنے قائم کئے دنیا میں عماد الاسلام
کیوں فلک بہر نماز آج نہ مانگے مہلت

سر تھا نیزہ پہ مگر وردِ زباں سورۂ کہف
اللہ اللہ یہ عبادت یہ وفورِ طاعت

بزمِ میخوار میں استادہ رسن بستہ ہوں
اہلبیت نبوی کی تھی یہی کیا عزت ؟

کربلا میں نہ کوئی آپ پہ کرتا تھا سلام
کیوں فلک سبطِ پیمبر کی یہی تھی حرمت ؟

مقتضا حلقہ بگوشی کا یہ ہے اب شاہا
ہم کریں آپ پر اسوقت سلام رخصت

السلام اے درِ اکلیل سرِ مجد و علا
السلام اے گہر افسر فرق رفعت

السلام اے خضر جادۂ تسلیم و رضا
السلام اے سبق آموز کتاب و سنت

السلام اے خلف غالب کل غالب
السلام اے پسر سیدۂ ذی رتبت

السلام اے شہ مظلوم کہ جسکی آواز
سنکے بیتاب تھے اموات بقصد نصرت

جوشِ زن کب ہے عبث زیرِ زمیں آبِ زلال
ڈھونڈھتا ہے یہ شہیدانِ وفا کی تربت

کیا صفت آپکے زوّار کی تحریر کروں
جنکا ہر ایک قدم طاعت رب العزّت

ہر نفس رشتۂ تسبیح جناب زہرا
قطرۂ اشک وہ موتی کو ہو جس سے خجلت

جسنے عالم میں کیا طوف ضریح اقدس
سچ ہے قابل ہے قسم کھانیکے اُسکی قسمت

ای خوشا بخت و زہے طالع فرخندہ نہاد
جسنے دنیا ہی میں کی سیر بہار جنت

دل زائر سے وہ ہنگام طرب خیز نہ پوچھ
دور سے جب نظر آتی ہے کلس کی طلعت

دیکھ چہرہ پہ وہ سُرخی وہ تعلّق دل کا
پوچھ اسباب زمانہ سے نہ اسکی نفرت

تاج شاہی ہو تو قدموں سے اُسے ٹھکرا دے
گنج قاروں ہو تو اُسوقت وُہ بھیجے لعنت

کفش بردار ہو غفور تو جھنجھلا کے کہے
چھوڑ میں بندۂ دنیا سے نہ لو نگا خدمت

شب اول کو بعینہ وہی حالت طاری
منتظر کو جو ملے وصل کی شب میں لذّت

اقتضا شوق کا یہ ہو کہ زیارت ہو جائے
تاب نظارہ یہ کہتی ہو کہاں یہ طاقت

عشق کہتا ہے کہ مر جائیے روتے روتے
دیکھنا ہے ہمیں اندازۂ جوش ہمت

جوش کہتا ہو کہ اب جان کو صدقے کر دو
مدّعا شوق زیارت کا کہ وقت رخصت

ضبط کہتا ہو خموش اودل آشفتہ مزاج
دیکھ تو لے کہ نہ رہجائے تجھے کچھ حسرت

بخت کہتا ہو کہ خود اپنی بلائیں لیلو
مجھ سا نا چیز کہاں اور کہاں یہ نعمت

ہوش کہتا ہے سنبھل لغزش مستانہ سے
نشہ کہتا ہو کہ ہے ابتو عجب کیفیت

عقل کہتی ہے الٰہی یہ جگہ کون سی ہو
دل پہ قابو نہ رہا اُف ری مری محویت

بس عزیز اب نہیں زیبا ہو بہت طول مقال
مرحبا خوب طبیعت کی دکھائی جودت

بس بس اے کلک نہ کر زمزمہ سنجی اتنی
لکھ سکے مدح امام دوسرا کیا طاقت

بس زیادہ نہ بڑھ او خامۂ از خود رفتہ
اس بیاباں کی معلوم ہو کسکو وسعت

ہرزہ گوئی ہو یہاں لاف و گزاف دانش
لغو ہے ترجمت فہم و عنر فطنت

ثبت کر صفحۂ قرطاس پہ بے نقش سکوت | کر دعا حق سے ملی ہے تجھے اچھی ساعت
یا الٰہی رہے جب تک کہ غم سبط نبی | دل میں شیعوں کے زمانہ میں بعیش و عشرت
لب پہ جنبک کہ رہے نالہ و فریاد کا غل | اور بہے آنکھوں سے خونابۂ اشک حسرت

سر پہ شیعوں کے رہیں سایہ فگن ناصر دیں،
ایۃ اللہ علی الخلق معین الملت

سلک گہر

در تہنیت ولادت حضرت سبط اصغرؑ

یہاں تک باطنی جذبوں میں قوت ہونیوالی ہے
بعینہ میری صورت انکی صورت ہونیوالی ہے

کشش مرکز کی شمع سوز دل کو بھی بجھا دیگی
کہ سرد اب آتش دوزخ کی حدت ہونیوالی ہے

نصیحت گر سہی لیکن میں کیوں تبلاؤں نام اس کا
سمجھتا ہوں کہ عالم سے رقابت ہونیوالی ہے

جدائی میں کسی کی جس قدر تکلیف اٹھائی تھی
وہی تکلیف مجکو خواب راحت ہونیوالی ہے

وہ آہ نارسا جو مدتوں ٹکرائی گردوں سے
وہی دیکھو کمند جذب وحدت ہونیوالی ہے

وہ آنکھیں روتے روتے ہجر میں پتھرا گئیں تھیں جو
سپیدی اب انھیں کی صبح عشرت ہونیوالی ہے

وہ آنسو ہجر میں جو بے محل ضایع کئے میں نے
انھیں اشکوں کی دیکھو اب ضرورت ہونیوالی ہے

نکلتے ہیں جو پیہم میری چشم گوہر افشاں سے
وہی موتی ہیں اور تجویز قیمت ہونیوالی ہے

وہ میرے ہاتھ جو ٹوٹے تھے شغل ماتم دل میں
انھیں ہاتھوں میں پھر قوت و دلیعت ہونیوالی ہے

وہ میرا ناز پرور دل جو کل تک مجھ سے روٹھا تھا
اسی سے آج پھر مجھ سے رفاقت ہونیوالی ہے

کہاں تک سعی درماں تو بھی تو رنج ہو گیا آخر
نہ گھبرا چارہ گر اب تجکو مہلت ہونیوالی ہے

جنھیں دعوے تھا مارا میرا پانی پی نہیں سکتا
اُنھیں بھی دیکھ کر اسوقت حیرت ہونیوالی ہے

کوئی دینے کو ہے اک ذرّہ خاک شفا اُسکو
مریض عشق کو دم بھر میں صحت ہونیوالی ہے

دل بیمار وہ رشک مسیحا آج آئے گا
شفائے دردمنداں جسکی تربت ہونیوالی ہے

حسین ابن علیؑ یعنے مسیحا دین احمدؐ کا
کہ جسکے دم سے معراج شہادت ہونیوالی ہے

لکھوں گا آج کچھ اشعار فطرس کے نئے پر سے
کہ پھر معجز نما میری طبیعت ہونیوالی ہے

نبی معراج میں دو گو شوارے دیکھ آئے تھے
اُسی اجمال کی آج اب صراحت ہونیوالی ہے

عیاں آثار وضع حمل ہیں صدیقہ کے رخ سے
نبی زادے کے گھر میں بزم عشرت ہونیوالی ہے

رُخ اُم الکتاب آئینہ زار نور وحدت ہے
کہ نازل مصحف ناطق کی آیت ہونیوالی ہے

ادائے شکر نعمت میں حضور خالق داور
جبین پاک زہرا وقف طاعت ہونیوالی ہے

گلے مل ملکے کہتے ہیں نصیری آج آپس میں
علی اللہ کے گھر میں ولادت ہونیوالی ہے

مدینے میں ہے غل اور دوسری تو مونمیں چرچا ہے
کہ ناجی اب رسول اللہ کی اُمت ہونیوالی ہے

حریم مرتضیٰ میں آج وہ مولود آئیگا
نگہ جس کی چراغ افروز قدرت ہونیوالی ہے

گرا پڑتا ہے بیتابی سے پروانے پہ پروانہ
کہ روشن شمع ایوان رسالت ہونیوالی ہے

غذا پائے گا جو انگشت ابہام محمدؐ سے
اُسی بچے کی دنیا میں ولادت ہونیوالی ہے

مقدر سے نبی تھی جو کہ دایہ سبط اکبر کی
وہی بنت عمیس اب وقف خدمت ہونیوالی ہے

زمانہ آرہا ہے دیکھ کامل حق پرستی کا
تہ محراب خنجر اب عبادت ہونیوالی ہے

دل بیتاب لے صحبت سے اُسکی کچھ سبق تو بھی
کسی میں صبر کی قوت ودیعت ہونیوالی ہے

اُسے ہمراہ اے جبریل لے لینا جزیرہ سے
کہ یادر آج فطرس کی بھی قسمت ہونیوالی ہے

وہ دریا بذل کا ہے جوش زن آغوش زہرا میں
کہ سائل جسکے در پر خود سخاوت ہونیوالی ہے

مساکین عرب کے اب وظیفے کھلنے والے ہیں
فقیروں کے لئے پھر وقف دولت ہونیوالی ہے

نواسہ رحمۃ للعالمین کا آج آئے گا
مدینے کی زمیں آغوش رحمت ہونیوالی ہے

ثواب حج ملے گا ہر قدم پر زائر آئیں تو
کہ آباد اب زمین دشت غربت ہونیوالی ہے

رسول محترم یہ کہہ کے منھ پر پیار کرتے ہیں
اسی کی نسل سے میری حکومت ہونیوالی ہے

وہ سید آج پیدا ہوگا گلزار نبوت میں
جوانی پر تصدق جس کی جنت ہونیوالی ہے

چُساتے ہیں زباں ہر روز اس مولود کو احمد
امامت میں مشارک اب نبوت ہونیوالی ہے

ستارہ اوج پر آیا ہے بخت شہر بانو کا
زمیں فارس کی پھر زیر حکومت ہونیوالی ہے

مبارک امراء القیس اب وہ رب البیت آتا ہے
ربابہ کی بھی یاد رجس سے قسمت ہونیوالی ہے

لکھی ہے اُسنے دستاویز بخشش خمن ناحق سے
گنہگاران اُمت کی شفاعت ہونیوالی ہے

لگائی جائینگی اب لولو و مرجاں کی قندیلیں
سجاوٹ تیری پھر سے شہر حکمت ہونیوالی ہے

فقاہت کا گرانمایہ لقب دیگا کوئی آکر، حبیب ابن مظاہر سے رفاقت ہونیوالی ہے
پیمبرؐ کو کوئی نماز آفریں مرکب بنائیگا کسی کی مسند اب مہر نبوت ہونیوالی ہے
امام بندہ پرور ہے یہ تسبیح امامت کا اسی سے منتہی نسل امامت ہونیوالی ہے
سیاہ ہوگا پر جبرئیلؑ کے تاگے سے جو حلّہ اسی حلّہ سے اک پیکر کی زینت ہونیوالی ہے
بنی نجّار کے باغوں میں تنہا کوئی سوئیگا موکل ہیں فرشتے اب حفاظت ہونیوالی ہے
بشکل دجیہ کلبی کوئی خادم پھر آئے گا کہ یاور قسمت اثمار جنت ہونیوالی ہے
عزیز اب زندگی دشوار ہے کیوں کہدیا مجھ سے زمین کربلا پر تیری تربت ہونیوالی ہے
جنون عشق میں پھر سوتے سوتے چونک اٹھتا ہوں یقیں ہے پھر مجھے کوئی بشارت ہونیوالی ہے
چمک اٹھنے لگی روزہ کے پھر درد محبت کی تعجب کیا ہے حضرت کی زیارت ہونیوالی ہے
قصیدہ سنکے کردٹ لی کسی نے گنج تربت میں بہت جلد اب سوارت میری محنت ہونیوالی ہے

غبار پردۂ باطن کو دھو اشک ندامت سے
کہ شامل سجدہ گہ میں تری طینت ہونیوالی ہے

۱۳ شعبان ۱۳۲۰ھ یوم پنجشنبہ

سجادیہ

در مدح حضرت سید الساجدین ؑ

عابد شب زندہ دار ماہ با حسن یقیں
آگیا ہے اپنے سجادہ پہ اے اہل زمیں

لو سب ارکان وضو سے بھی فراغت ہو گئی
آفتابہ لیکے مغرب کو چلا مہر مبیں

کہکے اللھم بیض یوم تسود الوجوہ
رخ پہ ڈالا چشمۂ خورشید کا مامعیں

آتے ہی عابد کے جو ساز طرب تھے اٹھ گئے
رقص زہرہ تھا نہ جوزا کی صدائے دلنشیں

سب سے پہلے دست بوسی کو بڑھا کف الخضیب
بہر تعظیم اپنی جا سے اٹھے سیارے کہیں

عقد پروین ذریں ذی پردئی اکطرف تسبیح نور
لکھنے بیٹھا ہے عطارد شرح قرآن مبین

سلک انجم نے منظم کی ادھر نظم صفوف
دی اذاں قاضی ذی گونجا گنبد چرخ بریں

ہو رہی ہے شش جہت میں سب کو تاکید نماز
اپنے محور پر ثوابت تک جھکائے ہیں جبیں

قاضی گردوں ادھر ہے حاکم دار القضا
ہو رہا ہے امر بالمعروف رب العالمیں

پوچھتا پھرتا ہے ہمراہی میں جلاد فلک
کتنے عالم میں کیے ہیں ترک آج احکام یں

درخورِ بزمِ عبادت کب تھا ہندوی فلک
اس سبب سے ہوگیا مجبوس چرخِ ہفتمیں

رجم کرتا ہی شہابِ ثاقب اس اندازسے
ہی طلسمِ قہر میں مسدود شیطان لعیں

جسطرف دیکھو صدائے تکبیر اور تہلیل کی
بن گیا چرخِ مکوکب رکشِ عرشِ بریں

بڑھ گیا ہے اسقدر حسنِ عقیدت ماہ سے
مرجعِ اہلِ سموات اب ہے چرخِ اولیں

نور تو دیکھو کہ سب عالم منوّر کردیا
زرد ہی گو ضعف سے چہرۂ رنگِ یاسمیں

آخر افراطِ عبادت سے ہوا گھٹکر ہلال
جھک گئی پشتِ اسقدر سجدہ میں رکھی ہی جبیں

یہ نشانِ سجدۂ روشن اُسکی پیشانی پہ ہی
جسکو سمجھے ہیں کلفِ دھو کے سے ہم اہلِ زمیں

کچھ نہیں عابد کو اپنی حفظِ صحت کا خیال
دلمیں خدامِ ادب کے یہ تصوّر جاگزیں

رکھیں گوشہ میں مسہری اک بناتُ النعش کی
جب ریاضت سے بہت خستہ ہو راحت لے وہیں

کی ہوائے شبنمی نے سبحہ گردانی شروع
یہ اشارہ دیکھ کر اُٹھنے لگے اہلِ زمیں

کچھ جماعت میں شریک آکر ہوئے ہیں باوضو
منتظر ی جو ہیں مصلّے اُنکا بچھا ہی وہیں

اکطرف کس شان و شوکت سے امامت کے لئے
کہہ کے یا اللہ اُٹھا زاہد مسجد نشیں

کہہ کے زاہد سے کہ شب ہوتی ہی راحت کے لئے
لیکے انگڑائی چلے بستر پہ سونیکو حسیں

اُسطرف ہی حسن کی محفل میں سامانِ نشاط
اِسطرف مصروفِ طاعت زاہدِ غفلت گزیں

گوشۂ غفلت کی زینت ایک سجادہ یہاں
واں کسی کی بزمِ لعبت خانۂ اقلیم چیں

یاں ہی شغل سبحہ گردانی حضور قلب سے
حلقۂ گیسو میں وہ گنتے ہیں دلہائے حزیں

اسطرف خوف الٰہی سے ہے دوزخ کا خیال
اسطرف سوز غم عاشق سے دل اندوہگیں

عاقبت کی فکر میں یاں گریۂ بے اختیار
سوچکر انجام عاشق واں ہنسی رکتی نہیں

انما الاعمال بالنیات اُدھر زاہد کا قول
اسطرف یہ فکر نیت میں خلل آئے کہیں

یاں نشان سجدہ سے چہرہ کی رونق ہی ہے اور
خال اُدھر ہی غیرت افزائے عذار آتشیں

اُسطرف اک شمع ہے وحدت نمائے کبریا
نازیکتائی میں ہے یاں جلوہ برق آفریں

سورۂ واللیل کی تفسیر اُدھر پیش نظر
نیند میں کھبری یہاں چہرے پہ زلف عنبریں

واں کھلا ہی تھا صحیفہ حضرت سجاد کا
لیس بلائیں سُنکے یاں نام امام المتقیں

وارث علم لسان اللہ علی ابن الحسین
بوالائمہ سید السادات زین العابدین

سرگروہ شجرۂ انساب اصحاب کسا
یادگار پنجتن ابن امیر المومنیں

مطلع

سارباں عترت اطہار بیمار حزیں
ابو محمد سید سجاد امام العارفین

زیب اورنگ امامت بار یاب بزم قدس
خسرو کشور ستان شرع راس المتقیں

دختر شاہنشہ فارس کے فرزند سعید
جسکے ہی زیر حکومت سرحد دنیا و دیں

حاجب اجلال رو کے اک کمینہ جانکر
گر کرے طوف سرادق روح پور آبتیں

اے خوشا طالع وہ آقا ہمکو قسمت سے ملا
موقف رفعت پہ جسکے جبہہ سا روح الامین

کر رہا ہے رنگ رخ نقش و نگار بزم قدس
آپ مصروف وضو ہیں یا امام العارفیں

آگ ہے گھر میں لگی ہر سو ہے اک ہنگامہ گرم
کیا رجوع قلب ہے ان کو خبر مطلق نہیں

وقت طاعت یوں ہما و نفس آمارہ کیا
غیب سے آواز آئی انت زین العابدیں

لکھ رہا ہے سرنوشت لوح نور معرفت
کر کے سیما ہم کی تفسیر آپ کا نقش جبیں

سب لکیریں ہاتھ کی ہیں دست آویز خباں
خط مپشانی ہے یا ہے عروۃ الوثقا ہے دیں

آپ کے علم و عبادت کی ہوئی یہ انتہا
اُس سے مافوق اب کوئی صورت تصور میں نہیں

آپ زندانیں مقید تخت شاہی پر یزید
ہیچ ہے دنیا بخت الکافر ہے سجن المومنیں

زوجۂ زائر کا قصہ سنکے دعوے ہے میرا
قابض ارواح ہے ان کا غلام کمترین

دیکھے عقل کل کو درس دفتر فرزانگی
کر دیا ہے بار یاب قرب رب العالمیں

مطلع

اک اشارہ سے ترے اے عروۃ الوثقا ے دیں
مثل یوسف چاہ سے نکلے امام پنجمیں

آکے دہری دیکھ لے حضرت کو ہنگام نماز
ہے شکست رنگ رخ آئینہ حق الیقیں

پشت پر نیران اور شب کو نکلے ہیں حضور
بذل آگے آگے دیتا ہے صلے آفریں

کر کے دق الباب کہتا ہے ترحم آپ کا
کون ہے مسکیں یہاں اور کون ہے اندوہگیں

اِسطرف اہل مدینے کے گھر و نمیں شور ہے | یا ابا الایتام فرزند امیر المومنیں
غسل دیتے وقت پشت پاک پر دیکھا گیا | اِک نشاں جسطرح سے مہر نبوت کا نگیں
ہاں مرے مولا تصدق اک نظر سوئے غریب | آستاں پر دیر سے رکھے ہوے ہے دو جبیں
دل میں یہ ضد ہے کہ راز اپنا کرونگا میں فاش | کیا معاذ اللہ نہیں ہیں آپ امام العارفیں
جو مقاصد جو مطالب ہیں مری دل میں نہاں | کیا عجب وہ دفتر شاہی میں لکھے ہوں کہیں
ہاں مگر اب یاد دلانا ہے اک شرط قبول | اِسلیئے ہے خدمت عالی میں عرض کمتریں
خشر میں میں اور فرزدق ساتھ اٹھوں یا علیؑ | بازوے ایسر پہ ہو اور میں سوے یمیں
ہو دھر ہذا الذی تعرف سے آغاز کلام | یہ قصیدہ ہو ادھر ور زباں ای شاہدیں

سُنکے نظم بوفراس وزادہ طبع عزیز
گاہ احسنت آپ فرمائیں گہے صد آفریں

آفتابِ معاد

در اسرار منازل عشق و عاشقان الٰہی و تخلص بمدح حضرت زین العابدینؑ و در آخر ترجمہ قصیدۂ ابوفراس فرزدق

چلا ہوں دشتِ محبت کی سمت میں ناشاد
قدم قدم پہ صدا مرگ نو مبارک باد

وہ ہولناک یہ وادی ہے اے معاذ اللہ
سنائی کچھ نہیں دیتا جہاں بجز فریاد

عجیب رنگ ہے اس ہولناک جنگل کا
کہیں ہے دام کہیں ہے قفس کہیں صیاد

چلا ہی جاتا ہوں کچھ انتہا نہیں ملتی
ہر اک قدم کی مسافت ہے طول در طول معاد

قدم قدم پہ ہے لبریز میرا پیمانہ
کہ آبلوں کی تپک پڑ گئی ہے حد سے زیاد

خدا ہی مجھ کو نظر آگیا وہ عالم ہے
نہ آدمی ہیں یہاں اور نہ کوئی آدم زاد

کہیں ملا جو کوئی زندہ دل شگفتہ مزاج
ہزار حیف کہ قسمت سے وہ بھی تھا جلاد

نظر بھی آئی تو کچھ جا بجا جلی ہوئی خاک
مگر اٹھا کے جو دیکھا تو تھا دل ناشاد

کہیں پڑے ہوئے ڈھانچے ستم رسیدوں کے
کھلا تھا دفتر تشریح عالم ایجاد

کہیں پہ ڈھیر تھے کچھ استخوان بوسیدہ
کہیں پہ منظر ویرانۂ عدم آباد

دیار حسن میں جنکے کہ دور دورے تھے
بنے ہیں عنصر خاک اب وہ خانماں برباد

دماغ شوق جو چلنے میں ایک آندھی تھی
اُسیکی خاک فلک کر رہا ہے اب برباد

دہن پہ عشق نے دی آج اُنکے مہر سکوت
جو پھونکتے تھے کبھی صور نالہ و فریاد

بجائے آب ہیں کچھ خون تازہ کے دریا
جہاز جسمیں رواں ہیں سوئے عدم آباد

شناور اُسکے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں
مگر اُبھر نہیں سکتے کسی طرح ناشاد

بشکل چاک گریباں کھلا ہے اک زنداں
جہاں چلے ہیں گرفتار ہوکے چند آزاد

صدا یہ ہے کہ قدم تک کسیکے زلف آئے
ہے تا بحشر اسیران عشق کی میعاد

غرضکہ منزلیں ایسی ہزارہا دیکھیں
وفور غم سے پریشاں ہوا دل ناشاد

وہ دل جو پیر طریقت بنا تھا ساتھ میرے
وہ دل کہ جس سے ملا تھا افاضۂ امداد

لرز رہا ہے کچھ اسطرح دیکھ دیکھ کے حال
نہ زور نالۂ وزاری نہ طاقت فریاد

یہی سزا دل ناعاقبت خیال کی ہے
کہ میں تو چلدوں اور اُسکو کروں یہیں برباد

سُنی جو حضرت دل نے عزیز کی تقریر
جو شیلے لہجہ میں غصہ سے یہ کیا ارشاد

یہ دشت کیا۔ یہ منازل ہیں کیا۔ یہ دریا کیا
قسم ہے جذب محبت کی سب ہیں بے بنیاد

یہ امتحان فقط تھا تری طبیعت کا
ابھی جو چاہوں تو دم بھر میں سب ہو یہ برباد

تمام عمر وہاں میں نے خاک چھانی ہے
جہاں کی ذرہ سے کمتر ہے عالم ایجاد

مراد ذوق خلش راہ عشق میں پائی
کھٹک میں ہے سر ہر خار نشتر فضاد

سمجھ کے کچھ تو ہوا ہوں اسیر دام بلا
وگرنہ چاہوں تو ہو جائے موم ابھی فولاد

بنا ہوں ہاتھ سے خود اپنے بیکس و مجبور
غرض ہے اس سے فقط آزمایش بیداد

نگاہ قوت اعجاز عشق پیدا کر
دکھاؤں کیا تجھے تاثیر نالہ و فریاد

تجھے خبر ہی نہیں راز اہل الفت کی
کہ زندہ رہتے ہیں کیونکر یہ خانماں برباد

گلے ہیں جسکے ہو طوق اور پا نہیں زنجیر
وہی اسیر محبت ہے بندۂ آزاد

تمام عمر جو رویا ہو خون کے آنسو
ہے کربلائے محبت میں کچھ وہی دل ناشاد

وہی صحیح ہے دار الشفاء الفت میں
کہ جس مریض کی حالت پہ روئیں سب جلاد

وہی علیل حقیقت میں سرخرو ہوگا
کہ جسکے رخ سے زرا ند ہو رخ جلاد

دہک رہا ہو تپ غم سے جسکا جسم تمام
نفس سے جسکے ہو سرد آفتاب روز معاد

قسم ہے عرش خدا کی جو مجھسے اشبہ ہے
حجاب قدس ہلا دیتی ہے مری فریاد

قسم ہے کعبہ کی جو میرا نقش ثانی ہے
قسم خلیل کی ڈالی ہے جسنے یہ بنیاد

قریب ہے رگ گردن سے ذات خدا
کہ جستجو میں ہے تو جسکی خانماں برباد

بشمع خلوت تاریکی شب ہجراں
ازل سے جو کہ ہی ہمراز عاشق ناشاد

بنارسائی تقدیر عاشق گیسو
بہ تیرہ بختیِ عشاق خانماں برباد

بگرد بالش رخسارۂ عرق آلود
بخواب ناز حسینان خلخ دنوشاد

بمستی نگہ ساقیان عہد شکن
بخوش نگاہی چشم تبان ظلم ایجاد

بحسرت نگہ وقت واپسین مریض
بجز نظارۂ دلبر نہیں ہی جسکی مراد

بگرم جوشی سودائیان فصل بہار
بسعی کاوش وتیزی نشتر فصاد

بسادہ لوحی دلہائے طالبان وفا
بعشوہ نگہ پرجفا کرشمۂ نژاد

بسوز سینۂ بیمار شام تنہائی
کہ ہے وفور حرارت سے کورۂ حداد

بجوش ابر بہاری بنزہت گلشن
بتازہ کاری بلبل بقامت شمشاد

بدلفریبی بزم نگار خانہ چیں
بنقش خامہ گلکاریانی وبہزاد

بنامرادی شیریں بکوشش خسرو
بسرنگونی تیشہ بخجلت فرہاد

بآہ وزاری ناقوس ودیر وبتخانہ
کہ جنکی خلق میں سنتا نہیں کوئی فریاد

بدرسگاہ فلاطون عشق خانہ خراب
بمکتب غم پنہاں بہ سیلی استاد

بجلوہ ریزی طور دباضطراب کلیم
بہ بے حواسی وناکامی دل ناشاد

بشام کاکل مرغولۂ مہ کنعاں
کہ کحل دیدۂ اعمی بناہے جسکا سواد

بہ نیل دیدہ بے نور حضرت یعقوب
کیا ہے مجلس یوسف نے جس سے آخذ داد

با نبساط طلوع بیاض صبح قمیص
بخیر باد نگاہ بلا کش ناشاد

بہ منجنیق خلیل و بآتش نمرود
بر ہنمائے ہود و بموج صرصر عاد

بفقر و فاقہ اصحاب معرفت پیشہ
بکاسہ لیسی عشاق خانماں برباد

بعز حضرت سلماں بشوکت عمار
بزہد حضرت بوذر برتبہ مقداد

بصبر حضرت ایوبؑ و ضبط ابراہیم
باشک ریزی آدم بحرمت اجداد

بشور و نعرہ مستانہ علی اللہ
باعتقاد نصیری بدولت اولاد

بارتفاع ید اللہ فوق ایدیہم
بزور بازوے حیدر بقلعۂ فولاد

بنقش سجدہ لوح جبین ذو الثفنات
بعلم و زہد و عبادات سید سجاد

امام ہر دو سرا سرّ و اجد و موجود
رئیس ملت جبریل عالم ایجاد

فقیہہ آل محمد نبیہ علم خدا
امین موہبت حق کی و خیر عباد

انھیں کی جدۂ صدیقہ فاطمہ زہرا
ہوئے ہیں خلق جہاں میں امام مادزاد

پڑھا تھا خطبہ سر منبر اس فصاحت سے
بنی تھی عالم تصویر بزم ابن زیاد

تو ہی تو علت غائی آفرینش ہے
سجی ہے تیرے لیے بزم عالم ایجاد

مدیح شاہ میں ہو نظم کوئی قول صحیح
وسیع یوں تو ہے معمورۂ خیال آباد

غرض یہ نظم فرزدق کا ترجمہ کر نظم
کہ محفل ادبا میں رہے تری بھی یاد

ہشام زادۂ عبدالملک بن مروان
چلا ہے حج کو جلو میں ہیں بندگان و عباد

کھڑا ہوا ہے بقصد طواف بیت اللہ
ہجوم حاجیوں کا مانع حصول مراد

کبھی غرور سے بھر نظارۂ حجاج
فراز عرشہ منبر ہے جائے پست نہاد

کہ سامنے سے پئے استلام رکن حطیم
ہوا ظہور شہنشاہ عالم ایجاد

مطلع

فروغ دودۂ ختمی مآب زین عباد
ابوالائمۃ الاطہار سید سجاد

ہے جیسے پوشش کعبہ سے زینت کعبہ
عبا ہے یوں ہیں سر دوش مفخر زہاد

خجل نہ کیوں حجرالاسود حرم ہو جائے
نشان سجدہ ہے تاباں کہ آفتاب معاد

نظر گئی سوے محراب کعبۂ ابرو
جھکے ادب سے وہ سب جا جیان نیک نہاد

شگافتہ ہوئی ہر صف چلے میرے مولا
معاذین پہ گردوں نے کی نئی بیداد

کہا ہشام سے اسوقت ایک شامی نے
یہ کون مرد مقدس ہے مفخر اجداد

خیال اسکو ہوا۔ دل نہ اسکا مائل ہو
کروں بیان اگر اسکے فضل کی روداد

کہا کہ میں نہیں واقف ہوں اس سے ہوگا کوئی
کھٹک رہا تھا مگر دل میں خار بغض و عناد

یہ اتفاق کہ تھا اُس گروہ میں حاضر
ابوفراس فرزدق بھی نظم کا اُستاد

رگوں میں دوڑا جو خونِ حمیّتِ اسلام
تو فی البدیہہ قصیدہ یہ اک کیا انشاد

کہا کہ پوچھ لے مجھ سے جو پوچھنا ہی تجھے
وہ جانے کیا کہ نہیں جسکے دین کی بنیاد

آغاز ترجمۂ قصیدۂ فرزدق

یہ وہ ہی جسکے نشان قدم سے ہی آگاہ
زمین حلّ و حرم اور یہ بیت رب عباد

یہی تقی و نقی طاہر اور امیر القوم
یہی جہاں میں ہی فرزند بہترین عباد

بوقت دید یہ کہتے ہیں سب قریش اُسے
کہ منتہی ہیں اسی پر مکارم و امجاد

رسا ہی کون بھلا اسکے اوج عزّت تک
عرب ہو یا کہ عجم کس میں ہی یہ استعداد

جب آتے ہیں یہ پئے استلام رکن حطیم
تو ہاتھ چومنے آجاتا ہی قریب حماد

لئے ہی ہاتھ میں ایک چوب خیزراں وہ جواں
بلند بینی و خوش صورت و بزرگ نہاد

نگہ حیا سی نہ واں اُٹھتی ہی نہ رعب سے یاں
کرے تبسّم اگر کچھ تو آئے دل کی مراد

زوال کفر ہوا یوں رخ منوّر سے
کہ جیسے مہر کی اشراق سے فنا ہو سواد

یہ وہ ہی جسکے جد افضل ہیں سب نبیوں سے
اور اُمت اسکی شرف میں سب اُمتوں سے زاید

اسی کی ذات ہی اک فرع دوحۂ نبوی
زہی عناصر و اخلاط طبع نیک نہاد

یہ ابن فاطمہ زہرا ہے جان لے اسکو
اسی کی جد ہیں نبیوں میں آخر الافراد

کیا خدا نے بزرگ اُسکو بدو فطرت سے
قلم سے لوح پہ لکھی شرف پئے اسناد

خفیف قہر اسداد رمرگ کی سختی
جب اُسکو غیظ دلائے کوئی دم بیداد

ضرر نہیں ہی اگر تو نہ اسکو پہچانے
عرب سے لیکے عجم تک سب اُسکے ہیں منقاد

فناد فور سخاوت سے ہوگیا افلاس
ہی اُسکا دست کرم داد رس دم فریاد

یہ حسن خلق و شیم سے ہوا مزین وہ
متاع خوف بھی غصہ سے ہوگئی برباد

نہ بار قرض سے کبھو کر وہ دے سبکدوشی
شمائل اُسکے ہیں شیریں وہ ہی کریم نہاد

زباں پہ لا بھی نہ آیا مگر تشہد میں
نعم تھا وہ بھی نہوتا جو حکم رب عباد

براہ جادۂ اقبال رہبر دانا
خلاف عذر کرے کیوں کہ وہ ہی پاک نہاد

رہی نہ خلق میں اب نام کو بھی ناداری
ترے کرم نے دیا سب کو اتنا نقد مراد

پئے نجات ہی قرب اُسکا ایک دست آویز
ولایت اُسکی ہی اسلام کفر اُسکا عناد

محیط دہر میں جز ذات اقدس اعلیٰ
ہے کون امام تقی اور کون خیر عباد

نہ پہونچا اُسکے کرم تک کوئی کریم القوم
نہ پہونچا اُسکی سخا تک کوئی سخی وجواد

دم جدل ہے اسد راہ کوہ سلمیٰ کا
زمان قحط میں باراں ہی وہ سخی وراد

نہیں ہے عسر ترا مانع فراخی دست
کہ ایک حال پہ دونوں ہیں یاں نہ کم نہ زیاد

ہر اک سخن میں ہو اذکر تیرا حسن ختام
تقدم اُسکو ہو ابعد ذکر رب عباد

قدم پھسلتے ہیں آتے ہوئے نکوہش کے
یہ ہو رہی ہے ترے در پہ بارش کف راد

جہاں میں جتنے ہیں مخلوق اُسکے بندے ہیں
ز بسکہ سب سے مقدم ہے ذات نیک نہاد

خدا شناس ہے جو آپ کا شناسا ہے
پڑی ہے آپ ہی کے گھر سے دین کی بُنیاد

غرض تا بکجا طول نظم بس خاموش
کیا ہے روح فرزدق کو خوب تو نے شاد

صلے میں اُس نے تو بارہ ہزار پائے درم
ملے مجھے بھی شہا تیرے در سے نقد مُراد

۱۵۔ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کاشف الحقائق

در مدیح امام جعفر صادق علیہ السلام

صبح صادق نے رکھا سر پہ اجب تاج — گل ہوا چرخ کے ایوان منبت کا سراج
کون لیجائیگا اس نور سے بازی دیکھیں — تختہ چرخ پہ ہے مہر کا یہ مہرہ عاج
اطلس چرخ زبرجد کا جو طاقہ دیکھا — دم بخود ہو گئے دنیا کے پرانے نساج
یوں کھپی ہے دل دنیا میں ضیاے خورشید — جیسے مشکوٰۃ کو گھیرے ہوئے قندیل زجاج
جذبۂ شوق بڑھاتے ہیں دل عارف میں — نور وحدت کی ہر اک سو متلاطم امواج
پنبۂ صبح سے انجم کے چنے سب دانے — قوس گردوں نے کیا کار کمان حلاج
جھومتی آتی ہے مستانہ نسیم سحری — کیوں نہ معتدل اب نسخۂ ترکیب مزاج
گر نہ کرتا نفس صبح مسیحا نفسی — سخت دشوار تھا بیمار محبت کا علاج
عشق صادق ہے مگر شرط نہیں یہ جسمیں — ہو گئی اسکے لیے یہ صبح مسرت شب داج
صادق آل محمد وہ امام سادس — زیب سر جسکے امامت کا ہے موروثی تاج

ہے یہ مولود جگر بند محمد باقرؑ — خانہ ہستی بدعت کو کرے گا تاراج
ہے یہ مخدوم جگر گوشۂ ام فروہ — اسکے خدام کا ہی ملک شریعت میں راج
آگیا فلسفہ شرع کا فرزانہ حکیم — اہل باطل کے قیاسات ہیں باطل سب آج
زہد وہ زہد ملائک کو تحیر جسپر — فقر وہ فقر کہ نعمت ہی فقط ما یحتاج
آنکھ وہ آنکھ ہے بیمار ہو جو اُسکے لیئے — دل وہ دل ہی جو ہو اُس تیر نظر کا آماج
وہ محقق کہ حقائق پہ نظر جس کی بسیط — ذات سے جسکی ہوا علم نبوت کا رواج

مطلع

کیوں نہو آج مدینے کی زمیں کو معراج — ہوگا تابندہ چھٹے برج امامت کا سراج
ہے چھ پشتو نسے جہانمیں جو سخی ابن سخی — عہد میں اُسکے سخاوت تھی اُسکی محتاج
سو مسیحا ہوں تو ممکن نہیں اُسکا احیا — طائر روح کو دے جسکے حکم اخراج
ملزم علم الٰہی ہے کنارا جس کا — ہے یہی نسل محمدؐ میں وہ بحر مواج
کیوں نہو کشتی طوفاں زدہ قصر منصور — لب ہلا دے تو بدل جائے زمانیکا مزاج
حرکت میں نہ تغیر ہو زمانے کی کبھی — نبض دنیا کو جو دیکھے یہ پئے استمزاج
اسم اعظم کی تلاوت جو کرے گا یہ کبھی — ہونگے ساکن ابھی بہتے ہوئے بحر مواج
عشق صادق جو نہیں دل میں تو ہی لاحاصل — سعی بے سود ہے کعبہ میں طواف حجاج

حمیری عہد میں ہوں ناصر ملت کے غزایں
کیوں نہ لے نظم میری جا کے نظامی سے خراج
سنہ ۱۳۳۱ھ

سرِّ معرفت

در مدیح بلد الامین امام منتظر ع

سمیٹا روز بزم افروز نے جب اپنے داماں کو
کواکب کے چراغوں نے کیا روشن شبستاں کو

گئے فرقت کے دن جو تھے برابر روز محشر کے
شب آئی لو مبارک طالبان وصل جاناں کو

وہ شب جو رد کش رخسار لیلی ہے زمانے میں
وہ شب ہی رشک جیسپر سرمۂ چشم غزالاں کو

وہ شب جسکی سیاہی میں قیامت کی ملاحت ہے
سواد مشک ہو زخم دل بیمار ہجراں کو

وہ شب جسکی سیاہی ناگن ایسی لہریں لیتی ہے
نہیں لاتی جو خطرے میں سواد زلف پیچاں کو

وہ شب جسکی سیاہی پردہ پوش گوہر گرداں ہے
وہ شب جسمیں نظر آتا نہیں ہے کوئی دربان کو

وہ شب جسکی سیاہی دیکھ کر گھبرا گئے عاشق
جلایا شام ہوتے ہی چراغ داغ سوزاں کو

وہ شب جو زلف مخمور میں کاجل لگاتی ہے
گل سوسن بنا کر شعلہ شمع شبستاں کو

وہ شب جسمیں سیاہی بخت عاشق سے زیادہ ہے
وہ شب چھانا ہے جسنے کو چہ زلف پریشاں کو

وہ شب جسکی سیاہی موجزن ہے بحر عالم میں
کرے جو غرق یاس دل محبوس زنداں کو

وہ شب ہیبت سے جس کی راستہ چلتا نہیں کوئی
مبارک ہمنشینی ساکنان کوئے جاناں کو

وہ شب جسکی سیاہی دیکھ کر وہ رعب چھایا ہے
صدا دیتے ہوئے خوف آ رہا ہے ہر نگہباں کو

وہ شب جو طول میں گیسوئے شبگوں کے برابر ہے
وہ شب جس سے ہو پیچ و تاب ہر اک رشتہ سحاب کو

وہ شب جسمیں کہ اکثر نالۂ شبگیر عاشق تک
پلٹ آتے ہیں چھو کر گنبد گردون گرداں کو

وہ شب جسکی ہوائیں کس بلا کی وحشتآگیں ہیں
بجھا دیتی ہیں بڑھ کر مشعل غول بیاباں کو

وہ شب جسکے تصور سے سحر تاریک ہو جائے
کرے بے نور جو آئینہ ہائے بزم جاناں کو

وہ شب ہمراز شانہ ہے جو وقت زینت گیسو
وہ شب جس سے کہ درہم ہوئی زلف پریشاں کو

وہ شب جسکی سیاہی کہہ رہی ہے چلنے والوں سے
جلا دے کوئی شمع کشتہ گور غریباں کو

زلیخا کی نگاہوں میں جہاں تاریک تھا جس سے
وہ شب تاریک تر جسنے کیا یوسف کے زنداں کو

وہ تاریکی ہوا جسمیں یہ سودا جاں نثاروں کو
کہ نذر دامن شب کر دیا اپنے گریباں کو

بہت گھبرا رہے تھے سب یہ عالم دیکھ کر ناگہ
دکھایا چرخ نے آئینہ صبح درخشاں کو

وہ خورشید امامت ملک مغرب میں ہوا طالع
بنایا مشرقستاں جسنے قلب اہل عرفاں کو

غزل نواب پڑھ دو مطلع کہ سب حضار محفل میں ہلا دیں نعرۂ صل علیٰ سے عرش یزداں کو

مطلع

خبر دو شاہ کے میلاد کی موسیٰ عمراں کو مبارک جلوۂ نور خدا ہو اہل عرفاں کو
نگاہ دیدۂ نرجس شہنشاہ زمن مہدیؑ کہ جس کے نور نے روشن کیا ہے بزم امکاں کو
وہ خسرو جسکا سر شایان دیہیم امامت ہے وہ خسرو جس نے اکلیل چشم بخشا سلیماں کو
وہ شاہنشاہ جو ہے باجگیر مسند آرایاں وہ شاہنشاہ جسنے سلطنت دی ماکیعناں کو
تعالے اللہ اب وہ آفتاب دیں ہوا طالع منور کر دیا جس نے قلوب اہل ایماں کو
انھیں کی جد کی الفت اس دل نالاں میں بستی ہے کیا آباد شیر حق سے میں نے اس بستیاں کو
زمیں پر ذرے گردوں پر ستارے پھر نہوں ماشیاں جو دیں فرمان جمعیت یہ اجزائے پریشاں کو
بر جنت پہ مجھ کو روک لے کس میں طاقت ہے خریدا ہے زر الفت سے میں نے باغ رضواں کو
لگائے سرمہ آنکھوں میں اگر خاک درسے گنے اعمیٰ ابھی سب قطرہ ہائے آب باراں کو
اگر دریا دلی سے زور بخشیں یہ ضعیفوں کو حباب بحر ابھی آنکھیں دکھائیں موج طوفاں کو
یہ اپنے مہر سے گر فوق دیں ادنی کو اعلے پر ہر اک ذرہ چھپا دے اٹھکے خورشید درخشاں کو
زبان دل میں گویائی ہو پیدا حال کہنے کو چھپائے گر کوئی حضرت سے اپنے راز پنہاں کو
اگر قوت یہ بخشیں زور بخشعبں میں ضعیفوں کو الٹ دے بڑھ کے مؤنا تواں تخت سلیماں کو

مریضان محبت ان کے کیا جویائے درماں ہوں
شفا کا درس خود دیتے ہیں جو عیسیٰ دوراں کو

ظہور نور حق کے منتظر کچھ دن رہیں دل سے
جو پھر ہے شوق دیدار تجلی ابن عمراں کو

گواہی ایک طفل بے زباں سے شہ نے دلوا کر
بچایا داغ سے الزام کے یوسف کے داماں کو

دکھائے بحر فیض شاہ جزر و مد اگر اپنا
زمیں کے گرد اٹھ کر گھیر لے گردون گرداں کو

یہی ہے مصلحت غیبت کی یہ ظاہر اگر ہوتے
خدا کہتے نصیری کی طرح سب شاہ دوراں کو

نہ ہوتی جامۂ یوسف میں شامل گر شمیم انکی
قیامت تک نہ ملتا نور چشم پیر کنعاں کو

وہ خورشید امامت اب ہوا طالع زمانے میں
کیا جنسے فروغ رخ سے کامل ماہ شعباں کو

سیاہی کفر کی زائل ہوئی یوں نور حضرت سے
اڑائے جسطرح خورشید تاباں شبستاں کو

زہے اعجاز غیبت میں بھی وہ نائب کیا ظاہر
کہ جس سے فیض پہونچے خلق میں ارباب عرفاں کو

نبی آل اسرائیل کے ہمپایہ وہ عالم
بلندی دی ہے جس نے آسمان دین ایماں کو

جناب مولوی ناصر حسین مجتہد جس نے
سنوارا شاہد اسلام کی زلف پریشاں کو

قلم رو کو عنیؔ اب دیر سے آواز آتی ہے
کہ بھر لے گوہر مقصود سے تو اپنے داماں کو

مدد اے شوق لیچل وادی مدحت سے اب مجھ کو
دکھا آئینۂ رخسار حضرت چشم حیراں کو

فنا فی العشق دل ہو المدد اے جذبۂ الفت
ضرورت ناخدا کی ہے غریق بحر عصیاں کو

گل رعنا

حالات ولادت امام عصر عجل اللہ ظہورہ

منتظر کب تک رہیں گے شاکی بداختری
اے حجاب آرا کہاں تک یہ حجاب دلبری

بے نیازی پر تری کافی ہو اک حجت یہی
میرا شوق بے نہایت اور یہ غیبت تری

انتظار وعدۂ فردا کی آخر حد بھی ہے
دیجئے مجکو جواب اب ہمت و طاقت مری

فائدہ دینگے بھلا کیا یہ حجاب اندر حجاب
کیا چھپائے سے کبھی چھپتی ہو شان دلبری

تو نگاہ شوق کی تابش سے واقف نہیں
ڈھونڈھ ہی لینگی تجھے وسعت نے کی گر یاوری

تو شب فرقت سے میری مطمئن ہو تو سہی
سرمہ آنکھوں میں لگائے میری تیرہ اختری

تھی امید وعدۂ فردا شغل زندگی
عمر بھر گنتا رہا ساعات روز محشری

زخم وامندار دل ہے پردۂ تصویر یار
دیکھنا تیز نگاہ ناز کی صنعت گری

پہلے ہی سمجھے تھے ہم انداز غیبت کو ترے
کس قیامت کی تری آنکھوں میں تھی شوخی بھری

پردۂ تصویر ہیں ساتوں حجاب چشم شوق
ہر طرف مجکو نظر آتی ہے شکل دلبری

دیکھتا ہوں غور سے سرد آہ دل کی طرف
یاد جب آتی ہے مجکو چاندنی صورت تری

دل میں جو تصویر تھی وہ آج ہے پیش نظر
دیکھئے مشق خیال یار کی صورت گری

اسقدر رویا ہوں فرقت میں بذوق جستجو
بحر ابیض ہوگئی ہے میری آنکھونکی تری

وہ جزیرہ دل کی بستی میں نظر آیا مجھے
تھا فضا میں جو کہ رشک سرزمین بربری

دل کی یہ ضد ہے کہ ہو تعیین ہنگام ظہور
ہوں معاذ اللہ شریک علم غیب داوری

منتقم تجھ کو سمجھ کر ہوں عدو مطلبمن
ورنہ بزم عشق میں مجھ سے کرے وہ ہمسری

شغل بیکاری مبارک اے جنون انتظار
اُسکی دلچسپی کا ساماں ہے مری حامہ دری

نامہ لکھ کر اسلئے ڈالا ہے بحر شوق میں
گریۂ فرقت سے تا ظاہر ہو کچھ حالت مری

میں نے یہ نامہ تم لکھوگے کس کس کا جواب
یہ تغافل بھی نہیں شایان بندہ پروری

خط شوق اسواسطے ملفوف مٹی میں کیا
تا عیاں ہو فاضل طینت سے ہے خلقت مری

چھپنے والے کون ہے راز آشنائے معرفت
کیا سمجھ سکتا ہے کوئی علت غیبت تری

عالم زر میں ترا سکہ تھا اے دالا گہر
ہم جبھی سے تیرے اُس بازار میں تھے جوہری

اِک رقیبانہ سکایت ہے زمین سامرہ
کیا ترا ہی دل تھا اس قابل کہ ہو جلوہ گری

اور کچھ کرتے ہیں شک دلمیں مشکک دہر کے
ختم بھی ہوگا کسی دن یہ حجاب دلبری

کیا تعجب اسمیں منکر ہوں جو تیری ذات کے
حب جہاں میں کرتے ہیں انکار ذات داوری

ہی طلسم وہم میں تیرے سبب سے اک گروہ
چھپنے والے کچھ تو بتلا مصلحت کیا ہی تری

تیری ہستی بھی ہی اُن آیات قرآں کی طرح
ہوں معانی جسکے پوشیدہ بچشم ظاہری

دہر میں جب تک ہے تکلیف الٰہی کا نفاذ
تیرا ہونا عین حکمت ہی بحکم داوری

ہے مسبب عالم اسباب اور تو ہی سبب
آرزوئے قلب فطرت دہر میں خلقت تری

کوئی مرجائے اگر اور تجکو پہچانے نہ وہ
ہے وہ موت جاہلیت عین موت کافری

تو ہی ہے وہ نقطۂ پرکار نقاش ازل
منتہی جسپر جہاں میں دور چرخ چنبری

طول استمرار تیرا شک دلاتا ہے جنھیں
دیکھ لیں تفسیر آیات کلام داوری

کی تھی کچھ پیشین گوئی جد اعلیٰ نے ترے
تیری ہستی بھی ہی گویا معجز پیغمبری

مان لیں جب ہم بقائے خضر و الیاس و مسیح
پھر تری ہستی بھی ثابت کرتی ہی دانشوری

جس کیسکو شک ہو میرا اسکی جانب ہے خطاب
چاہی اپنے وقت کا سعدی ہو یا ہو نوری

ہاتھ رکھکر خامس آل عبا کے دوش پر
دیکھ پیغمبر نے فرمایا تھا کیا اونچیری

بوالائمہ ہے یہی قائم ہے اسکی نسل سے
ہے بقا اسکی مسلم تا بروز محشری

عدل سے بھردے گا وہ معمورۂ آفاق کو
اُس سے ظاہر ہوگی تفسیر عدالت گستری

جوش سودا دور کردے گا دماغ کفر سے
قلب ایماں میں بڑھائیگا وہ نور داوری

یہ خبر سُنکر سلاطین ستم کو خوف تھا
تھے اثر سے جسکے زندانیں نقی و عسکری

لیتے رہتے تھے وہ اس پیشینگوئی کی خبر
تھے ہمیشہ ساعی اطفائے نوردا وری

مصلحت پوشیدگی حمل وغیبت کی یہ ہی
سُنلے اے منکر سمجھ میں آئیں کچھ باتیں مری

وجہ غیبت کی کچھ آئی اب تو تیرے ذہن میں
یا سنے گا اور کچھ اے دشمن دانشوری

چھوڑ دے تقلید تسویلات شیطانی کو اب
یاد کر پوشیدگی موسیٰ کی بہر جانبری

ایک عرصہ تک خلیل اللہ بھی مخفی رہے
حکمرانی قوم پر چھوڑی بجسب ظاہری

کینہ کفار مکہ سے بخوف وبیم قتل
یاد کر لے واقعات غیبت پیغمبری

دائمی ہوگا مسبب جب سبب ہو دائمی
مستمر ہے اس جہت سے یہ غیاب سروری

کبتک اے کافر یہ خفای حقوق اہلبیتؑ
تا بکے تکذیب قول ومعجز پیغمبری

کیا اثر دیگی ہوائے دامن بغض وعناد
بجھ نہیں سکتا بجھائے سے چراغ داؤدی

سفسطہ وہ بھی ترا برہان عقلی سی ہی رو
گر خیال عمر کچھ پیدا کرے تو مفتری

یاد کر لے عمر حضرت نوح ولقمان ابن عاد
ہے یہ طول عمر ان کی دلیل ظاہری

اسمیں استبعاد عقلی کیا ہی اے ایماں فروش
حصر قدرت کیا وہیں تک تھا سمجھ تو اک ذری

حجت حق سے نہیں ہتا ہی خالی کوئی عصر
تا نہ نظم عالم ایماں ہیں ہو کچھ ابتری

یہ دلائل تھے فقط تجھ ایسے منکر کے لئے
ورنہ انسان کیا سمجھ سکتا ہے مفرد اوری

عقل آرائی سے ہرگز وا نہو گا یہ طلسم
راز باری پر چلے کیا ذہن کی افسونگری

جبکہ اپنے نفس کے ادراک میں قاصر ہی تو
کیا سمجھ سکتا ہی اے نادان رموز دادی

جب لکھیں لاتسئلو اور باب غیبت خود خصوص
ہے جواب نامہ اسحاق سے تسکیں مری

چھوڑ اس وادی کو اے کلک سریع السیر نظم
مرحبا کی خوب تو نے نصرت پیغمبری

خون پانی ہو گیا اس فکر میں تیرا عزیز
پی لے خمخانہ سے جاکر کوئی جام احمری

مطلع

نیمۂ شباں ہے ساقی پھر بھی غفلت تری
لاکنار بحر اخضر کشتی صہبا تری

نشہ کی دھن میں مجھ سو جھی ہی ساقی سیر کی
لیچل ایسے ناحیہ میں ہو جہاں فرحت فزی

ہی شب آدینہ بھی رندے سی بھی تھا ساقیا
لے ثواب اے سرخوش صہبای جام حیدری

دے وہ شی جس سے حکیمہ نے کیا افطار صوم
دے وہ مے جسنے بڑھائی قلب کی روشنگری

رتجگا ہی میکدے میں ہوش افزا جام دے
جاگنا ہی رات بھر اور نیند آنکھو نمیں بھری

لے سناتا ہوں تجھے اک مطلع پر نور میں
چشم نرجس کا تصدق مست کر دینا ذری

مطلع

آنکھ کھولی منتظر نے بہر شوق رہبری
خواب نرجس کی ملی تعبیر امام عسکری

یہ بشارت دے بشیر ابن سلیماں کو کوئی
لے مبارک ہو سوارت ہو گئی محنت تری

جانب بغداد ہاں لیکر گیا تھا تو جو خط
کھل گیا وہ آج راز مخفی نامہ بری

دے کے خط وہ تیرا کہنا یاد آتا ہے بشیر
ہو جو تم راضی تو میں ہونگا وکیل مشتری

دیکھ کر بیتاب ہونا وہ کسی کا خط شوق
دلمیں جذب آنکھوں میں وہ دیدار کی حسرت بھری

سرگزشت انکی تجھے تو یاد ہی ہوگی بشیر
واقعات انکے ہیں اکثر معجز پیغمبری

کیوں نہ گرپڑتیں صلیبیں اور وہ تخت زرنگار
بطن میں تاباں تھے جب انوار ابن عسکری

وہ ملیکہ تھیں جو دختر بادشاہ روم کی
آج امام عصر یہ ہے انکا حق مادری

آپ نے جو رجس خاتوں بشارت پائی تھی
کی اُسی نے آپکی آغوش میں جلوہ گری

مادر موسیٰ کی صورت حمل بھی مخفی رہا
تا ولادت جو رہا دنیا میں راز داؤی

جب جناب اقدس علیا حکیمہ سے کہا
ہوگا ظاہر آج زیب مسند پیغمبری

دیکھتی تھیں چشم نرجس کو بحیرت بار بار
حمل کے آثار چہرے پر نہ تھے کچھ ظاہری

سوہی تھیں بستر راحت پہ نرجس چین سے
تھی بسان شرم و عفت نیند آنکھوں میں بھری

رات ساری حیرت آباد تمنا میں کٹی
صبح کاذب نے دکھائی ناگہاں دشنگری

اُس طرف طالع ہوا حسن مہ کنعاں صبح
یہ اُدھر اٹھیں پے تصدیق قول عسکری

بو محمد نے صدا دی اے پھوپھی ہشیار ہو
اب وہ وقت آیا ہے دیکھو صنع کلک داوری

چہرۂ نرجس ہوا آئینۂ زار اضطراب
وضع کے آثار نے عارض پہ کی صورتگری

سورۂ قدر اور اسم اعظم پروردگار
دم کئے اُن پر بفرمان امام عسکری

اولاً کی بطن مادر میں تلاوت ساتھ ساتھ
اے زہے معجز نمائی و فصاحت گستری

پھر کیا اعجاز فطرت نے حکیمہ پر سلام
ہوگئی حیرت انھیں دیکھی جو یہ دانشوری

تھیں اُسی حیرت کدہ میں محو اسرار خدا
دیکھتی تھیں نیر اعجاز کی روشنگری

ناگہاں آنکھوں سے انکی ہوگئیں نرجس نہاں
آئیں بتیابانہ یہ پیش امام عسکری

پاکے اُن کو مضطرب یہ بو محمد نے کہا
ہے اُسی حجرے میں نرجس دیکھیئے جاکر ذری

خیرگی پیدا ہوئی آنکھوں میں واپس آتے ہی
سر سے پا تک تھی حجاب نور میں نرجس گھری

گود میں مہ پارۂ نور امامت کو لئے
چشم دل محو کمال حسن صنع داوری

نرجس خاتون ترے آغوش میں وہ گل کھلا
جس کی نکہت سے معطر ہے مشام حیدری

مصحف ناطق کا جس پارے پہ ہوگا اختتام
ہے یہ فرقان امامت کا وہ جزو آخری

اصل میں بارہ اماموں کی زیارت ہوگئی
ختم قرآں ہوگیا جب دیکھ لی صورت تری

کل صحیفے انبیا کے ہیں زبان پاک پر
کیوں نہو ہے وارث میراث علم حیدری

مولد احمد کی طرف رُخ سجدۂ خالق میں سر
اور انگشت شہادت سوئے چرخ چنبری

قول اللّٰھم اجزلی زبان پاک پر
بحر دل میں موجزن جوش عدالت گستری

یوں منقش نقش جاء الحق ہے دست راست پر
جس سے ظاہر خامۂ نقاش کی صنعتگری

اب حکیمہ حسب فرمان طلب مولود کو
لائیں بہر زیب آغوش امام عسکری

مثل چتر ابر رحمت سر پہ ظل اللہ کے
سایہ شہپر کیے کچھ طائران اخضری

ان کو اس طائر کے آغوش حفاظت میں دیا
عرش پر ہی جو امین راز وحی داوری

جنے موسیٰ کو رکھا تھا اپنے مہد حفظ میں
آج اسی روح القدس کی نجف نے کی یاوری

اشک بھر آئے کسی کی گر کسی کی آنکھوں میں جب
کی رد دناہ الی امہ سے تسکیں گستری

مطلع

انتظار شوق میں تھک رہ گئیں آنکھیں مری
کیجئے جلدی ظہور ابن امام عسکری

ہو بلند آواز ہذا امیر المومنین
گونج اٹھے جس صدا سے گنبد نیلوفری

سن لیں ہم بھی صیحۂ جبریل اپنے کان سے
قائم آل محمد کی کرو فرمانبری

لشکر عثمان سفیانی ہو پھر ملعم زمیں
جائے سوئے شام تیری فوج ابن عسکری

تیغ کے قبضے پہ ہوں شاہا ترے شیعوں کے ہاتھ
کفر کی بستی پہ ہوں آمادۂ غارتگری

جنکی قسمت میں ہو تیغ آسمانی پائیں وہ
ہو یمانی کا یمن سے اب خروج ظاہری

دیکھ لیں چہرہ بھی تیرا جو ہو تصویر شباب
جسم بھی جو مظہر آتا پیرانہ سری

یا الٰہی خود بخود ہو جائے بیرون نیام
دم بخود مدت سے ہو گی ذوالفقار حیدری

دیدۂ حیران بنے اک چشمۂ خوناب کفر
باڑھ ہو اس کی صراط مستقیم رہبری

دے صدا یا ولی اللہ اقتل جوش میں
پرچم رایت ترا پر کھول کر مثل پری

خود بخود کھلکر پھریرا زخم قلب کفر پر
دے ہوائے فرحت افزائے عدالت گستری

درس وحدت دے رہا ہو ہاتھ میں تیرے علم
رمز قرآنی سکھاتی ہو ادھر صوت تری

اک علم سے آیۂ یوفون بالنذر آشکار
جیسے میرے دل پہ ہے نقش ولائے حیدری

دوسرے پر آیۂ الیوم اکملت لکم
تیسرے پر کلمۂ توحید ذات داوری

اک طرف روح القدس ہوں حامل صور اک طرف
پیشتر لشکر کے ہوں سب شیعیان حیدری

مالک اشتر ادھر سلمان و مقداد ادھر طرف
ہو شکوہ یوشع ابن نون و جاہ بوذری

نقش رعب اقتلوھم دلنشین کفر ہو
اور پڑھائے دو نمیں کافروں کے تھرتھری

صفحۂ ہستی سے نقش اختلافات ملل
اب مٹائے ناسخ ادیان بزور حیدری

تیری بیعت کو چلا قبل از طلوع آفتاب
رشک ہے دیکھے نہ طلعت تیری شاہ خاوری

میں ابھی سے کعبہ میں ہوں طائف رکن و مقام
لے ید بیضا پہ بیعت اے امین داوری

سنگ اسود تو بنے کعبہ میں تیرا تکیہ گاہ
دید سے محروم ہم ہوں وائے تیرہ اختری

قوم ہر اک اسکی صحت کا کرے اقرار خود
کل صحیفے انبیا کے یوں زباں پر ہوں تری

جسم پر تیرے زرہ ہو جعفر طیار کی
زینت افزائے کمر ہو ذوالفقار حیدری

دست اقدس میں ترے ہو وہ عصائے موسوی
اک دھمک سے جسکی ہو پرواز روح سامری

آگ لگجائے ہر اک بیت الصنم میں اے خدا
گر پڑے سجدے میں سر کے بھل خدائے آذری

یا الٰہی بیٹھ جائے اب گلا ناقوس کا
ناگوار سمع ہے یہ زور و شور کافری

لیجئے ہاں میرے مولا اب بتوں نے انتقام
دشمن ایماں تھا بیشک ان کا ناز دلبری

جو برہمن رفت و روب دیر میں سرگرم ہیں
سنگ کعبہ پر ہو پیشانی انھیں کی اب دھری

نقش قشقہ سے عیاں ہو جائے حرف لا کی شکل
صفحۂ جبین پر ثبت گویا نیستی کافری

خون بدعت کا رگ زنار سے بہہ جائے سب
دے نگاہ ناز کو اب حکم کار نشتری

لالہ زار دین تو سینچے گا خون کفر سے
قبضۂ قدرت میں تیرے ہو گی موت احمری

شہر کوفہ اب بنے اے شاہ تیرا پایۂ تخت
ہر طرف جاری ہو منشور عدالت گستری

مسجد سہلہ بھی ہو آباد بیت المال سے
قسمت مال غنیمت ہو بطرز حیدری

اب شبستان نجف کو کیجئے خلوت سرا
ہو ادا اُس بزم میں راز و نیاز داوری

آرزوے مسجد کوفہ بھی بر آئے شہا
کیجئے رائج وہاں احکام دین جعفری

حضرت عیسیٰ کی دلمیں اقتدا کا شوق ہے
اب مصلّے پر شہ دیں کیجئے جلوہ گری

آ کے پھر دربار عالی میں عزیز نکتہ سنج
لے بقدر حوصلہ انعام مدحت گستری

مہدویہ

در تغزل تخلص و مدح امام ثانی عشر صاحب العصر والزمن ابو القاسم محمد ابن الحسن سلام اللہ علیہم

بہت بیتاب ہیں پردے میں نہاں دیکھنے والے
نکل آ دیکھ لیں تجھ کو مری جاں دیکھنے والے

کہاں تک منتیں مانو گے زلفوں کی درازی کی
مرے جاتے ہیں طول شام ہجراں دیکھنے والے

سمجھتے ہیں محل غیبت اپنا از رہ شوخی
وہ گہرا سا کسی کا زخم پنہاں دیکھنے والے

میرے آنسو کا ہر قطرہ ہی خاکہ بحر ابیض کا
ہنسے دیتے ہیں مجکو آج گریاں دیکھنے والے

نہیں جب دیکھنے پاتے ہیں نظر تک جزیرہ کا
تو پھر کیا زہر کھا لیں شام ہجراں دیکھنے والے

ذرا ہم بھی تو دیکھیں رنگ چہرہ کا ہوا اب کیسا
ادھر بھی اک نظر اے روے جاناں دیکھنے والے

ادا سے کھینچنے بیٹھے ہیں اب ٹوٹے ہوئے نشتر
نگاہ روح پرور سے لگ جاں دیکھنے والے

نہیں ہے مصر کے بازار میں دلکش کوئی منظر
پلٹ آ اے جمال ماہ کنعاں دیکھنے والے

چینی ماتھے پر افشاں مہوشوں کی دیر و شب میں
سویرے سے چلی سیر چراغاں دیکھنے والے

چلے رستے میں ٹھکراتے ہوئے پائے حنائی کی
چراغ مردۂ گورِ غریباں دیکھنے والے

نمک پروردۂ ذوقِ خلش بیٹھے ہیں محفل میں
بہت بے چین ہیں خالی نمکداں دیکھنے والے

غلط انداز نظریں ہیں نشانہ اڑ گیا کب کا
وہ دل ہی اب نہیں اے اپنا پیکاں دیکھنے والے

چھپا تو لاکھ پردوں میں مگر یہ بھی کھلا تجھ پر
تجھے دیکھا کیے تا حدِ امکاں دیکھنے والے

لڑائیں پہلے آنکھیں مدتوں خورشید محشر سے
بڑے آئے ہیں داغِ قلبِ سوزاں دیکھنے والے

پھٹا جاتا ہے دل آخر بتا اب کیا ارادہ ہے
مرا چاکِ گریباں اپنا داماں دیکھنے والے

سحر طالع ہوئی چمکا ستارہ صبحِ وصلت کا
اٹھ اے تاریکیٔ شبہائے ہجراں دیکھنے والے

اٹھے ہیں نیند سے زلفوں کو سلجھاتے ہوئے اپنی
پریشاں ہو گئے خوابِ پریشاں دیکھنے والے

ہوائے صبح سے پڑ گئی ہونٹوں کی جب پپڑی
اٹھے نیرنگیٔ خونِ شہیداں دیکھنے والے

اٹھے پچھلے پہر سے حال لکھنے دردِ فرقت کا
لبِ دریا فروغِ ماہِ شعباں دیکھنے والے

جہاز مہرِ عالمتاب پہونچا بحرِ ابیض تک
اٹھے آنکھوں کو ملتے روئے جاناں دیکھنے والے

قمیصِ یوسفِ خورشید لائے صبح ہوتے ہی
بیاضِ چشمہائے پیرِ کنعاں دیکھنے والے

ملی تفسیرِ بیضاوی میں شرحِ ملتِ بیضا
رخِ مہدی کو دیکھیں مہرباناں دیکھنے والے

زمینِ سامرہ تک آ گئے آخر کسی صورت
تجلی چراغِ نورِ امیاں دیکھنے والے

دکھایا روئے تاباں مصحف ناطق کے پوتے نے
چلے خوش ہوکے سب تفسیر قرآں دیکھنے والے

بہت حیرت سے کرتے ہیں نظر رخ جس کے چہرے پر
نظیر مادر موسے عمراں دیکھنے والے

وفور شوق میں بڑھ کر لگا لیتے ہیں سینہ سے
جناب زجس خاتون کو لرزاں دیکھنے والے

جناب عسکری لیتے ہیں یوں رخسار کے بوسے
چلے آتے ہیں سب قرآں پیمبراں دیکھنے والے

پڑی تھی جس طرح پہلے نظر روئے حکیمہ پر
یوہیں پھر دیکھ لے ہاں تیرے قرباں دیکھنے والے

ترا نظارہ ہر صورت سے درس آموز وحدت ہے
خدا کو دیکھتے ہیں تجکو ای جاں دیکھنے والے

دکھادے ساز و ساماں موکب اجلال کا اپنے
بہت مشتاق ہیں تخت سلیماں دیکھنے والے

رگوں سے کھینچ کر دم آنکھوں میں آیا پھر بھی جیتے ہیں
سواری تیری ای مہدی دوراں دیکھنے والے

ولادت سے تری تازہ ہوا ہے مزرع دنیا
تری رحمت کی قائل ابر باراں دیکھنے والے

ہٹے جاتے ہیں سطوت سے دبے جاتے ہیں ہیبت سے
رگوں میں تیری خون شاہ مرداں دیکھنے والے

یہ بیشہ ہے وہ بیشہ جسمیں بارہ شیر رہتے ہیں
سنبھل کر ای امامت کانپتاں دیکھنے والے

یہ ہے زنجیر باب العلم کا وہ آخری حلقہ
کہ وابستہ ہیں جس سے شہر عرفاں دیکھنے والے

لگا دینا کسی سورہ میں اسکے بیت ابرکو
اگر ممکن ہو تجھ سے نظم قرآں دیکھنے والے

مرقع ہے رسول اللہ کے عہد جوانی کا
ہوئے جاتے ہیں سب دل مسلماں دیکھنے والے

ہوئی ہے فیض علم خدا میں پرورش اسکی
سن ای گنجینہ اسرار پنہاں دیکھنے والے

امید وعدۂ فردا پہ کب تک منتظر بیٹھیں
حجاب شرم میں تم کو میری جاں دیکھنے والے

غزنیؔ سامرہ پیما کو پوچھا بھی کبھی تو نے
ادب سنجوں کی محفل میں غزلخواں دیکھنے والے

اس انداز تغافل پر مجھے دیتے ہیں اب طعنے
کمال رتبۂ حسان و سحباں دیکھنے والے

کرہ اس دور دنیا کا بدل ظاہر ہو پیر ویسے
ارے اے گردش گردون گرداں دیکھنے والے

بہیں دریا لہو کے ذوالفقار حیدری نکلے
گلے مل لیں ہلال عید قرباں دیکھنے والے

قلم کو کیوں ہو جنبش گیسوؤں سے اپنے مس کر دے
مٹا دے میری عصیاں فرد عصیاں دیکھنے والے

مثل تیری سفینہ نوح کا ہی جب تو نصرت کر
میرے دریائے غم میں زور طوفاں دیکھنے والے

بحر اخضر

در تہنیت ولادت امام ثانی عشر

جب ہوائیں نشہ افزائے گلستاں ہوگئیں
چشم خواب آلود نرگس کی کلیاں ہوگئیں

بحر اخضر سے ملا دی کاٹکر کوثر سے نہر
بوتلیں صہبائے جنت کی بھی ارزاں ہوگئیں

پردۂ غیبت سرک جائے تو دکھلا دوں تمہیں
اک جھلک ایسی کہ جانیں جس پہ قرباں ہوگئیں

راتیں فرقت کی تجلی زار آتی ہیں نظر
شعلہ بار آہیں میری سرو چراغاں ہوگئیں

نوگل رنگیں کا پرتو جس میں آ جاتا نظر
اُس لہو کی چند بوندیں آج طوفاں ہوگئیں

شوخیاں اُسکی ہیں نازاُسکے کرشمے اُسکی ہیں
جس ستمگر کی ادائیں دشمن جاں ہوگئیں

بڑھکے دلکی حسرتیں سب باعث وحشت ہوئیں
بستیاں آباد ہو ہو کے بیاباں ہوگئیں

اب کہاں تک انتظار اے آنیوالے جلد آ
زندگی کی ساعتیں سب وقف ہجراں ہوگئیں

کوچۂ قاتل کے متوالوں نے یہ مطلع پڑھا
آرزوئیں دلمیں جتنی تھیں غزلخواں ہوگئیں

مطلع

جذبۂ الفت میں تاثیریں نمایاں ہوگئیں
یاں ہوا سودا وہاں زلفیں پریشاں ہوگئیں

وائے قسمت کچھ نہیں اب نوکِ پیکاں کیلئے
خونِ دل کی ساری بوندیں نذرِ مژگاں ہوگئیں

شوخیاں اے شوخ تیرے حسنِ عالم ساز کی
جلوۂ برقِ تجلّی سے نمایاں ہوگئیں

دو دو پیمائیں نے چند آہیں جو کی تھیں ہجر میں
وہ جوابِ گنبدِ گردونِ گرداں ہوگئیں

اُسکی شامِ غم پہ صدقے ہو میری صبحِ حیات
جسکے ماتم میں تری زلفیں پریشاں ہوگئیں

اُف جوانی میں کسی بدمست کی انگڑائیاں
باعثِ خمیازۂ چاکِ گریباں ہوگئیں

انتظارِ شوق میں ہوں میں سراپا آرزو
جتنی بوندیں تھیں لہو کی سب وہ ارماں ہوگئیں

انتظارِ منتظر میں شعلہ بار آہیں میری
بے سر و سامانیِ وحشت کا ساماں ہوگئیں

منتظر وہ جس نے اس عالم کو روشن کردیا
رخ کی تنویریں چراغِ بزمِ عرفاں ہوگئیں

منتظر وہ جس کے ذکرِ حسنِ عالم ساز سے
خود بخود ہر بزم کی شمعیں فروزاں ہوگئیں

دیکھنا اس مطلعِ نو کی دلاویزی غزیؔ
تیری بیتیں بھی جواب نظمِ حساں ہوگئیں

مطلع

مصحفِ عارض پہ جب زلفیں پریشاں ہوگئیں
آتے آتے تا کمر تفسیرِ قرآں ہوگئیں

جو اشارے دلربا تھے جانِ مذہب ہوگئے
جو ادائیں جانستاں تھیں جزوِ ایماں ہوگئیں

نشۂ وحدت ٹپکتا ہے نگاہِ ناز سے
کافر آنکھیں تک تبو کی اب مسلماں ہوگئیں

دیکھکر آثارِ رعب ذوالفقار حیدری
لاکھ جانیں جسکے اک ابرو پہ قرباں ہوگئیں

کس کا پرتو اسکے دل میں آج آتا ہے نظر
حسرتیں جتنی تھیں نذرِ راہ شعباں ہوگئیں

کچھ تو کہیئے کیسا جلوہ آج آتا ہے نظر
اے حکیمہ اسقدر کیوں آپ حیراں ہوگئیں

دیکھیے تو دیدۂ حق بیں سے مخدومی مری
نرجس خاتون کہاں آنکھوں سے پنہاں ہوگئیں

نور نے مولود کے آغوش میں اُن کو لیا
رخ کی تنویریں حجاب بزمِ عرفاں ہوگئیں

رشتہ بن بنکر نگاہیں آج اس مولود کی
دیکھئے شیرازۂ بندِ جزو ایماں ہوگئیں

جب کیا اے مصحفِ ناطق تری سمت کا قصد
سب لکیریں ہاتھ کی آیاتِ قرآں ہوگئیں

جب نظر آئے اُسے آثارِ حتمِ دلبری
سب امامت کی ادائیں رخصہ قرباں ہوگئیں

مسند احمد پہ کی ہیں جتنی باتیں آپ نے
اب وہی مجموعۂ آیاتِ قرآں ہوگئیں

ابروؤں نے کھینچدی چہرے پہ شکلِ ذوالفقار
چشمِ حق بیں میں نگاہیں شیر یزداں ہوگئیں

لی تھیں جو انگڑائیاں اس شبلِ بن اللیثینے
اب وہ ممتد کتابِ نفس ایماں ہوگئیں

حجتِ ثانی عشر کے جلووں کی رنگینیاں
تہ بہ تہ پردوں سے گل کے سب نمایاں ہوگئیں

جب قیامت آگئی نظارا تیرا ہوگیا
مشکلیں جب بڑھ گئیں حد سے خود آساں ہوگئیں

شیرِ نر جس نے دکھائی قوت شیرِ خدا
جتنی بوندیں تھیں وہ خونِ شاہِ مرداں ہوگئیں

رُخ وہ رُخ جسمیں شباب مصطفےٰ کی رُوح ہے | اغیر قومیں دیکھ کر جس کو مسلماں ہوگئیں

سلسلے سے انکے چھوٹے تک نظر پھوٹی غرض
رُخ کی تنویریں دُعائے ختم قرآں ہوگئیں

بادهٔ شیراز

مسمّط مخمّس

در تہنیت فتح غزوۂ خیبر بتتبع بعض آساتذۂ فارس

حیات گشتہ بارہا رہین نو بہارہا — نثار گلعذارہا میان لالہ زارہا
بوجد در کنارہا قمر جبین نگارہا — کنار جوبارہا ز نغمہ ہزارہا
بعیش بیشمارہا گذشت روزگارہا

چہ سازو برگ حیرتے ز روزگار داشتم — کہ پیش چشم آئینہ ز رد ے یار داشتم
لبے بذوق بوسہا بر آں عذار داشتم — گرفتہ شیشہ در بغل بسر خمار داشتم
بجرعہ جرعۂ قدح ہجوم صد ہا بہارہا

زہے نشاط ادی و زوال فصل مہرگاں — بشاخ شاخ و برگ برگ شرند باب و قمریاں
چہ صعوگاں چہ بلبلاں بر آبشار پرفشاں — ببیں بہ پہنۂ زمیں کز ارغوان و ضیمراں
بنقش گل چمن چمن پراست روزگارہا

بشیشه شیشه باده بکاسه کاسه کوثرے | بگوشه گوشه خلوتے بحجره حجره دلبرے
نگاه مست و جام مے که ساغرے بساغرے | ز حلقه حلقه دام دل دو گیسوے معنبرے
شکنج تار تار آن کمند گیر و دارها

بقطره قطره قلزمے بذره ذره وادیے | سمی ما بهر طرف دو صد غزیر و ها دیے
بهر زمانه عشرتے بهر کرانه شادیے | بصفه صفه مجلسے بگوشه گوشه نادیے
بحلقه حلقه ساقیے بروے باده خوارها

مپرس سرگذشت ما که خسروانه زیستم | گدائے حسن بوده ام بلے شهانه زیستم
امید وصل داشتم بدیں بهانه زیستم | ببوے زلف مشکسا بهر شبانه زیستم
ز زیستن چه گویمت که دارم افتخارها

بذره ذره فلک نگر علوِ قدر پستیم | به نرگس تبان ببین خمار عشق و مستیم
ز اصل کعبه خود بگو رواج بت پرستیم | ز خاک دیر فهم کن نکات شرح هستیم
که ذره ذره از دلم بپا شد آن غبارها

بساط پرنیان بود همارهه در قدم قدم | علی الدوام داشتیم صبوحه صنم صنم
پیاله های ده منی چو داد ساقی ارکرم | بگفتمش بیار و هی! بده که باده پرخورم
ببین ز ساغر نگاه ظرف میگسارها

بہشت ہر نگہ بود نظر کنی بہر طرف | نشستہ مطربان خوش بجرگہ جرگہ صف بصف
بزم مرو رباب دنے و چنگ و اغنوں دوف | ز حسن صوت دلکش و نغمہائے پر شغف
شکستہ ہر رگے ز دل نوائے زیر و زار ہا

سحر گہاں خنک ہوا نسیم صبح طرہ تاب | بعطسہائے عنبریں دماغ گشتہ پر گلاب
علے الرؤس مجلسے بحلت شراب ناب | بذوق سمع آمدند دستہ دستہ شیخ و شاب
نہفتہ روے داعظاں بہ پشت بادہ خوارہا

گذشت روز و آمد شبے بمنبت قرین | اشبے کہ سایہ پرورش شمیم جعد عنبریں
شبے کز و عرق عرق سواد چشم حورعیں | من و خیال کاکلے کہ طرہ طرہ چین بچیں
گسستہ ہر رگے دلم ز حلقہ ہا ز تارہا

ہماں زمان پر فرح کہ داشتم خم و سبو | بہ بستر نشاط من بتے جمیل تند خو
بدور بالشم گردہ صد ہزار بذلہ گو | ز منطق و فصاحتم غرو تازہ کو بکو
بگوش خوردم از فلک صدا از افتخارہا

کہ کوس فتح خیبری نواخت چرخ چنبری | بخون تازہ جوش زد ہمہ عروق شاعرے
دلم بلرزہ آمدہ ز نعرہ ہاے حیدری | صدائے ضرب تیغ او شکست زد کافرے
گزید گوشہ زمیں ز رعب ذوالفقارہا

نخفته خفته طالعان در آرزوے این حشم — بعرق خواب بیشتر شکسته وا یه علم
که نور بامداد شد عیان به نیلگون خیم — صدائے زد بشیر حق رسول سابق الامم
کجاست ابن عم ما حریف کارزارها

یکے بداد پا نخش که اے رسول کبریا — دو عبهرش دو نرگسش بدرد گشته مبتلا
بگفت عیسی زمان الا بیار پیش ما — دهم بآب خضر تا بهر دو چشم او شفا
رسید ناگهان علی ز بعد انتظارها

ولے دو چشمش از مدد براه جنگ بسته سد — نگاه قهر زائے او زده بجرب دست رد
نم از زبان مصطفے اگرفته چشم آن اسد — زخون مرحب شقی نخواست تا قدح کشد
نموده جام نرگسش تر او ش خمارها

دمیکه مرتضے علی بعرصه گاه زد قدم — ز بیش شیر نر دلان گریختند چون غنم
به پنجهٔ هزبر دیں لوائے خسروام — بیاض چشم حور شد سپید پرچم علم
نگاه ضیغم اله جانب شکارها

که زنده پیل مرحبا آن بعرصه گاه جستجو — بدستگیری قضا کشان کشان نمود رو
ز فیر زد شهیق زد که اے یلان جنگ جو — غریو کوس هیتم گرفته است چار سو
هلا مقاومت کراز ببر کارزارها

شنید بانگ آن خرے چو شیر کردگار من　　بگفت الامنده ببین تو ذوالفقار من
که شرزه شیر حیدرم ندیده تو کار من　　ز جبهه تیری پرد بگاه کارزار من
بیا بیا بروے من که گردد آشکارها

منم علی مرتضے منم شه مظفرا　　منم که نام مانها داسم پاک حیدرا
کنم چو صیحه می خرد بزیر چرخ تندرا　　مفر کجا ز تیغ من بجوشن و بمغفرا
الامقال مادرت چه بد بکارزارها

چو پیل مست معرکه شنید قول آن هزبر　　بے بلرزه آمده چو کوه پیکر سطبر
تنش فشرده در زره بسان مرده بقبر　　برفت از دل شقی ز هیبتش قرار و صبر
عنان بتافت آن زمان بجانب فرارها

بعرض ره اجل رسید و برگرفته داسش　　بزیر تیغ حیدری کشیده خط مدفنش
رسید نعش جثه اش کشان کشان بپوشش　　بجائے کسوت کفن بجسم گشته جوشنش
کلاه برکلاه زد بذوق گیر و دارها

بقهر ذوالفقار زد و میکه آن ولی حق　　پریده فرق مرحب شقی چو درهوا ورق
بلند شور الاماں میان چار ده طبق　　گرفت صفحه زمیں بساط گونه شفق
زخون کفر جوش زد بدشت لاله زارها

امین وحی آمدہ بخدمت پیمبرا | بگفت کای رسول حق کشود باب خیبرا
قضا بنام صہر تو نوشت ایں مقدرا | کہ فتح غزوہ چنیں شود بدست حیدرا
نہ زید و عمرو بکر را زمام اختیارہا

پدید بروے خندقے بیک اشارہ آں دمے | گہے بسر بدست شہ چو گشتہ حملہ آورے
گہے ہزار پارہ گشتہ چوں دہان اژدرے | چنانکہ پارہ پارہ اش بیکدگر برابرے
بسے بود خوارقش بدہر یادگارہا

فلک بلرزہ آمدہ زنعرۂ دما دمے | بس اے علی مرتضی بس اے ذرہ ضیغمے
ز مرحمت نگاہ کن بدر سگیر و ہمدمے | بنہ بزخم جبرئیل پارۂ زمرہمے
کہ شکوہ سنج تیغ شد زراہ افتخارہا

ز فیض تو رسد جہاں بشہر علم مصطفے | نہ فتح باب خیبر است فخر بہر تو شہا
توئی کہ در فضائے دہر اے علی مرتضے | ز ہر درے کشودۂ ہزار باب علم را
ہم از کلام پاک تو بیا شد آشکارہا

الا عزیز نغز گو الا عزیز پر فطن | بہل بہل کہ تا کجا طواف کعبۂ سخن
کہ بعد ہند و اصفہان ازہل فن بود علن | نہ قدرتے بود مرا چو پرزباں خویشتن
جسورم ار بپارسی فزایم اعتبارہا

۲۴ رجب ۱۳۲۶ھ

تخمیس بر بعض اشعار قصیدهٔ نظیری نیشاپوری رحمه الله

ز صفحهٔ فلکیات محضر آورده | دو شاهد از پی اثبات حجت مقرر آورده
بیک اشاره دو عادل برابر آورده | نبی که معجزه ماه دو پیکر آورده
مثال نور خود و نور حیدر آورده

بر یگ گرم عرب سعی شاه دین رمزیست | نزول آیهٔ تبلیغ بر زمین رمزیست
سپیدی بغل و لمعهٔ جبین رمزیست | فراز منبر یوم الغدیر ازین رمزیست
که سر ز جیب محمد علی برآورده

علی امین نبی و نبی امین علی | گرفت عرش بدل نقش دلنشین علی
ببزم قدس نبی شد چناں قرین علی | خدیجه نور نبی دید در جبین علی
بشادمانی داماد دختر آورده

پسنه گرفت بهشت بریں بشهر علی | گرفت آتش دوزخ سپر ز قهر علی
شرافتیست که مخصوص گشت بهر علی | قوی به ذریت خویش دید ظهر علی
پیمبرش شب هجرت به بستر آورده

غزل مدحیہ

گفتم شمیم کاکلت گفتا ختن اندر ختن
گفتم لب رنگیں نوا گفتا یمن اندر یمن

گفتم کہ زلف پرشکن گفتا سواد اندر سواد
گفتم بہار عارضت گفتا چمن اندر چمن

گفتم صباح دلکشا گفتا رخ ناشستہ ام
گفتم ہلال عید با گفتا خم ابروئے من

گفتم کہ رخت مہوشاں گفتا حریر و پرنیاں
گفتم لباس عاشقاں گفتا بہ برخویش کفن

گفتم کہ اے نامہرباں تا چند ایں ضبط فغاں
گفتا بماں اے نیمجاں تا جاں برآید از تن

گفتم کہ ذات پاک تو گفتا جمال سرمدی
گفتم کہ راز ایں جہاں گفتا طلسم ما و من

گفتم جمال دلبراں گفتا برائے دلبری
گفتم وجود عاشقاں گفتا پئے دار و رسن

گفتم چہ می شاید مرا گفتا کہ صحرائے جنوں
گفتم چہ می زیبد ترا گفتا کہ گلگشت چمن

گفتم علاج معصیت گفتا خلوص بندگی
گفتم سبیل مغفرت گفتا ولائے بوالحسن

گفتم کہ از اوصاف او شرحے بدہ اے باخبر
گفتا امام اولیس مرحب کش و خیبر شکن

گفتم کہ نور روئے او گفتا ز انوار خدا
گفتم جمال پاک او گفتا ز رب ذوالمنن

گفتم کہ مولد زانشاں گفتا مطاف انبیا
گفتم کہ اسم پاک او گفتا کہ حیدر صف شکن

گفتم که در نبیاد دین گفتا عماد الاتقیا
گفتم که در بزم ازل گفتا که صدر انجمن

گفتم ولایت را سند گفتا که میثاق الست
گفتم امامت را حجج گفتا احادیث حسن

گفتم که هنگام وغا گفتا هزبر بر قسوره
گفتم دم شکر کشی گفتا شجاع ممتحن

گفتم دل ما خاکیان گفت از خمیر طینتش
گفتم دل کروبیان گفتا بمهرش مرتهن

۱۳۔ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ

جلوۂ ماہ

در تہنیت ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام

جادۂ مغرب ز گردون خسرو خاور گرفت
ماہ کامل بہر افطار از فلک ساغر گرفت

شاہ خاور را سر امد جادۂ قوس النہار
ماہ تابان جای خود بر گنبد اخضر گرفت

بر حجاب حمرت مشرق سواد آمد پدید
ساحت گیتی بفرق خود سیہ معجر گرفت

دانۂ انگور تر دانست چون قاضی چرخ
خوشۂ پروین ز تاک طارم اخضر گرفت

از شفق ہر کہ بمینای فلک در ریختند
ماہ تابان ساغر مینے ز ان مے احمر گرفت

خوان نقل انجم آورد و مه شب زنده دار
لختے از بہر تسحر زاں طبقہا بر گرفت

وقت خم نوشیدن است ای نیمۂ ماہ صیام
ہاں نمیدانی کہ عالم رونق دیگر گرفت

ساعت سور و دم میلاد سبط اکبر است
بو محمد جائے خود در خانہ حیدر گرفت

خطۂ عنبر السباط عالم انوار شد
ماہ زہرا لالہ از آغوش پیغمبر گرفت

جرعۂ نوشید از سرچشمۂ علم نبی
در دہان خود زبان شافع محشر گرفت

از محمد تا علی سابق نہ شد بر کردگار
ناگہاں جبریل آمد نام او شبر گرفت

دایۂ شہزادہ ام اسمار بہ انعام جزیل
از خدا اعزاز و از دست محمد زر گرفت

ہر طرف برپا شد این ہنگامۂ عشرت فزا
ہر یکے سودائے این مولود را در سر گرفت

ساقی مہوش حدیث جام را آغاز کرد
ہر یکے اندر خمار شوق یک ساغر گرفت

از زبان پاک او ذوق فصاحت شد سلیم
وز لب پاکش غدوبت چشمۂ کوثر گرفت

رایت نور تر اچوں مہچہ تا گردوں رسید
ماہ تاباں از فروغش جلوۂ دیگر گرفت

صیت جود او فرا گرفتہ اقصائے جہاں
رعب علمش نخوتے از قلب جاسد بر گرفت

ہم ز جد محترم میراث اخلاق حسن
آن سلیل عترت اطہار پیغمبر گرفت

وقت بدگوئی زبان خصم او را در دہن
آرے آرے می نمرد گر شعلۂ آذر گرفت

تابع منشور تو وارستہ از بیم جہیم
جائے آرامش بزیر رحمت داور گرفت

ازجبیں سائی بنقش پائے او هر دم عزیز
کیمیائے نیک نامیہا ز خاکستر گرفت

قطعہ

در مدح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

شبے ناگہاں دلبرک آمد از در — رخش کردہ خوی چوں گلاب مقطّر
بآغوش خود تنگ بگرفت مارا — سخن راند کانے نکتہ سنج سخنور
تو ساغر بنہ در صف مے پرستاں — بپاشم من از حلقۂ زلف عنبر
بفرما بشیخ و زپیران پاریں — ہم از واعظان سر طور منبر
نیابد گہے اذن داخل نیابد — بفردوس ماہرکس آید معمّر
الا یا ندیمی الا یا حبیبی — چہ سوریست در دور چرخ مجدّر
نہ وقت است ایں تو بخلوت نشینی — بیا سر کنم تا سخنہائے خوشتر
بیا گوش کن تا حدیثے سرایم — زحسن حسن عسکری روح پرور
سراج منیرے کہ در کوشک خود — بخند د بسلطانی شاہ خاور

مشید شد از وے بروج امامت | منظم شد از وے نظام پیمبرؐ
ز حکمت بود سکہ بر ماہ و ماہی | ز ہبرت بود جلوہ در لعل و گوہر
بدست تو باشد زمام خلائق | چرا سر کشند از تو شیران و اشتر
بعلم امامت تو از دست راہب | گرفتی ہمہ استخوان پیمبرؐ

عزیز تو بر آستاں جبہ ساشد
نگاہے بکن سوے سلیل پیمبرؐ

سامرہ

برخیز ساقیا بتمنائے سامرہ | امروز دیدنی است تماشائے سامرہ
ساقی گری ز میکدۂ قدس یافتی | قربانِ تو بدہ مے مینائے سامرہ
برخیز ہاں کہ نقش امامت کشیدہ شد | صورت قبول کردہ ہیولائے سامرہ
در عشق دلبرے کہ بآغوش نرجس است | آمد بجوش عنصر سودائے سامرہ
از نعرۂ دمادم یا صاحب الزماں | تا گوش عرش آمدہ غوغائے سامرہ
امروز سوئے نرجس خاتون مانگر | روشن نمودہ چشم تمنائے سامرہ

دل بردل او فتاده زہنگامۂ طرب | شد رستخیز شوق بصحرائے سامرہ
تا جائے در جزیرۂ خضر اگزیدہ | از رشک خوں شد و دل شیدائے سامرہ
اے ماہ نیمۂ مہ شعباں زنور تو | با صبح دم زند شب یلدائے سامرہ
من خواجۂ تاش خضرم و در جستجوئے شوق | ہستم بہ ہند بادیہ پیمائے سامرہ

بنگر سوئے عزیز کہ بیتاب و مضطر است
اے روشنی دیدۂ بینائے سامرہ

رباعی

خود حسن ازل بود چو شیدائے نبی | کردہ شب معراج تمنائے نبی
محبوب گرہ تا کہ برابر و نزند | کمتر زد و قوس بود ازیں جائے نبی

قطعات

(۱)

رایت فخر و رہاں بردار | دامن دل زایں و آں بردار
دم بعشق ابوتراب بزن | خاک از تودۂ کلاں بردار

(۲)

فرقۂ شان علی را بعلو میداند | ایں خدا گوید و یک فرقہ غلو میداند
در وصایت برسول عربی خورده گیر | ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند

(۳)

حرم را علی کرد از کفر پاک | ربود از دل کعبہ اندوہ را
بدوش نبی بت شکستن چہ بود | دو دل یک شود بشکند کوہ را

(۴)

وحی طرب حضور محمد تقی رسید | چوں در کنار مادر گیتی علی رسید
آرائشے ز نو بکن اے بزم روزگار | بر مسند رسول علی النقی رسید

(۵)

موج پیچان صبا کاش گزارے بکند | شاد با وعدۂ دیدار نگارے بکند
کاش اے قوم بریں بی سر و سامانی تو | مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

(۶)

نظام انجمن از نظم انجمن آراست | جمال مہدی دوراں ازیں جہاں پیداست
بخضر طعنہ زند موج چشمۂ حیواں | کہ شیر زرجبیں خاتوں بکام آب بقاست

مئی باقی

تاریخ کعبہ

حالاتِ تاریخی تعمیر کعبہ و تخلص بمدح مولود کعبہ

وہ کعبہ عالم امکاں میں ہی جو پہلا گھر
ابوالبشر نے رکھا جسکی نیو کا پتھر

ہوا تھا پہلے جو یاقوت سرخ سے تعمیر
پیا تھا فکر میں دن رات جسکے خون جگر

وہ گھر زمانۂ طوفان نوح میں جسکو
ملک ادب سے اُٹھا لیگئے تھے گردوں پر

کیا خلیل نے جسکو دوبارہ پھر تعمیر
بحکم محکم خلاق عالم اکبر

معین جسمیں جگر گوشۂ خلیل ہوا
ابوقبیس سے لایا ہے ڈھو کے جو پتھر

کئے گئے متولی جناب اسمٰعیل
اُنھیں کی نسل رہی سن خلیل منصب پر

گیا وہ عہد ہوا عہد مطلب کا دور
خلاف ضابطہ ہونے لگے اُمور اکثر

ہوا وہ وقت کہ حجاج ابن یوسف نے
حریم خانہ کعبہ کو ڈھا دیا آکر

خلیل پاک کے اُس گوشۂ عبادت میں
خدا بنے ہوئے بیٹھے تھے سیکڑوں پتھر

دلوں سے توڑ دیا سب نے عہد حفظ حقوق
رہی نہ حرمت کعبہ پر ایک کی بھی نظر

بگڑ گئے جو بنی ہاشمی و مطلبی
جدید عہد ہوئے پھر لکھے گئے محضر

بنائے غیر مسقف کو پھر کیا تعمیر
اس افتخار کا سہرا رہا قریش کے سر

مکیں کے سایۂ رحمت میں بعد عام الفیل
یوہیں گذر گئے تیرہ برس سال کعبہ پر

ہوا خلیل کی تعمیر میں اضافہ اور
بنا ہی کعبہ کی دیوار میں نیا اک در

خبر بھی ہی تمھیں اس در کا کون ہی معمار
نگاہ بنت اسد جذبۂ دل حیدرؑ

یہی وہ در ہی کہ نکلیگا جس سے باب علوم
یہیں سے آئیگا دنیا میں فاتح خیبر

پڑ گئی جان یہیں پیکر نبوت میں
یہیں سے جلوہ فگن ہوگا نفس پیغمبر

مطلع

یہیں سے ہوگا برآمد بتول کا شوہر
نصیریوں کا خدا اور رسول کا ہمسر

یہ عہدہ تم کو مبارک ہوا ابو طالبؑ
کلید کعبہ ہوئی آج فاتح خیبر

ہوئی ہی تم کو مبارک کلید برداری
ملا ہے اسکے خزانہ سے بڑھ کے گوہر

شکست کفر کی بنیاد پڑ گئی دیکھو
بتا رہی ہیں تو نکے بجھے ہوئے تیور

حرم میں آج حکیم العرب ہوا پیدا
کھلے ہیں حکمت قرآن کے سیکڑوں دفتر

یہی ہے نقطۂ پرکار عالم ہستی
خطوط اسی سے نکالینگے نکتہ رس ملکر

اسی سے دفتر کن میں ہی جلوۂ معنی
اسی میں روح دو عالم ازل سے ہی مضمر

اسی کا کلک بدایع نگار تھا گلکار
وگرنہ سادہ ورق تھا زمانے کا منظر

نبی کی ذات سے یوں متحد ہی ذات اسکی
اگر وہ آئینہ وحدت کا ہی تو یہ جوہر

بصد ادب ہی امید کرم میں سرگشتہ
ملے عزیز کو شاہا غلامی قنبر

۱۳ رجب ۱۳۳۲ھ

نغمہ ولا

در مدح سرور اولیا

تجھے کیا کام ناصح کیا کرے گا رازداں ہوکر
چھپاؤں کیوں نہ میں راز محبت بدگماں ہوکر

مذاق اہل دل میں پند ناصح تلخ ہوتی تھی
نصیحت گر ذرا نازاں نہو شیریں زباں ہوکر

جو سچ پوچھو حیات اہل دل ہی عشق میں مضمر
مرض یہ قالب عشاق میں رہتا ہی جاں ہوکر

اسی نے خلوت و جلوت میں کی ہنگامہ آرائی
دکھایا چار سو جلوہ نہاں ہوکر عیاں ہوکر

پوچھیں اہل دل طاقت گداری کوئے قاتل کی
نکلتا ہے کوئی بیجان کوئی نیم جاں ہوکر

وہی تن ہو کہ جو پھکتا رہے سوز محبت سے
ہر اک شعلہ بڑھا دے زور مغز استخواں ہو کر

رکھے خود زانوئے نازک پہ کوئی شوق سے سر کو
سبک ہو جائے اتنا جسم عاشق ناتواں ہو کر

سناؤں اک غزل میں تجکو اپنے رنگ کی ناصح
کہ شاید راہ پر آجائے تو بھی شادماں ہو کر

مطلع

جفا کرتا ہے جب یہ پیر گردوں ناتواں ہو کر
کریں پھر کیوں نہ وہ بیداد ہمسر نوجواں ہو کر

بگڑنے پر یہ عالم ہو کہ لاکھوں جان دیتے ہیں
خدا جانے ستم ڈھاؤ گے کیا تم مہرباں ہو کر

خبر لو اضطراب دل کی گر عادت بگاڑی ہے
رکھا تھا ہاتھ کیوں سینہ پر آخر مہرباں ہو کر

نہ چھیڑ اے نکہت زلف معنبر شام ہجراں ہو
بلائیں آرہی ہیں کارواں در کارواں ہو کر

تصور سے کسی کے زندگی وابستہ ہو ناصح
وگرنہ زندہ رہ سکتے تھے کب یوں ناتواں ہو کر

علی کو دیکھ نان جو کے دو ٹکڑے نہ تولتے تھے
جبھی تو وہ رہا ہے عالم خاکی میں جاں ہو کر

علی وہ کون امیر المومنین داماد پیغمبر
لیا ملک امامت جسنے شاہ انس و جاں ہو کر

انھیں سے داد خواہی کیلئے صامت ہو گویا
زمیں سب حال دل کہتی تھی انسے بیزباں ہو کر

اگر وقت مصاف انکی شجاعت دیکھ لے کوئی
نکل جائے جسد سے دم صدائے الاماں ہو کر

ثنا اس حسن کی جو ہو حجاب قدس کی زینت
ثنا خواں صانع عالم ہے جسکا قدرداں ہو کر

نہیں جائے سخن اسکے لسان اللہ ہونے میں
نبی سے حق کی باتیں کیں علی کے ہمزباں ہو کر

دعا یا تھا جو اک تیر آپکے پائے مبارک میں
خلوص بندگی کا حال کہتا تھا زباں ہوکر

نہ ایدل چھوڑنا اس ناخدا کا گوشۂ دامن
بچائی کشتی اسلام جس نے بادباں ہوکر

مسیحائی پر اپنی عیسیٰ گردوں کو نازش ہی
بھلا آئیں تو انکے سامنے معجز بیاں ہوکر

تعالے اللہ پیدا ہوتے ہیں اسرار ربانی
کہے سب پر عیاں معنی لفظ کن فکاں ہوکر

عدو انکا اگر اک پل بھی سوئے خواب غفلت سے
چبھے آنکھوں میں ہر موئے مژہ نوک سناں ہوکر

خلافت شرع کو ئی ثبت چلے گر عہد میں انکے
قدم کو حلقۂ گیسو جکڑ لیں بیڑیاں ہوکر

غزل میزاب تا بکے طول سخن وقت دعا آیا
کہیں آمین اہل بزم مرے ہمزباں ہوکر

خوشی یارب ہی یاران ہم مشرب کے حصہ میں
رہیں آلام دنیا میں نصیب دشمناں ہوکر

ابتدائی کلام ۱۳ رجب ۱۳۱۸ھ

لعل چراغ

مسمط مخمس در ستایش حکیم العرب حضرت امیر المومنین ارواحنا فداہ

بھری ہیں کیسی بجلیاں دل شرارہ بار میں — نہ یہ چمک ہی برق میں نہ یہ لپک شرار میں
نہ راحت اضطراب میں نہ صبر ہی قرار میں — نہ وہ ہیں اختیار میں نہ دل ہی اختیار میں
تمام عمر کٹ گئی فریب انتظار میں

وہ صبح ہو کہ شام ہو خیال غم نہ جائیگا — فلک کی خوستمگری ہمیشہ یہ ستائیگا
یہ اضطراب درد دل یوں ہی مجھے رلائیگا — خیال لعل و رخ ابھی کہاں کہاں پھرائیگا
حلب میں زنجبار میں دمشق میں تتار میں

زمیں کے ظلم دیکھئے فلک کے جور دیکھئے — طلسم روزگار کو ابھی کچھ اور دیکھئے
ہمارے رنگ دیکھئے کچھ اپنے طور دیکھئے — نگاہ دور بیں سے ہاں ذرا بغور دیکھئے
یہ کسکے دل کے ذرّے ہیں ملے ہوئے غبار میں

سواد زلف پر شکن فریب مار آستیں — بجھی ہوئی وہ زہر میں نگاہ شوخ و سُرمہ گیں
پئے ہوئے خم و سبو وہ چشم سحر آفریں — اِدھر سوال و صل ہے جواب اُدھر نہیں نہیں
اُمید و بیم جوش زن دلِ اُمیدوار میں

نگاہ میفروش ہے شباب کے خمار میں — قبا مسکتی جاتی ہے تن ستارہ بار میں
پسینے کی شمیم ہے ہوائے خوشگوار میں — چلے ہیں سیر باغ کو وہ موسم بہار میں
بجائے گل گندھے ہوئے ہیں دل گلوں کے ہار میں

گل شقیق و نسترن کھلے ہوئے چمن چمن — وہ سنبل بنفشہ مو وہ کاکل شکن شکن
شمیم مشکبار ہے ہر اک طرف ختن ختن، — یہ اوس ہے کہ موتیوں کا ڈھیر ہے عدن عدن
بھرے ہوئے ہے جھولیاں ہر ایک گل بہار میں

دکھائے لاکھ شعبدے فضائے دور آسماں — ہزار بے رنگتیں زبرجدی یہ طیلساں
ہیں زہر خوردہ قلب میں کچھ آبلے جو ضوفشاں — شب فراق کیا کہوں دکھا رہے ہیں کیا سماں
سنہرے گل ٹنکے ہوئے بساط سبزہ زار میں

یہ کارگاہ ظاہری یہ سب طلسم ہست و بود — نگار حسنا نہ رفنا یہ بزم عالم شہود
جہاں ہر ایک چیز میں ہے اک نمائش و نمود — یہیں ہر ایک ذرّہ ہے گواہ وحدت الوجود
اسیکی شکل ضو فگن ہے پردۂ غبار میں

رہی ہزار گفتگو جہاں میں دور جام تک — عقول جا کے رہ گئے زبرجدیں خیام تک
کلام ختم ہو گیا ہے منتہی الکلام تک — گئی کمند فلسفہ نہ اُسکے اوج بام تک
اُلجھ کے عقل رہ گئی طلسم روزگار میں

علوم فلسفہ میں ہو کسی کو کتنا ہی کمال — فلک کے دائرے سے ہے خروج عقل کا محال
قیود رسم خط میں وہ بندھا ہوا ہے بال بال — جدید خط نکالے کیا کسی کا نقطۂ خیال
کوئی ثبوت ہی نہیں ہے نفی کردگار میں

وہ پردہ جو پڑا ہوا ہے ڈارون کی عقل پر — حجاب ظلمت آفریں ہے وہ تمھیں نہیں خبر
حدوث مادّہ پہ ہے گواہ حالت بشر — قدم کے چار سمت ہے اُسکی ذات جلوہ گر
غیاب میں حضور ہیں یمین میں یسار میں

جمال ماہتاب میں فروغ آفتاب میں — جبال میں سراب میں نجوم میں سحاب میں
طلا میں سیم ناب میں جواہر خوش آب میں — نسیم میں بہار میں بخار میں حباب میں
ہر ایک شے میں جلوہ گر جہان جلوہ زار میں

پڑی ہوئی ہے ہر طرف زمانہ بھر میں کھلبلی — سمجھ میں آئیگا وہ کیا نہ آیا اُسکا جب ولی
جہاں میں جسکا فضل ہے ہر ایک قوم پر جلی — وہ کون نفس مصطفےٰ علی علی علی علی
کروں گا پیش اسی کو میں ثبوت کردگار میں

کسی سے بھی سلجھ سکیں نہ آجتک یہ گتھیاں ملا نہ رشتہ کا سرا پھرا کئے رواں دواں
مگر عقول کا لیا ہے چھپ کے اُسنے امتحاں یہ خط کہاں سے نکلا ہے ملا نہ نقطہ کا نشاں
یہ موشگافیاں نہیں بشر کے اختیار میں

چھڑی رہیں حدوث اور قدم کی سب کہانیاں بقدر ذوق کی گئیں ہزار گل فشانیاں
مقرروں نے بزم میں دکھائیں خوش بیانیاں مصنفوں نے طبع کی دکھائی ہیں روانیاں
یہ حد ہے بس کہ لیگئے شکوک دل مزار میں

ملا نشانِ ایزدی حبیب کے ظہور سے نہ ماہ سے نہ مہر سے نہ برق کوہ طور سے
زمانہ جگمگا اٹھا ہے جسکے نُور سے ملک درود پڑھتے ہیں نظارہ کرکے دور سے
بھری ہیں وہ تجلیاں عذار نور بار میں

ہے سرزمین مدینہ کی جواب چرخ چنبری ستارہ ساں ہے ذرّوں کو فلک سے ناز ہمسری
ہے سر بسجدہ دیر میں ہر اک خدائے آذری بساط صفحۂ زمیں تمام شان داؤدی
کھلا ہے ایک تازہ گل عرب کے خارزار میں

چراغ آذری ہے گل تباہ شام و روم ہے خدا پرست جمع ہیں مدینہ میں ہجوم ہے
وہ عہد جس میں کاہنوں کی ہر طرف یہ دھوم ہے یہ حاوی الفنون ہے وہ جامع العلوم ہے
اور ان میں ایک نور ہے گھرا ہوا حصار میں

مرینگے دین پر اسکے دلمیں ہمنے ٹھان لی — کہ جسکے آستانہ پر زمانے امان لی
ضرورت ثبوت کیا حقیقت اُسکی جان لی — علی سے فلسفی نے جب نبوت اسکی مان لی
نہیں ہی کوئی شک ہمیں اب اسکے اقتدار میں

علی وہ باب علم ہے جہاں میں منتہی الرسُول — اُسی کا نور پاک تھا لباس عصمت بتول
حقیقت اسکی جان کر ہیں دم بخود ذوی العقول — نگاہ بھر کے دیکھئے تو سر سے پا تک رسول
جمال میں خصال میں وقار میں شعار میں

فقیہہ وہ کہ حامیہ کو رجم سے بچا دیا — جوان وہ کہ حق نے خود خطاب لافتا دیا
خطیب وہ فصاحت رسول کو دکھا دیا — شجاع وہ کہ رستموں کو جنگ میں بھگا دیا
ظفر قدم کے ساتھ تھی ہر ایک کارزار میں

علی کی نخبتہ کاریاں مخالفوں کی خامیاں — جلی قلم سے ہیں لکھی تمام نیک نامیاں
نسیم فیض وجود نے دکھائیں خوشخرامیاں — خلافت اُسپہ منفخرہ کیں خوش انتظامیاں
رہا ہے پیش پیش وہ نبی کے کاروبار میں

وہی انیس خلوت حرم سرائے حوت ہی — نظر میں اسکی یہ جہاں اذہن البیوت ہی
خدا پسند ان جو جو قوت لایموت ہے — یہی دلیل زہد ہے یہی بڑا ثبوت ہی
علی کے اقتدار میں علی کے افتخار میں

کہاں ولادت اور کہاں وہ حق نما خدا کا گھر　　جناب مریم آئیں تھیں نہ ہو سکا مگر گذر
حجاب بطن فاطمہ میں کوئی راز تھا مگر　　نگاہ مضطرب میں تھا علی کے جذب کا اثر
خط شگاف پڑ گیا جو کعبہ کی جدار میں

اب اسکا سوچنا ہی کیا کہ محتسب خفا گیا　　اسی کا کچھ ضرر ہوا یہاں کسی کا کیا گیا
حرم کے ساقیو! چلو کہ وقت دور آگیا　　فراز بام کعبہ پر سیاہ ابر چھا گیا
قدح کشان میکدہ کھڑے ہیں انتظار میں

پیالہائے دہ منی وہ بادہ کش پئے ہوئے　　وفور جوش شوق میں خم و سبو لئے ہوئے
زباں پہ توبہ دل میں کچھ خیال مے کئے ہوئے　　جناب واعظ آئے ہیں بہت لئے دئے ہوئے
نہ آئے تاکہ فرق کچھ سکینہ و وقار میں

وہ سرخ ڈورے آنکھ کے جو شوخ و دلپذیر ہیں　　خطوط جام میکدہ جو صاف و بے نظیر ہیں
اسی سے مست راتدن قدح کش غدیر ہیں　　یہ بادہ نوش ساتیا الکیر کے فقیر ہیں
اسی روش پہ عمر بھر رہیں گے روزگار میں

ہے نشہ کی ترنگ میں زمانہ کسکو ہوش ہے　　صراحیاں ابل رہیں ہیں خمکدہ میں جوش ہے
عمامہ رہن بادہ ہے عبا تو زیب دوش ہے　　اگرچہ تھوڑی دیر میں بساط میفروش ہے
کہ ضبط شوق اب نہیں کسی کے اختیار میں

جریدہ جہاں میں ہے جلی قلم سے یہ لکھا — حرم میں ہے رسول پر نزول آیت خدا
جدار کعبہ شق ہوئی تو راز سب پہ کھل گیا — کشش کے بعد حرف کی وجود ہوگا نقطہ کا
برنگ بائے بسملہ شگاف ہے جدار میں

بتوں کے جاگتے ہوئے نصیب آج سو گئے — کتاب کفر و شرک کے تمام حرف دھو گئے
بغور انھوں نے بھی سنا حرم کے سمت جو گئے — صحیفے حفظ ہو گئے علوم جذب ہو گئے
نبی نے دے جو دی زباں دہان شیر خوار میں

عزیز تین روز سے یہ کون میہمان ہے — خدا نصیریوں کا ہے کہ مصطفے کی جان ہے
خبر بھی ہے؟ نبی کا دوش اسکی نردبان ہے — حرم میں رہ کے اونڈ ربو! خدا کی شان ہے
نظر کرو تو کون ہے یہ کعبے کی کنار میں

خدا کا شیر نور حق ۔ مراد خسرو اسد — رسول کا وصی بحق خدا کا خاص معتمد
ابو الائمۃ الکرام امام دین مستند — لسان صدق امیر نحل امین ۔ بیفتہ البلد
ہر ایک نام سکہ زن ہے شرع کی دیار میں

وغا میں یادگار ہیں علی کی گرم جوشیاں — جہاد میں زبان زد عوام سرفروشیاں
وہ خاطیوں کے باب میں خطا سے چشم پوشیاں — جواب اہل ظلم میں سکوت اور خموشیاں
تسلط اسکو نفس پر ہے جیر اختیار میں

ہر ایک حکم اُسکا ہو جہاں میں واجب العمل　　سخن کی لذتوں سے ہو خجل عذوبت عسل
ہر ایک راہ شیر دل اسی کا بندۂ اقل　　وہ ہمتوں میں فرد ہو سخاوت اسکی فی المثل
غلام ہو کہ ناقہ ہو جہاں ہو کس قطار میں،

زباں زد عوام ہے وہ انتہا کا خلق عام　　ذرا سا بھی نہ فرق تھا میان خواجہ و غلام
خصوصیت کی اک نظر اسی پہ ہو علی الدوام　　گروہ انبیا ہو یا ملائکہ کا اژدھام
علی کی ذات منتخب ہزار در ہزار میں

ہزار جان و دل سے ہیں ملک فدائے مرتضےٰ　　خود انبیا نے چھک کے پی مئے ولائے مرتضےٰ
دکھاؤں آؤ کعبہ میں میں تمکو جائے مرتضےٰ　　نبی کی مہر دوش پر نگین پائے مرتضےٰ
یہ فخر کم نہیں ہی کچھ محل افتخار میں

نگہ سے وہ محرک طناب آفتاب ہے　　وہی ہر ایک جنگ میں نبی کا ہمرکاب ہے
زمین اُسکے حکم میں وہی ابوتراب ہے　　اسی کا مہد عافیت نبی کا فرش خواب ہے
ملے ہیں کسکو یہ شرف صحابۂ کبار میں

جہاں میں جتنے طبقے ہیں دقیقہ سنج و نکتہ داں　　مفسرین نکتہ رس مناظرین خوش بیاں
اُسکی پیشگاہ میں خلوص سے قصیدہ خواں　　مؤرخین متفق مجاہدین یک زباں
ہے زندہ دین احمدی علیؓ کی یادگار میں

علی خدا ہے یا بشر پتا نہ یہ کبھی ملا
کہ معترف بعجز خود امام شافعی ملا
مگر یہ رتبہ کہ تو دو کسی کو اور بھی ملا
سوا نبی کے کوئی بھی مماثل علی ملا

علوم میں فنون میں وفا میں اعتبار میں

مہیب وہ کہ الامان جلال وہ کہ الحذر
رگڑ دئے زمین پر عرب کے سرکشوں کے سر
اشارہ میں اُٹھا لیا حصار آہنی کا در
پٹک دیا زمیں پر بنا لیا کبھی پسر

نہاں تھیں اتنی قوتیں علی کے انکسار میں

وہ زہد زندگی بسر تمام نان جو پہ کی
وہ علم جسکا معترف ہر ایک فلسفی بنی
وہ جود جسکے سامنے خفیف ہی ہر اک سخی
وہ خلق جس سے دب گئی مخالفوں کی سرکشی

صفات سب یہ جمع ہیں علی سے فی وقار میں

لباس ظاہری میں کم کناد کش جہاں سے
خلوص دل سے وہ کیا کہا جو کچھ زبان سے
امامت اُسکی نسل سے خلافت اسکی شان سے
وہ مسند نبی پہ ہے عجیب آن بان سے

کہ جوڑ ریف خرمہ کے ہیں تخت تاتار میں

رسول کی نگاہ میں علی کی کیوں نہ قدر ہو
صف جہاد پر اگر وہ رُخ کرے تو غدر ہو
دلاوروں کی بزم میں ہمیشہ کیوں نہ صدر ہو
احد ہو فتح مکہ ہو حنین ہو کہ بدر ہو

علم اُسی کا نصب تھا ہر ایک کارزار میں

غدیر میں رسول نے کیا تھا قبلۂ انام — تمام کائنات کا دیا تھا رشتۂ نظام
کمال دین کے ساتھ ہی ہوئیں تھیں نعمتیں تمام — جلی قلم سے تا ابد رہے گا درج اسی کا نام
غدیر کے موقت الشیوع اشتہار میں

جو اصح الکلم یہ یا خطب یہ کیجئے نظر — صحیفۂ پر کہ نظم کے جواہر خوش آب پر
کہ جسکے فقرہ فقرہ میں نہاں ہی جوش زن اثر — فصاحت اُس سے مفتخر بلاغت اس سے مشتہر
دفاتر کثیر ہیں علی کے اختصار میں

کسی کو برتری نہیں ہے شوہر بتول سے — تفوق آپ دیتے ہیں بھلا یہ کس اصول سے
علی کا نسبتاً شرف صحابۂ رسول سے — حواس کو مناسبت ہو جسطرح عقول سے
حواس بھی ہمیشہ جو معطل اپنے کار میں

وہ دبدبہ نگاہ میں کہ فوج رِل کے رُگئی — شجاعت آج لیکے کچھ خیال دل کے رُگئی
نظام کائنات سے نگاہ مِل کے رُگئی — فلک لرز کے رُگیا زمین ہل کے رُگئی
در آئیں جبکہ اُنگلیاں اُس آہنی حصار میں

وہ شرزہ شیر معرکہ وہ شہسوار صف شکن — وہ زور بازوئے نبی وہ پہلوان تیغ زن
کہ جسکے ذکر آجتک ہیں انجمن در انجمن — عرب میں ہے زباں زد عوام لا اباحسن
اسیکی دھاک ہی بندھی فضائے روزگار میں

خبر نہیں کہ اسکو ہے خدا سے ارتباط کیا؟ لپٹنے سے فاطمہ ہے مقصد و مناط کیا
کبھی نہ دل میں سوچا کہ بچہ کی بساط کیا؟ نکال لیگا ہاتھ کو یہ پارۂ متاط کیا
کہ اژدر اُسکے سامنے نہیں کسی شمار میں

ہمک رہا ہے اس طرح کہ جیسے حملہ اسد تبان ارض کعبہ کو سمجھ رہا ہے دام و دد
مخالفوں کے وار کو ابھی سے کر رہا ہے رد رسول کی زبان پر صدائے یا علی مدد
نگاہِ شوق مضطرب تلاش ذوالفقار میں

نگہ میں جذب باطنی رگوں میں خون ہاشمی ہوا ہے لافتی کا غل خدا نے طاقت ایسی دی
صفوں میں حشر ہوگیا نیام سے جو تیغ لی بدن میں لرزہ پڑگیا نظر جب اُس سے ملگئی
نگہ تھی چشم شوخ میں کہ شیر تھا کچھار میں

علی ابھی ہیں گود میں رسول کا شباب ہے بسان چشم منتظر کھلا حرم کا باب ہے
نظارہ دونو چہروں کا عبادت اور ثواب ہے علی کی آنکھیں بند ہیں نبی کو اضطراب ہے
اُدھر وہ انتظار میں اِدھر یہ انتظار میں

دم ولادت آگیا زمانہ کا یہ حال ہے حرم کی سمت ہے نگاہ اُسی طرف خیال ہے
جواں ہے دختر اسد یہ شیر ذوالجلال ہے یہ گرمی جلال ہے یہ تابش جمال ہے
عرق زچہ کو آگیا حسرم کردگار میں

ولادت علی سے ہے ضیا فگن خدا کا گھر
یہ لعل سب چراغ بھی وہیں عزیز نصب کر

تھے سبعہ معلقہ جہاں پہ مطمح نظر
چڑھایہ سلک گوہریں اُسی جدار کعبہ پر

کہ جادۂ نجات ہے اسی لڑی کے تار میں

پرچم فتح

در تہنیت فتح خیبر

شب ہوئی انجم تابندہ کا لشکر نکلا
پرچم فتح لئے ماہ منور نکلا

قلعۂ چرخ سے اٹھا شہ خاور کا عمل
مہ نو خیمۂ زربفت سے باہر نکلا

جسنے اس گنبد بے در پہ نظر کی شب کو
منہ سے بیساختہ یا فاتح خیبر نکلا

نیند آنکھوں سے اڑی شوق علمدار میں
ذکر ما بین رفیقان ہمہ تن پر نکلا

دیکھئے کل علم فتح کسے ملتا ہے
فوج سے دیکھتے ہیں کون مظفر نکلا

دلمیں کچھ سوچ کے کہتے ہیں فراری کل کے
سچ تو ہے کیا ہی بُرا اپنا مقدر نکلا

کوئی کہتا ہو نشان فوج کا میں پاؤنگا کل
جبن کہتا ہو کبھی گھر سے بھی باہر نکلا

کوئی کہتا ہو علم دینگے اسی کو حضرت
کل سب انصار و مہاجر میں جو برتر نکلا

شوق وہ شوق کہ معلوم ہو میں سخت دلیر
بزدل ایسے کہ جہاں میں کوئی کمتر نکلا

الغرض رات کٹی جنگ خیالی میں عزیز
زعم میں اپنے ہر اک شخص دلاور نکلا

اسطرف صبح کے آثار نمودار ہوئے
گھر سے ہر شخص پئے طاعت داور نکلا

لائے تشریف مصلے پہ رسول عربی
بہر تسلیم اُدھر خسرو خاور نکلا

رات جس جسنے گزاری تھی اِسی امید میں
جسم پر اسلحۂ جنگ وہ سج کر نکلا

اُسطرف منصب عظمیٰ کے طلبگار ہوئے
یاں سفید ایک علم خیمہ سے باہر نکلا

دیکھ کر رایت اسلام پڑھا وہ مطلع
مطلع مہر منور سے جو بہتر نکلا

مطلع

ابتو ارمان ترا اے دل خیبر نکلا
قرعۂ فتح بنام شہ صفدر نکلا

لو صفیہ کو خبر دو کہ سنبھلکر بیٹھے
خیر ہو اب کی بدلے ہوئے تیور نکلا

کوئی دے دایۂ مرحب کو ذرا جا کے خبر
آکے فرزند کو سمجھائے کہ حیدر نکلا

لو خدا خیر کرے قلعہ کے رہنے والو
آج بپھرا ہوا بیشہ سے غضنفر نکلا

دیدباں قلعہ کا بیٹھا ہو تو کہدو جا کر
لے خبردار ہو اب فاتح خیبر نکلا

سر پہ مرحب کے پڑی ضرب صدا آئی عزیز
آج تیغ اسد اللہ کا جوہر نکلا

نہالِ طوبیٰ

در منقبت سرورِ اصفیا علی مرتضےٰ

اپنی یہ بے رحمیاں اللہ اکبر دیکھئے
میری شہ رگ دیکھئے اور اپنا خنجر دیکھئے

زندگی کا چشمہ ہے ان خنجروں کی آب میں
پھر اُسی انداز سے تیوری چڑھا کر دیکھئے

اک نگاہ روح پرور سے نہیں ہوتا سکوں
بسملوں کا یہ تقاضا ہے مکرر دیکھئے

جب تصادم ہوگا ان ذرّات سے نگلیلی کو
دل کے اجزا دیکھئے لیکن سنبھل کر دیکھئے

کچھ دھواں سا نزع میں منہ سے نکل کر رہ گیا
دیکھئے انجام ضبط قلب مضطر دیکھئے

میں رہین نا اُمیدی آپ سرگرم نشاط
اپنی قسمت دیکھئے میرا مقدر دیکھئے

آپ کیوں دیکھیں نظام گردش لیل و نہار
روئے روشن دیکھئے زلف معنبر دیکھئے

داد کا طالب کوئی اور داد گر انکی طرف
کیا گزرتی ہے سر میدان محشر دیکھئے

جنبش مژگاں مجھے لینے نہیں دیتی سکوں
مندمل ہوتا ہے دل کا زخم کیونکر دیکھئے

نرگس ساقی ہے جب دفتر کشائے میکدہ
جام جم کیوں دیکھئے کیوں دور ساغر دیکھئے

پردہ داری سے بڑھا جوش تحیر کسقدر
رہ گئے ہیں کتنے لوگ آئینہ بنکر دیکھئے

وہم کے پردہیں کیجاتی ہیں عقل آرائیاں
یہ تماشا ایک دن پردہ الٹ کر دیکھئے

عقل کے میداں میں یہ باطل ستیزی تا بکے
دیدۂ دل سے ذرا جذب کا منظر دیکھئے

چاہئے ہو ذات واجب پر جو روشن تر دلیل
آیئے کعبے میں چلکر شان داور دیکھئے

ایک بندہ ہی جو پہنے ہی خدائی کا لباس
گر خدا کو دیکھنا ہو روئے حیدر دیکھئے

صدر اعظم میرا فخم وہ وصی محترم
ہے عبادت اُسکے چہرہ کی طرف گر دیکھئے

اک بشر میں اتنے جلوے ایک انسا میں یہ نور
چشم حق بیں سے کمال صنع داور دیکھئے

دیدنی ہے جذبہ بے اختیار فاطمہ
شق ہوئی جاتی ہے یہ دیوار کیونکر دیکھئے

بے پئے ہو نشۂ مے کا اگر دلمیں خیال
جلوۂ مستانۂ ساقی کوثر دیکھئے

ڈالدی ہے حلق میں کعبے کے جسنے اک لکیر
کیا اثر کرتی ہے وہ مے میرے دلپر دیکھئے

حسن ساقی کی تجلی آج ہے طاقت ربا
دل کی حالت دیکھکر کعبہ کا منظر دیکھئے

مل گیا اجر رسالت سرور عالم کو بھی
کس قدر مسرور بیٹھے ہیں پیمبر دیکھئے

کہہ رہی ہے پیمبر سے نگاہ خشمگیں
ان بتوں کی سرکشی اللہ اکبر دیکھئے

رعشہ براندام ہیں کعبے کے اصنام کبار
یارسول اللہ اس بچّے کے تیور دیکھئے

سب صحیفے انبیا کے ہیں زبان پاک پر
اسطرح ملتی ہے میراث پیمبر دیکھئے

سنگ اسود کی سیہ پتلی میں نور آنے لگا
جلوہ رُخ سے چمک اُٹھے ہیں پتھر دیکھئے

دیکھنا ہو گر رسالت پر امامت کا عُروج
پائے حیدر دیکھئے دوش پیمبر دیکھئے

کارنامے دیکھنا ہوں زور بازو کے اگر
باب خیبر دیکھئے جبریل کے پر دیکھئے

امتحان زھد فی الدنیا اگر منظور ہے
لیف خرما دیکھئے پیوند چادر دیکھئے

نور ہیں قدرت کی آنکھوں کے علی ہیں یارسول
منظر عرفاں میں دونوں کو برابر دیکھئے

توڑے زانو سے دبا کر اپنے جونان جویں
وہ ضعیف و ناتواں اور فتح خیبر دیکھئے

چشم ظاہر بیں کی بینائی فقط کافی نہیں
دیدۂ دل سے جمال روے حیدر دیکھئے

ملگیا یوں ذات واجب سے کہ مشکل تھی تمیز
بزم وحدت میں اسی پردے کے اندر دیکھئے

اوج افلاک شرف تک اُسکے جانا ہی محال
رتبۂ مقداد و سلمان و ابوذر دیکھئے

دیکھنا ہو طبع حسّان ابن ثابت کا جو زور
نظم رنگین عزیز نکتہ پرور دیکھئے

۱۳ رجب ۱۳۳۳ھ

رایت ظفر

در تہنیت فتح خیبر

نظر بھر کر تو دیکھو منتظر سب پینے والے ہیں
رمد آلودہ آنکھیں سرخ صہبا کے پیالے ہیں

کیا حسن ازل نے طرۂ دستار کن جنکو
میان گلشن وحدت یہ وہ دو سرخ لالے ہیں

یہ مانا مضطرب کوئی نشانہ اڑ نہیں سکتا
لگاؤ تیر تو پہلے ہم اپنا دل سنبھالے ہیں

الست اک میکدہ تھا اور رہیں سے ابتدا کی تھی
خبر بھی ہے یہ دریا نوش کب کے پینے والے ہیں

مبارک ہو کہ ساقی نے در میخانہ کھولا ہے
عزیز مے پرست آجا کہ ہم تجکو سنبھالے ہیں

سمجھی جانیں کہ سمجھیں انتہا عرفان ساقی کی
سنا ہے حضرت واعظ بڑے اللہ والے ہیں

نہیں تیغ ہلالی دست ساقی میں تو کیا پڑا
سلامت جنبش ابرو کہ پھر سب زخم آلے ہیں

بلوریں جام دینا دور سے آتا ہوں اے ساقی
طلب کی راہ میں در کف تلوونکے چھالے ہیں

یہی موے ثمر جس سے پڑے ہیں بال شیشوں میں
جو گھٹ جائیں تو خنجر ہیں جو بڑھ جائیں تو بھالے ہیں

تصدق گرمی جوش جوانی کا پلا ساقی
وہ جام آتش تر برف میں جو تو نے جھالے ہیں

بڑھی ہے میکدہ میں واعظو نکی اتنی آزادی
عمامے رہن تھے پہلے مگر اب بیچ ڈالے ہیں

اُسی کے دم سے کچھ پوچھو جناب شیخ کا تقوے
عبا کی آستیں سے جنے اکثر بُت نکالے ہیں

یہ ہی چوبیسویں ماہ رجب کی ہاں مرے ساقی
علم تیار ہے اور منتظر فوجی رسالے ہیں

مجھے پینے کا فتوی دے سر مرحب کے کاسہ میں
بقدر ظرف مندان قدح کش یہ پیالے ہیں

یہ دست نازک اور پھر ایک چلّو کیا بھلا ہوگا
یہ مے آشام ساقی ڈگ ڈگا کے پینے والے ہیں

ستارا صبح کا چمکا اذان لشکر میں ہوتی ہے
مسلح شوق منصب میں نبی کیساتھ والے ہیں

سپید اک رایت اسلام خیمے سے نکلتا ہے
"علی" تو ہیں علیؑ گھوڑے کے بھی تیور نرالے ہیں

چلو رعنائی قامت کا نظارہ کریں ہم بھی
لباس خاص اپنا اب نبی پہنا نیوالے ہیں

گزاری تھی جنھوں نے رات ساری شوق منصب میں
علم کیساتھ ہاتھ آج انکے وہ شبگیر نالے ہیں

جنھیں اپنی جگہ پر ہیں شجاعت کے بڑے دعوے
اُنھیں اچھی طرح ہم معرکو نمیں دیکھے بھالے ہیں

در خیبر پہ دیکھو مختلف شکلیں شجاعت کی
کہ یہ اقلیدس جرأت کے دو چھوٹے مقالے ہیں

ہے زور کل اسلام آج حیدر کی کلائی میں
شکست و فتح کیسی کفر کو جینے کے لالے ہیں

اُدھر جبریل و میکائیل مامور اپنے منصب پر
کلائی کو یہ تھامے ہیں وہ دنیا کو سنبھالے ہیں

سرا پائے علی کی مدح میں کیا خامہ فرسا ہوں
ید قدرت نے اعضا حسن کے سانچے میں ڈھالے ہیں

علی کی انتہائی قوتوں کو کوئی کیا جانے
کہ پہلی مشق میں اژدر کے کلّے چیر ڈالے ہیں

ہر اس جنگ کیا ہوتا علی کے مطمئن دل میں
یہ چادر تان کر فرش نبی پر سونے والے ہیں

تعجب کر رہی ہے روح داؤد اس کرامت پر
علی دروازۂ خیبر میں اپنا ہاتھ ڈالے ہیں

برابر شکر اسلام پر تقسیم ہوتے ہیں
در خیبر کے ٹکڑے ہیں کہ جنت کے قبالے ہیں

علی قاتل ہے انکے شوہروں کا اسپہ ہیں نازاں
وہ خاتونیں کہ جنکے زیب پیکر رنڈسالے ہیں

خدا دکھلیں علی کی فتح خیبر دیکھنے والے
حصیر فقر ہے اور آرد جو کے نوالے ہیں

دو عالم بالکنا یہ ہیں جو تمہید آفرینش کی
علیؑ کے وصف میں یہ مختصر سے دو رسالے ہیں

جو پوچھے خضر راہ عشق کہدینا عزیز اس سے
خدا کے نام لیوا ہیں علی پر مرنے والے ہیں

۲۴ - رجب ۱۳۳۲ھ

پروانۂ جنت

در مدح حضرت حجت

دلکو یہ شرف الفت حیدر سے ملا ہے
یہ جام مجھے ساقی کوثر سے ملا ہے

چلتے ہیں اشارے پہ جہاں لوح و قلم بھی
پروانۂ جنت اسی دفتر سے ملا ہے

بندہوں مگر ڈر ہو کہ آزاد نہ ہو جاؤں
فرمان عتاقت مجھے قنبر سے ملا ہے

ہے دولت جاوید لائے شہ مرداں
مجکو یہ زر نقد ابوذر سے ملا ہے

ایمان ہو عشق ہو کہ رنگینی گفتار
جو کچھ بھی ملا ہے وہ اسی گھر سے ملا ہے

دعوائے غلامی بھی سزاوار نہیں کیا ؟
جب میر انسب مالک اشتر سے ملا ہے

عزت یہ مجھے حضرت حجت سے ملی ہے
ہاں ہاں شیر ف آل پیمبر سے ملا ہے

وہ حجۃ حق ختم ہوئی جسپہ امامت
اکلیل ولایت جسے حیدر سے ملا ہے

اب آل پیمبر کا سفینہ ہے یہی ذات
افلاک کا پایہ اسی لنگر سے ملا ہے

چہرہ کا فروغ احمد مختار سے پایا
کس بازو میں قالع خیبر سے ملا ہے

جرات کا سبق حضرت شبیر سے پایا
لشکر کا علم عم دلاور سے ملا ہے

ورثہ میں زرہ جعفر طیار سے پائی
اور تیغ پہ قبضہ انھیں حیدر سے ملا ہے

اس تیغ پہ النسیہ حورا[1] کی ہے صیقل
اور کاٹ اسے جبرئیل کے شہپر سے ملا ہے

خردی و بزرگی کا تفاوت ہو تو کچھ ہو
پر علم امامت تو برابر سے ملا ہے

کافی ہے تری زلف مسلسل کی ثنا میں
یہ سلسلہ گیسوے پیمبر سے ملا ہے

نکلی ہیں زچاخانہ سے کہتی ہوئی نرجس
یہ چاند مجھے میرے مقدر سے ملا ہے

روے گل نرجس پہ تحیر کی نظر کیوں
یہ رنگ جوانی پیمبر سے ملا ہے

کافی ہے عزیز سخن آرا کو یہ عزت
تمغاے شرف اسکو ترے در سے ملا ہے

[1] النسیہ حورا۔ نام حضرت فاطمہؑ

بہارِ خضرا

در مدح حضرت حجۃ عجّل اللہ ظہورہ

آنسو ہیں بھرے شاید پیمانہ چھلکتا ہے
سُرمہ شبِ فرقت کا آنکھوں میں کھٹکتا ہے

چھپتے ہوئے دیکھا تھا پردے میں کبھی تم کو
اُس دن سے دلِ بسمل ہر وقت پھڑکتا ہے

اس تیرگیِ شب کی حد بھی ہو کوئی یارب
کھلتی ہیں وہاں زلفیں دل اور دھڑکتا ہے

اب چھیڑ بھی دے اسکو اے آہ فلک پیما
یہ آبلۂ گردوں مدّت سے تپکتا ہے

الفت کے منازل کی پیچیدگیاں دیکھو
خود خضرِ طریقت بھی رستہ میں بھٹکتا ہے

دریائے محبّت میں جذبات کی لہریں ہیں
یا سبزۂ خوابیدہ خضرا کا لہکتا ہے

یہ پیکرِ گیتی میں پھونکا ہے نفس کسنے
موجِ رگِ جاں بنکر ہر جادہ پھڑکتا ہے

ہر ذرہ لڑاتا ہے خورشید سے آج آنکھیں
کس کے رُخِ روشن سے یہ نور ٹپکتا ہے

پیشانیِ آدم میں جس نور کا جلوہ تھا
وہ خواب ملیکہ میں جاجا کے چمکتا ہے

کس نور مجسم سے اضداد ہوئے ظاہر
اسلام چمکتا ہے اور کفر دمکتا ہے

وہ منتظر دوران تصویر ابوالقاسم — احمد کی طرح جسکا نور آج چمکتا ہے
وہ قائمۂ گیتی یعنے خلف الصالح — جس کے رخ روشن سے خود نور کو سکتا ہے
ہاں وقت ہے اے ساقی دے وہ مئ ریحانی — میخانہ ترا جس کی نکہت سے مہکتا ہے
دونوں طرف اے ساقی جذبات برابر ہیں — ہچکی مجھے آتی ہے جب جام کھنکتا ہے
ساعت ہے ولادت کی لکھتا ہوں پھر اک مطلع — جوہر مئے کوثر کا خامہ سے ٹپکتا ہے

مطلع

رعب اسد اللٰہی آنکھوں سے ٹپکتا ہے — شیر آتے ہوئے آگے بچہ کی جھجکتا ہے
ملتی نہیں گنجایش جب بطن منور میں — عارض سے عرق بنکر اک نور ٹپکتا ہے
حوران بہشتی ہیں مصروف گل افشانی — نرجس کا زچہ خانہ پھولوں سے مہکتا ہے
پھرتی ہے سفیدی اب حسن رخ یوسف کی — گھر نرجس خاتوں کا تارا سا چمکتا ہے
رگ رگ میں لہو جس کے رخسار محمدؐ کا — آغوش میں نرجس کے وہ پھول مہکتا ہے
ہے سندس و دیبا سے پیکر کی عجب رونق — ملبوس بہشتی سے رنگ اور دمکتا ہے
کس شیر کا ہے پوتا کس باپ کا ہے بیٹا — تلوار کے قبضہ پر وہ کے ہمکتا ہے
پڑتی ہے جو چھوٹ اسکے رخسار منور کی — بجلی سی چمکتی ہے کوندا سا لپکتا ہے
آغوش حفاظت میں دیتا ہے کوئی دیکھو — اک مرغ سفید آکر قدموں پہ پھڑکتا ہے

اسلام کی رگ رگ میں کرتا ہے لہو دورہ
آغوش میں نرجس کے جبوقت ہمکتا ہے

مہ پارہ احمدؐ کو سینہ سے لگائے ہیں
اک چاند چمکتا ہے آنچل جو سرکتا ہے

گردن میں حمائل ہیں وہ چاند سی دو باہیں
نرجس کے گلے میں یا تعویذ لٹکتا ہے

خال رخ روشن کی اللہ ری دلآویزی
ہر اختر تابندہ مولود کو تکتا ہے

خط بن کے نکلتا ہے اک نور نبوت کا
جب شان محمد سے رخ باپ کا تکتا ہے

نیند آتی ہے احمد کو کاشانۂ جنت میں
ریحانۂ نرجس کو جب کوئی تھپکتا ہے

کیا دودھ کی دھاروں میں تاثیر ہے اے نرجس
جو آب بقا بنکر رگ رگ میں چھلکتا ہے

غرق مئے لذت ہے شیریں سخنی اُس کی
زمزم کو بھی حیرت ہے کوثر کو بھی سکتا ہے

مصروف عبادت ہے بہتے ہوئے پانی پر
جاتے ہوئے خدمت میں ہر شخص جھکتا ہے

تا چند حجاب آخر اے نور امامت کے
پردہ در دولت کا سر در پہ پٹکتا ہے

ہاتھے پہ عرق آیا اے منتظر دوراں
اب عمر کا پیمانہ دم بھر میں چھلکتا ہے

چشم حجر الاسود پتھرا گئی اے مولا
کب نور ترا دیکھیں کعبہ میں چمکتا ہے

پڑھتا ہے غریبؔ اپنے اشعار طرب آگیں
یا بلبل شوریدہ طوبےٰ پہ چہکتا ہے

سرِّ حقیقت

در مدحِ حضرتِ حجّتہ

ازل سے دل مرا نقشِ مدیعِ کلکِ فطرت تھا
نظامِ ہر دو عالم قطرۂ خوں میں ودیعت تھا

حریمِ قدس کے پردے میں اک ہلکی سی جنبش تھی
تجلی چھن رہی تھی جلوہ بتیاب اشاعت تھا

طلسمِ لوح پر بیٹھا تھا پہرا اسمِ اعظم کا
قلم سجدہ میں تھا اندیشہ اک تصویرِ حیرت تھا

جلالِ سرمدی لہرا رہا تھا اپنے پرچم کو
خزانہ کن کا زیرِ پردۂ اسرارِ ہیبت تھا

کھڑے تھے دنگلے تن پر زمیں کے فرطِ ہیبت سے
مگر یہ سبزہ خوابیدہ بھی پامالِ حسرت تھا

خموشی کو تجلی سے ہم آغوشی کی لذت تھی
ہر اک جلوہ مگر تفسیرِ قرآنِ حقیقت تھا

چلی آتی تھیں کانوں میں شکستِ دل کی آوازیں
یہ غنچے اس چمن کے تھے یہ سازِ برگِ عشرت تھا

وہی دل عین عالم صورتِ حق برزخِ اکبر
ازل کی بزم میں یوں مائلِ حرفِ حکایت تھا

تجلی بھی نہ تھی جب تک بساطِ بزم لاہوتی
مدارِ قطب پر میں نقطۂ انوارِ وحدت تھا

پھریرا میرا اڑتا تھا فضائے علم باری میں
ازل کی صبح سے میں میرِ ساماں مشیت تھا

مُئے ہیں مجکو برسوں کوثرِ توحید میں غوطے
میرے ہر اشک میں پنہاں کفِ سیلابِ رحمت تھا

یہ صوتِ سرمدی جسپر ستارے رقص کرتے ہیں
وہ نالہ ہے ازل سے جو شریکِ رازِ محبت تھا

برودت ماہ میں تھا اور حرارت مہر تاباں میں
ہوائے صبح میں خنکی تھا پھولوں میں نزاکت تھا

مجھے چھیڑا تو ہر نغمہ سے اک عالم ہوا پیدا
نواؤں سے بھرا دل پردۂ سازِ حقیقت تھا

مجھی کو دیکھ کر اوراہلِ دل تسکین پاتے تھے
سراپا زخم تھا اور مرہمِ زخمِ محبت تھا

حجاب اندر حجاب اِک نور تھا محوِ خود آرائی
سراسر حسن کا جوہر شعاعِ روئے وحدت تھا

ابد کی شام کیا اک سلسلہ ہے میرے گیسو کا
ازل کی صبح کیا اِک لمعۂ نورِ صباحت تھا

طلسمِ نقشِ کن ٹوٹا تھا میرے سانس لینے سے
میں ہی روحِ مجرد باعثِ ایجادِ فطرت تھا

جبینِ حُور کا بوسہ ملائک عار سمجھے تھے
میرا نقشِ کفِ پا اسقدر لبریزِ طلعت تھا

عرق ٹپکا تھا جو ہنگامِ سجدہ میرے ماتھے سے
اُسی کا قطرہ قطرہ نقشبند نہرِ جنّت تھا

نثارِ بے نیازی تھا میرے اشکوں کا سرمایہ
نہ سیّارہ ثوابت تھے نہ یہ سامانِ زینت تھا

وہ ترکا نور کا وہ کروٹیں دریائے رحمت کی
جہاں میں سب سے پہلے غرقِ تاثیرِ برودت تھا

ہوا مسطر کشِ برقِ تجلّی طورِ سینا پر
دماغِ موسوی میں بیخودی سی میں عبارت تھا

خلیلِ شوق نے فدیہ دیا تھا میری ہی دُلکو
منائے عشق میں جب میں طلبگارِ شہادت تھا

فراز نوک نیزہ تھی کبھی معراج کی منزل
تہ خنجر تجلی بخش محراب عبادت تھا

کبھی ایوب کو دیتا تھا تعلیم شکیبائی
کبھی ادریس مکتب تھا کبھی لقمان حکمت تھا

میری سیرت سے ظاہر تھے خواص اسمائے حسنیٰ کے
میری صورت سے پیدا ایک جوش معنویت تھا

ستاروں نے مجھے سجدہ کیا تھا بزم رویا میں
سریر مصر پر میں پایہ افراز حکومت تھا

کبھی محو تمنا تھا میں نے بست زلیخا میں
کبھی کاخ مصور میں نقوش آرائے زینت تھا

سکوت و نطق دونوں سے دکھائے معجزے میں نے
بلاغت تھا لسان اللہ میں قرآں میں فصاحت تھا

ہمیشہ عالم باطن میں کی ہنگامہ آرائی
ہیولیٰ ذات تھی میری زمانہ صرف صورت تھا

جہاں روح القدس کے بھی پر پرواز جلتے تھے
وہاں اک رات ایسی تھی کہ میں سرگرم خلوت تھا

رہا خاموش جب تک علم تھا قرآں صامت کا
زباں گویا ہوئی جس روز قانون شریعت تھا

چھلکتا تھا غدیر خم میں میرے نور کا چشمہ
دم بیعت میں ہی سرمایہ حسن عقیدت تھا

ببولوں کی گھنیری چھانوں میں تھا واعظ قومی
سر منبر میں ہی فرمان تبلیغ رسالت تھا

کبھی تھا ماہ کنعاں اور کبھی تھا نیر بطحیٰ
کبھی نور صباحت تھا کبھی کان ملاحت تھا

ہزاروں سال ساق عرش پر چمکا مرا جلوہ
شبستان عدم میں نور مشکوۃ ہدایت تھا

حجاب ہیبت و عظمت حجاب منت و رحمت
سرادق تھے یہ میری بزم کے میں نقش قدرت تھا

ہوئی ہے خاکساری جلوہ گستر نور سے میرے
میں ہی ہنگام دحو الارض اک فراش قدرت تھا

چمکتا تھا کبھی آدم صفی اللہ کے ماتھے پر
بہشت صلب ابراہیم میں گلزار جنت تھا

حجاب علم میں پھیلا تو اک دریا تھا قدرت کا
حجاب شرم میں سمٹا تو میں مہر نبوت تھا

محمد ابتدا میری محمد انتہا میری
کبھی ختم رسالت تھا کبھی ختم امامت تھا

مودب سامنے میرے تھے بارہ نور خلوت میں
کہ جنمیں سے ہر اک کے سر پہ اک تاج کرامت تھا

خفا میں ہوں کہ ظاہر میں خدا کی شان دکھلادی
میں ہی شمع فروزاں تھا میں ہی فانوس غیبت تھا

حسینان چمن کہتے تھے طاؤس اہل جنت کا
میری رعنائی قامت کا عالم اک قیامت تھا

چمکتا تھا سیہ اک خال ایسا خد ایمن پر
جمال کوکب دری سراپا غرق حیرت تھا

عرب کے رنگ میں ڈوبا تھا میرا جامہ صورت
برنگ جسم اسرائیل میرا قد و قامت تھا

یہ خط و خال تھے محمد و میری نقش صورت یک
میں ہی فرد ازل پر آخری مہر نبوت تھا

مشیت تو حدیث ابتدائے آفرینش تھی
مگر جلوہ دعائے ختم قرآن امامت تھا

ہوا جب جلوہ گستر میں تو زینت تھی خدائی میں
حجاب عرش بھی آئینہ صبح ولادت تھا

نگاہ اہل معنی میں میری تصویر پھرتی تھی
عزیز فاضل طینت کے دل میں ذوق مدحت تھا

۱۵ شعبان ۱۳۳۶ھ

نرگس شہلا

در ستایش قائم آل عبا

کہاں تک ضبط کرتا حسن خود بیں جوشِ خودداری
اک انگڑائی سے آخر جل اٹھی شمع ضیاباری

ازل نے اپنی محفل کو سجا انوار قدرت سے
جلال حسن نے دی دل کو تعلیم پرستاری

بیاضِ انوار لاہوتی کی کھولی صبح دلکش نے
جبینوں میں عبودیت کے سرچشمے ہوئے جاری

نقاب الٹی بڑی منت سے ذوق خودنمائی نے
دکھائی عکس رخ نے صفحۂ فطرت پہ گلکاری

دمِ تحریر نقشِ حسن شوخی قلم دیکھو
نکلتے ہیں خم ابتک زلفِ پرخم سے بدشواری

عناصر سے بنا کر عشق ہستی سوز کا پیکر
جہنم جس سے سلگایا رکھی دلمیں وہ چنگاری

تجلی اپنی دکھلا کر رگ گردن میں در آیا
گلے سب کو لگایا سبحہ گرداں ہو کہ زناری

پری شیشے میں اتری قالب خاکی میں جاں آئی
عناصر نے حفاظت کو اٹھائی چار دیواری

حجاب نازنیں جنبش دلِ بیتاب میں لرزش
ادھر ہے ضبط ناممکن ادھر دشوار خودداری

رہا محروم کوئی بھی نہ فیض چشم ساقی سے
چھلکایا بادہ نوشوں کو بقدر ظرف میخواری

لبوں کو معجزہ، غمزہ کو دشنہ، آنکھ کو جادو
نگہ کو تیر، ابرو کو کماں، طرّہ کو طراری

جبیں کو آئنہ، رُخ کو چمن، قامت کو رعنائی
کرشموں کو ستم، دل کو جفا، مژگاں کو خونخواری

حبابوں کو ملے چھالے بھنور کو گردش قسمت
روانی قلزم ذخار کو ساحل کو خودداری

گلوں کا دامن خالی جو دیکھا پردۂ شب میں
عطا کی شبنم شاداب کو مشق گہرباری

بھرا اک سم قاتل تپلیوں میں حسن دلکش کی
پھر اسکو پیکر عاشق کی رگ رگ میں کیا ساری

نگاہ مسیحا کو دیکے جوہر زخم کاوی کا
دماغ چارہ گر میں بھر دیا وہم رفوکاری

ودیعت کرکے دلکو صبر کی قوت وہاں بھیجا
جہاں تیغیں برستی تھیں جہاں ہوتی تھی سرباری

سکوت محض نے تبلائے آئین سخنگوئی
زبان بے زبانی نے سکھائی لغز گفتاری

دکھا کر نقش مظلومی عطا کی دل کو وہ طاقت
کہ اُسنے معرکو نمیں آج تک ہمت نہیں ہاری

کیا رسوا مگر پیدا کیا خود ذوق رسوائی
کیا بدنام لیکن دل میں بھر دی لذت خواری

بشارت طالبان وصل کو دی سخت جانی کی
کہ موت آئیگی جلد اور روح نکلیگی بدشواری

بھرے رنگ اسقدر اس نقش میں نقاش قدرت نے
لباس سادگی میں حسن نے دکھلائی پرکاری

در میخانہ کھولا جنبش باد بہاری نے
نگاہ مست نے نافذ کیا فرمان میخواری

بلایا تشنہ کاموں کے لئے مدہوش ساقی نے
شراب بوذری میں بادۂ سرجوش عماری

حجاب عالم میں جنبش ہوئی نقش شہودی کو
لیا ارواح پاکیزہ سے پیمان وفاداری

حجاب بطن قدرت سے کیا اک نور کو ظاہر
پنھا کر دست رحمت سے مرصع تاج سرداری

ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن
ازل سے تا ابد کونین میں جس کی ضیا باری

وہی مطلع نبوت کا وہی مقطع امامت کا
اُسی سے ابتدا و انتہا کی گرم بازاری

شکم میں آمنہ کے جلوۂ اسرار ربانی
حجاب بطن نرجس میں کمال رحمت باری

سفیر دولت آل محمد مہدی دوراں
رئیس ملت بیضا حبیب ایزد باری

ابو القاسم محمد حجۃ حق رہبر عالم
زمین ہے سر اقدس پہ جسکے تاج سرداری

وصی المصطفے حقا امام الانس والجنہ
قسیم النار والجنہ امین و خاصہ باری

رسالت کا صلہ حق سے ملا ہے آج احمد کو
خلیل اللہ نے پایا تھا جیسے اجر معماری

لباس مصطفے اتجھ پر کھلا اے نوری الخلقت
تجلی حقیقت خود ہوئی محو ضیا باری

گل تازہ کوئی گلشن میں شاید کھلنے والا ہو
یقیناً آج معنی خیز ہے نرگس کی بیداری

پسینے سے ترچہ کا روئے روشن جگمگاتا ہے
گل نرجس پہ شبنم کر رہی ہے یا گہر باری

محیط نور میں محصور ادھر اک پیکر نوری
ادھر سجدہ میں اک فرمانروائے کشور باری

مبارک ہو ہوا رونق فزائے عرصہ گیتی
خداوند نگین و تاج شایان جہانداری

جناب اقدس علیا خجستہ نرجس خاتون
لئے آغوش میں گلدستہ افضال داری

ہمارے خوش نصیبی نے کیا اسلام پر سایہ
جو روحیں سو گئیں تھیں ہو گئیں پھر محو بیداری

نثاران مدبھری آنکھوں پہ جوہر حسن فطرت کا
تصدق نیم خوابی پر تری عالم کی بیداری

امامت آج ملبوس نبوت میں نظر آئی
جوانی مصطفے کی کر رہی ہے آئینہ داری

وہ شیر مریم کبریٰ جناب زرجس خاتوں
ق ہوا دھاروں سے جس کی چشمہ آب بقا جاری

جناب خضر کو دکھلا کے زور اعجاز کا اپنے
لہو بنکر امام پاک کی رگ رگ میں ہے ساری

رخ پر نور قرآں خال رخ اک کوکب دری
کوئی حد حسن کی ہے سر سے پا تک ہر ادا پیاری

ادھر ناقوس نے آواز دی سبحان حقا
بتوں میں غلغلہ اٹھا ادھر حق بر زباں جاری

فضا میں اک صدا گونجی سنبھلکر اب چلیں ظالم
جہاں میں قائم آل عبا کی ہے علمداری

شہیدان وفا کے خوں میں موج انتقام اٹھی
بساط خاک پر اک عدل کا دریا ہوا جاری

ولایت اسکی جنت ہے عداوت اسکی دوزخ ہے
یہی فرمان احمد ہے یہی فرمودہ باری

ہوا روشنگر عالم ہٹا کر پردہ ظلمت
چھپا غیب کے پردے میں دکھا کر شان ستاری

مصلے جس کا سطح آب پر وہ بحر عرفانی
عبادت میں ادھر وہ تر زباں پانی ادھر جاری

مثل مشہور ہے اول بآخر نسبتے دارد
دکھاتا نور اُن کا کیوں نہ احمد کی ضیا باری

نقاب رخ الٹ اے مقتدائے عیسی مریم
سراپا ناز آخر تا بکے یہ شرم خودداری

رہی ہے دم بخود برسوں کہا تک ضبط اے مولا
بہت کی ذوالفقار حیدری نے ناز برداری

عزیز اپنے عریضہ کو کرو ملفوف مٹی میں، | کہ ظاہر فاضل طینت سے ہو جوش وفاداری
طلسم آب و گل میں پا بگل کب تک رہوں مولا | یہ مانا ایک مشت خاک ہے پابند صد خواری
ملے معراج اگر زلفوں سے مس کر دو خط قسمت | سواد لیلۃ الاسرا بنے داغ سیہ کاری
قصائد کے سوا کیا دونگا میں رضوان جنت کو | یہی تمغائے بخشش ہے یہی فرمان رہداری

کٹھن ہے شام فرقت جلد یہ منزل کہیں ملہو
کریں ارض نجف میں صبح عشرت تیرے دربار ہی

خطاب بساقی

مژدہ رندان خرابات کہ پینا ہے ثواب ، | خطبۂ عید غدیر آج ہے جوش مے ناب
مجلس مے ہے غزلخواں ہے عزیز مدہوش | ساقیا ہاں ترے مشتاق ہیں رندان خراب
رہ میخانہ ہے دور آرزوئے شوق فزوں | کشتی مے کو ذرا تیز کر اے مست شباب
تو نے کھینچی تھی کسی روز طناب خورشید | کھینچ دے آج اُسی طرح زمیں کی بھی طناب
جنبش ابروے پرخم کے نثار اے ساقی | یہی مسجد ہے مری اور یہی میری محراب
دور تک چھاؤ ببولوں کی نظر آتی ہے | انھیں کانٹوں میں ہیں پھوٹے ہوئے دو ایک گلاب
زرد ہے رنگ مرا دے وہی جام یاقوت | جسم میں خون نہیں لا وہی گلرنگ شراب
مے وہ مے روح قدس کے لئے جو سازطرب | مے وہ مے داغ معاصی کیلئے جو تیزاب
معتدل کر قدح بادہ پرستان ازل ، | بادۂ تند حجازی میں ہو بصرہ کا گلاب
وقت ہے گرم مگر ساز پہ ہیں ساز چھڑے | جو کرن پھوٹی ہے سورج کی وہ ہے تار رباب

مہر گرمی سے ہوا غرق مے شط غدیر
ساقی ابر بکف اب تو مجھے کر سیراب

تجلّی

در مدح حضرت حجّت ؑ

جلوۂ حُسن خود نما چھپ کے کوئی دکھائے کیوں
چھپ سکے تو پھر کوئی پردے میں منہ چھپائے کیوں

میں نہ ہوں اور آؤ تم جلوۂ رُخ دکھاؤ تم
دل وہ نصیب دشمناں مجکو خدا دکھائے کیوں

عشق سے جب نہیں ہے بط دلمیں نہیں ہے تاب ضبط
سامنے اسکے آئے کیوں بزم میں اسکی جائے کیوں

سوز فراق کم نہیں شعلۂ آہ کم نہیں،
خرمن دل پہ بجلیاں ہنسکے کوئی گرائے کیوں

دل کے شکستہ جام میں پڑ گئے اور چند بال
نرگس مے پرست میں سرمہ کوئی لگائے کیوں

ہو لیں ہو جسکے کیف ذوق جسکو ملے نگاہ شوق
ضبط و کسلئے کرے تاب نظارہ لائے کیوں

قصۂ درد دل کہوں کس سے وہ کہہ رہے ہیں جب
ہمتو ہیں سنینگے ہاں یونہیں کوئی ہمیں سنائے کیوں

دل میں نہ جسکے درد ہو لب پہ نہ آہ سرد ہو
بیٹھکے پھر جو اٹھ سکے اسکی گلی میں جائے کیوں

خوش نہیں ہونگے اس سے ہم ہے یہ ستم نما کرم
اشک بھر آئیں آنکھ میں اتنا کوئی ہنسائے کیوں

طول شب فراق کی حد بھی ہے کوئی یا نصیب
اور بھی امتحان ہیں یوں کوئی آزمائے کیوں

محفل ناز یہ نہیں خلوت راز یہ نہیں
بیٹھے ہیں سامنے ہیں ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

سامرہ مولد امام آئینۂ تجلیات
جسنے سیاحت اسکی کی کعبے بھلا وہ جائے کیوں

چھان کے جو شراب کو پوشش کعبہ میں پئے
ایسے قدح نواز کو مے کوئی اور بھائے کیوں

ہوں نہ شکست توبہ پر راغب اگر طبیعتیں
فصل بہار آئے کیوں ابر سیاہ چھائے کیوں

پی ہو زچہ نے آج جو ہو اُسی کہنہ مے کا شوق
دیکھے شراب تازہ تر کوئی لگی بجھائے کیوں

گو دمیں ماہتاب ہو ہاتھ میں آفتاب ہو
آج پیوں گا اس طرح ورنہ کوئی پلائے کیوں

چاندو وہ کون منتظر قائم و صاحب الزماں
جسکو ملے ہوں یہ لقب دلمیں جگہ نہ پائے کیوں

اُسکا وجود محترم ہو نہ جہاں فروز اگر
خواب ملیکہ میں کوئی لیکے پیام آئے کیوں

جذب کریں گے معرفت لیکے زبان عسکری
حکم ابھی ملا نہیں دودھ کوئی پلائے کیوں

اُسنے عریضہ پر اگر مصلحتاً نہ کی نظر
دل میں عزیز نکتہ رس کوئی خیال لائے کیوں

رشحاتِ ربانی

در ستایش حضرت صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ

دید آساں ابھی اے موسیٰ عمراں ہو جائے
خط اگر برق تجلی کا رگِ جاں ہو جائے

تا کمر چشمہ خورشید سے ابھرے کوئی
غرق تاثیر جو آہ دل سوزاں ہو جائے

مرغ بے پر ہوں مگر دل میں ہے وسعت اتنی
آہ کھینچوں تو قفس میرا بیاباں ہو جائے

ناتوانی میں اک اعجاز ہے اے دستِ جنوں
طے اگر مرحلۂ چاک گریباں ہو جائے

یوں کوئی زلف بناتا ہے سنورنے والے
دل تنہا ہو پریشاں تو پریشاں ہو جائے

دیکھ لیں منزل توسین پھر ارباب نظر
تیغ ابرو جو ہلال مہ شعباں ہو جائے

پردۂ جوش میں مضمر ہے رہائی میری
ایک انگڑائی جو داد رزماں ہو جائے

طے بھی ہو مسئلہ کشمکش موت و حیات
آپ آ جائیں تو مشکل مری آساں ہو جائے

انتہا وحشت دل کی ہو خدا کو معلوم
تیرے ہاتھوں سے اگر چاک گریباں ہو جائے

ایسے چھپنے سے بھلا فائدہ چھپنے والے
لاکھ پردے ہوں مگر پھر بھی نمایاں ہو جائے

حفظ ناموس تجلی کی یہاں تک کوشش
ایک جلوہ بھی نمایاں ہو تو پنہاں ہو جائے

نوبت اب بزم میں میری ہی گیا عہد کلیم
شعلہ طور سے کہدو کہ فروزاں ہو جائے

عقدۂ تنگی دل وا ہو تو جلوے نکلیں
غنچہ مٹھی کو جو کھولے تو گلستاں ہو جائے

ق

پرتو رخ نے بجا گلشن عالم ایسا
حسن بھی دیکھ کے آئینہ حیراں ہو جائے

سچ کے پھر دست تمنا نے چنے بارہ پھول
پھول ایسے کہ نثار انپہ گلستاں ہو جائے

گل اول کو کیا زینت دستار ازل
تاکہ رونق کدہ یہ عالم امکاں ہو جائے

گل دوم سے ہوا سبز شعاعوں کا ظہور
تاکہ سرسبز بہار چمنستاں ہو جائے

گل سوم کو کیا کلک ازل نے گلنار
تاکہ یاقوت نما خاک شہیداں ہو جائے

گل چہارم کی ضیا خلق میں یہ کہکے بڑھی
کوئی تو شمع سیہ خانۂ زنداں ہو جائے

زینت بزم جہاں ہو چکے جب گیارہ پھول،
پھر یہ چاہا کہ مرتب چمنستاں ہو جائے

گل نرجس پہ نظر قدرت حق نے ڈالی
تاکہ شیرازہ عالم نہ پریشاں ہو جائے

حجۃ اللہ علی الخلق امام برحق
حشر آجائے جو پردے سے نمایاں ہو جائے

ہو اگر کرسی اجلال پہ وہ جلوہ فروز
پر جبریل امیں مروحہ جنباں ہو جائے

مطلع نو سے کھلیں جوہر تیغ افکار
خطۂ ہند بھی شیراز و صفاہاں ہو جائے

رحیق ربانی

در ستایش حضرت صاحب الامر عجل اللہ تعالیٰ ظہورہ

دید آساں ابھی اے موسیٰ عمراں ہو جائے
خط اگر برق تجلی کا رگِ جاں ہو جائے

تا کمر چشمہ خورشید سے ابھرے کوئی
غرق تاثیر جو آہ دل سوزاں ہو جائے

مرغ بے پر ہوں مگر دل میں ہے وسعت اتنی
آہ کھینچوں تو قفس میرا بیاباں ہو جائے

ناتوانی میں اک اعجاز ہے اے دست جنوں
طے اگر مرحلۂ چاک گریباں ہو جائے

یوں کوئی زلف بناتا ہے سنورنے والے
دل تنہا ہو پریشاں تو پریشاں ہو جائے

دیکھ لیں منزل و سیں پھر ارباب نظر
تیغ ابرو جو ہلال مہ شعباں ہو جائے

پردۂ جوش میں مضمر ہے رہائی میری
ایک انگڑائی جنوں وادیٔ زنداں ہو جائے

طے بھی ہو مسئلہ کشمکش موت و حیات
آپ آ جائیں تو مشکل مری آساں ہو جائے

انتہا وحشت دل کی ہو خدا کو معلوم
تیرے ہاتھوں سے اگر چاک گریباں ہو جائے

ایسے چھپنے سے بھلا فائدۂ چھپنے والے
لاکھ پردے ہوں مگر پھر بھی نمایاں ہو جائے

حفظ ناموس تجلی کی یہاں تک کوشش
ایک جلوہ بھی نمایاں ہو تو پنہاں ہو جائے

نوبت اب بزم میں میری ہو گیا عہد کلیم
شعلہ طور سے کہدو کہ فروزاں ہو جائے

عقدۂ تنگی دل وا ہو تو جلوے نکلیں
غنچہ مٹھی کو جو کھولے تو گلستاں ہو جائے

ق

پرتو رخ نے بجا گلشن عالم ایسا
حسن بھی دیکھ کے آئینہ حیراں ہو جائے

سج کے پھر دست تمنا نے چنے بارہ پھول
پھول ایسے کہ نثار اُنپہ گلستاں ہو جائے

گل اول کو کیا زینت دستار ازل
تاکہ رونق کدہ یہ عالم امکاں ہو جائے

گل دوم سے ہوا سبز شعاعوں کا ظہور
تاکہ سرسبز بہار چمنستاں ہو جائے

گل سوم کو کیا کلک ازل نے گلنار
تاکہ یاقوت نما خاک شہیداں ہو جائے

گل چارم کی ضیا خلق میں یہ کہکے بڑھی
کوئی تو شمع سیہ خانۂ زنداں ہو جائے

زینت بزم جہاں ہو چکے جب گیارہ پھول،
پھر یہ چاہا کہ مرتب چمنستاں ہو جائے

گل نرجس پہ نظر قدرت حق نے ڈالی
تاکہ شیرازہ عالم نہ پریشاں ہو جائے

حجۃ اللہ علی الخلق امام برحق
حشر آجائے جو پردے سے نمایاں ہو جائے

ہو اگر کرسی اجلال پہ وہ جلوہ فروز
پر جبریل امیں مروحہ جنباں ہو جائے

مطلع نو سے کھلیں جوہر تیغ افکار
خطۂ ہند بھی شیراز و صفاہاں ہو جائے

مطلع

نام نامی جو ترا زینت عنواں ہو جائے
لوح دیباچہ دل مشرق عرفاں ہو جائے

نکل آپردۂ اسرار سے خورشید کفت
آئینہ زار تجلی یہ شبستاں ہو جائے

پھیر لے خلق سے گر تو نگہ نظم و نسق
آج شیرازۂ کونین پریشاں ہو جائے

ذوالفقار اسد اللہ کی قسمت چمکے
تیری شہ زور کلائی جو نمایاں ہو جائے

تو الٹ دے جو کہیں چہرۂ روشن سے نقاب
بہتر از صبح وطن شام غریباں ہو جائے

چاہتا ہوں تری آمد کا کروں کچھ ساماں
زیر پا فرش جمال مہ کنعاں ہو جائے

ارض کعبہ متمنی ہے کہ ہو تیرا ظہور
رحل آغوش حرم حامل قرآں ہو جائے

اے نہ ہے معجزۂ طول حیات قائم
شیر نر جس سے عیاں چشمۂ حیواں ہو جائے

پرتو حسن نے تیرے یہ دکھائی قدرت
ورنہ کیا خاک کی ہستی تھی کہ انساں ہو جائے

فرق دونوں کی عبارت میں سر مو نہ رہے
بیت ابرو جو تری داخل قرآں ہو جائے

ساقیا خون میں دوڑا دے ذرا روح نشاط
ہر بن موئے بدن آج غزلخواں ہو جائے

پھر تجلی سر طور نمایاں ہو جائے
موج اگر آتش تر کی شرر افشاں ہو جائے

اک نظر ڈال کے قطروں کو سمندر کر دے
ساغر بادہ سرجوش میں طوفاں ہو جائے

رُخ شیشے سے حنائی ہو کلائی تیری
ہاتھ خجلت دہ صد پنجۂ مرجاں ہو جائے

جرعۂ آب میں ہو بادہ سرجوش کا رنگ
کیف مے میکدہ دہر میں ارزاں ہو جائے

شب مہتاب میں پینے کا مزا ہو جاتی
چاند سے رُخ پہ اگر زلف پریشاں ہو جائے

جلوہ دکھلا کہ چمک جائے دل تنگ غریب
اس سیہ خانے میں اک شمع فروزاں ہو جائے

مسدس

در حالات عقد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

ظفر خسرو خاوری پا رہا ہے | کواکب کا عسکر چلا جا رہا ہے
وہ سورج چمک اپنی دکھلا رہا ہے | سمندر میں دیکھو جہاز آ رہا ہے
خلاصی چلے ہیں وہ لنگر اٹھا ہے
یم نور ہے اور خدا نا خدا ہے

جگر پر وہ شب میں تاروں نے پائی | کھلا دفتر شرح قدرت نمائی
بڑھا نور دریا میں اک لہر آئی | شفق نے ادھر سرخ بیرق دکھائی
ہوئی صبح تاثیر میں آہ ڈوبی
ادھر بحر میں کشتی ماہ ڈوبی

اٹھے پھول بستر کو پھر سے سنوارا | بساط فلک پر نہیں کوئی تارا
وہ غواص قدرت نے دے کر سہارا | حسیں کل جو ڈوبا تھا اسکو ابھارا

شعاعوں کو دنیا میں پھیلا کے نکلا
افق سے وہ خورشید گھبرا کے نکلا

کرشمے ہیں قدرت کی تیری خدایا — کبھی تو نظام کواکب دکھایا
کبھی صبح تابندہ کا جلوہ پایا — سنہرا کرہ ایک گردش میں آیا

ہے محو تماشاے صبح درخشاں
رصد خانہ چشم انسان وحیواں

وہ رنگ شفق اور وہ جوش حمرت — وہ کافور صبح درخشاں کی طلعت
جسے دیکھ کر یاد اک آئی صورت — غلام علی النقی کی صباحت

وہ ابن الّذکا اور اقبال اسکا
کہ جیسے تھا ابن سلیماں کا رتبا

لب پاسباں پر ہے مہر خموشی — دکھانے لگا مہر اب گرم جوشی
ستاروں نے گردوں پہ کی چشم پوشی — ہوا بند بازار بردہ فروشی

بڑھی حسن وخاوری کی جلالت،
گئی فضۂ زہرہ کی شان وشوکت

نگاہوں میں خنکی دلوں میں اثر ہے — فلک پر تجلی نور سحر ہے

اُودھر دجلہ اِک تا بحد نظر ہے　　عجب کیفیت شطّ بغداد پر ہے
ذرا آ کے رونق تو ساحل کی دیکھو
جماعت کنیزاں خوشکل کی دیکھو

ہوئی جلوہ آرا خدا کی خُدائی　　نمایاں ہوا ایک قرص طلائی
بڑھی نہر میں اور بھی کچھ صفائی　　ملیکہ کی کشتی کنارے پر آئی
کیا کیسۂ زر کو گردوں نے خالی
چمکتی ہوئی اشرفی اک نکالی

تھمیں کشتیاں اور گرا جبکہ لنگر　　اتارا غلاموں نے سب بار و بستر
لیا دم کنیزوں نے خشکی میں آکر　　خریدار لیکر چلے کیسۂ زر
کھڑا ہے کوئی سر پہ باندھے عمامہ
بخطِ فرنگی لئے ایک نامہ

ملیکہ کو لاتا ہے جذب مقدر　　نقاب ایک مانند خورشید رخ پر
کیے جامۂ ریشمی زیبِ پیکر　　خجل جس سے گردوں کی گلدوز چادر
حیا ناز بردار ہر گام پر ہے
خریدار ہیں جمع پنجی نظر ہے

عرب کے جواں اور وکیلان نامی — رئیس اولوالعزم جو تھے گرامی
لئے خطِ ابن رسول تہامی — امام علی النقی کا پیامی
ہر اک کو اسی باب میں کد و کاوش
خریدیں ملیکہ کو یہ سب کی خواہش

کسی سے نہ راضی ہوئی بنتِ قیصر — دیا نامہ ابنِ سلیماں نے بڑھ کر
کھلی چشم نرجس رکھا اس کو سر پر — وہ چمکا ستارا وہ جاگا مقدر
چلیں ساتھ ساتھ اسکے حجرہ میں خاتون
کہے بیٹھ کر اپنے اسرار مکنون

سنا ہی پاک باطن میں ہوں اسکی دختر — بشوعا جو تھا رُوم میں ابن قیصر
شرف میں مرا پایہ ہر طرح برتر — ہے اولاد شمعون سے میری مادر
بہت میرے دادا کو تھی مجھسے الفت
مقرر بھتیجے سے کی میری نسبت

مطوّل بہت ہے یہ میری حکایت — بہت مختصر تجھ سے کہتی ہوں حالت
کہ آراستہ اک ہوئی بزم عشرت — سلاطین و تجّار و اعیان دولت
قبیلہ میں جو لوگ اہل دول تھے

زمانہ میں جو عالم باعمل تھے

غرض شہر میں تھے جو اد نے و اعلا ہوئے سب وہ بزم عروسی میں یکجا
مُرصّع جواہر سے اِک تخت آیا ہر اک زینہ تھا جسکا گردوں سے اونچا

صلیبیں ہوئیں نصب قسیس آئے
مقدس کتابوں کو بھی ساتھ لائے

مسرت سے پیر فلک نے ندا دی کہ تقدیر سوتے ہوؤں کی جگا دی
ہوا جشن جمشیدی و کیقبا دی کہ قیصر نے کی ہے ملیکہ کی شادی

طلب جسمیں ہر اہل عزّت ہوا ہے
مہیا ہر اک ساز عشرت ہوا ہے

ہوا تخت پر رونق افروز دولھا تبرک کلیسا کا جو تھا سب آیا
اناجیل کو عالموں نے نکالا بجیں گھنٹیاں صور ناقوس پھونکا

کہ ناگاہ برپا ہوئی اِک قیامت
ہوئے سرنگوں سب وسامان عشرت

ہوا سب پہ نازل عذاب الٰہی زبانیں ہوئیں بند آئی تباہی
اُلٹ کر گرا خاک پر تخت شاہی دھمک جسکی پہونچی ہے تا پشت ماہی

اُدھر زلزلے میں تھا قصرِ طلائی
اِدھر مُردنی رُوئے قیصر پہ چھائی

چلا کہہ کے قیصر سے ہر ایک فاضل — کہیں دینِ عیسیٰ نہ ہو جائے زائل
نہ سمجھا مگر راز یہ شاہِ غافل — دیا حکم پھر سے سجی جائے محفل

بڑے بھائی کو جا کے دولھا کے لاؤ
کرو عقد اور پھر سے شادی رچاؤ

سیہ کار پابند فرماں ہوئے پھر — اُٹھایا گیا تخت ساماں ہوئے پھر
اُسی طرح سب لوگ مہماں ہوئے پھر — دلِ اہلِ محفل ہر اساں ہوئے پھر

پریشان و مجبور تھے سب اعاظم
کہ مرگِ مفاجات تھا حکمِ حاکم

غرض جب مہیّا ہوئی بزمِ عشرت — اُسی طرح نازل ہوئی پھر مصیبت
ہوا قیصرِ روم غرقِ خجالت — محل میں چلا لیکے اک داغِ حسرت

مقدر سے اک تازہ پیغام آیا
شبِ آئی ملیسکہ نے آرام پایا

کھلا چرخ پر پھر ستاروں کا دفتر — مظفر پلٹ کر پھر آیا وہ عسکر

امام الکواکب وہ ماہ منوّر　　چلا بنکے مثل حسن سب کا افسر
سراج ایک ایوان گردوں میں آیا
ادھر خواب سا چشم خاتوں میں آیا
ملیکہ کی آنکھوں نے دیکھا یہ منظر　　رکھا تھا جس ایوان میں تخت پرزر
صفا میں ہو وہ دشت ایمن سے بہتر　　وہیں نصب ہو ایک پُر نور منبر
ہو برق درخشندہ وہ بزم ساری
کہ عیسیٰ ہیں شمعون ہیں اور حواری
مگر منتظر سب وہ بیٹھے ہیں سجید　　ابھی تک ہو یہ راز ایک قفل ابجد
سُنا ناگہاں غلغل آمد آمد　　کہ اتنے میں تشریف لائے محمدؐ
اُدھر زوج زہرا ہیں شاہ ولایت
ادھر ساتھ اماموں کی ہو اک جماعت
اُٹھے سرو قد بہر تعظیم عیسےٰ　　محمدؐ نے اُن کو گلے سے لگایا
ہوا شارع دین اسلام گویا　　کہ تم سے ہے آج ایک مطلب ہمارا
تمھاری وصی کی ملیکہ ہو دختر
کرو میرے فرزند سے عقد لاکر

خوشی سے کیا سب نے منظور اُسیدم — گئے منبر نور پر شاہ عالم
پڑھا خطبہ حمد خلاق اعظم — لبوں نے کیا کار عیسی ابن مریم

امام حسن عسکری کی عروسی
محمد نے کی خلق نے تہنیت دی

تصدق ترے ساقی حوض کوثر — برسم ولیمہ پلا بھر کے ساغر
قیامت تک آباد تیرا رہے گھر — مبارک مبارک تجھے بنت قیصر

چلے دور بزم عروسی ہے ساقی
کہوں حال باقی بوقت تلاقی

بڑھی جس سے عیسی کی معجز بیانی — زلیخا نے پھر پائی جس سے جوانی
پلا دے وہی بادۂ ارغوانی — نہ کم ہونے پائے قلم کی روانی

کلیسا میں بیٹھے ہیں راہب سحر سے
مسلماں کروں سب کو بہبود کر کے

اٹھیں بستر خواب سے اپنے خاتوں — ہیں فرط مسرت سے رخسار گلگوں
جمال حسن پر مگر دل سے مفتوں — ابھی سے اُنھیں جا کے کیا تہنیت دوں

غم درد ہجراں کی ہے اک کہانی

سنو ان کی بیتی خود اُن کی زبانی

بر آئے تمنائے بسمل ہے مشکل　　اُٹھے پردۂ حد فاصل ہی مشکل
ارے چارہ سازو مسیحا کرو کچھ　　مداوائے بیماریٔ دل ہے مشکل

نہیں پوچھتے یہ دوا کرنے والے
گذرتی ہے کیا تجھ پہ اے مرنے والے

بڑھا جب مرض اور ہوا حال ابتر　　نظر مایوس سے کی شہنشہ نے مجھ پر
کہا ہو جو خواہش بتا جانِ قیصر　　کیا عرض میں نے یہ با دیدۂ تر

کہ اب ختم اُن سب کی میعاد کر دے
مسلمان اسیروں کو آزاد کر دے

رہائی اسیروں کو دی اُسنے فوراً　　پھرا میرے چہرے پہ کچھ رنگ و روغن
مگر مشغلہ تھا وہی آہ شیون　　پھنکا جاتا تھا سوزِ ہجراں سے سب تن

یوہیں میں نے چودہ شبیں سب گذاریں
نہ غازہ ملا اور نہ زلفیں سنواریں

گئی شب کو سوتے تو یہ خواب دیکھا　　کہ تشریف لائی ہیں پھر گھر میں زہرا
کنیزیں ہیں کچھ ساتھ اور اُمِّ عیسےٰ　　وہ طبقہ ہوا عالم نور سارا

بنے طور سب ام ودر میرے گھر کے
اٹھی بہر تعظیم تسلیم کر کے

کہا مجھ سے مریم نے اے نیک اختر — یہ مخدومہ ہیں میری بنت پیمبرؐ
انھیں کا جگر بند ہے تیرا شوہر — ہیں امام ہمارے حضرت کی بیٹی یہ سنکر

کہا میں نے فرمادے شاہزادی
امام حسن عسکری سے جفا کی

کروں کس کے میں جاکے انکی شکایت — اٹھاوں کہاں تک میں ایذا بدقت
دکھائینگے کسدن مجھے اپنی صورت — میں مرجاؤنگی کیا جب آئیں گے حضرت

کہا سیدہ نے کہ ہو تو مسلماں
ترے گھر میں ہوگا حسن میرا مہماں

یہ سنکر اسی وقت اسلام لائی — تہ دل سے ایمان احکام لائی
زباں پر محمدؐ کا میں نام لائی — صبا وصل جاناں کا پیغام لائی

مرے خواب میں روز آتے تھے ہیہم
امام حسن عسکری شاہ عالم

کہا خواب میں آخر شب یہ آکر — ترا شاہ بھیجے گا کل ایک لشکر

کہ جنگ اہل اسلام سے ہو کہیں پر اُسی روز تو چھوڑ دینا گھر بھر
اسیروں کی ہیئت بنا کر نکلنا
کنیزوں کی صورت بنا کر نکلنا

بحالاتی میں حکم ابن پیمبر مقید کیا پاسبانوں نے آکر
رہائی ملی اور ہوا بخت یاور وصال حقیقی ہوا اب میسّر
خیال اب نہیں مجھ کو صبح وطن کا
بس اب جلد جلوہ دکھا دے حسن کا

ہوئی صبح نکلا وہ مہر درخشاں چلے لیکے نرجس کو ابن سلیماں
شرفیاب خدمت ہوئی وہ پُر ارماں حکیمہ چلیں اپنے حجرے سے خنداں
کیا پیار ان کو گلے سے لگایا
فریضہ جو اسلام کا تھا بتایا

ہوا پھر یہ ارشاد امام نقی کا تجھے دس ہزار اشرفی ہیں گوارا
کہ اک مژدۂ تازہ روح افزا ہوئیں مادر حجۃ اللہ گویا
نہیں کچھ ضرورت مجھے سیم و زر کی
مگر ہاں میں مشتاق ہوں اس خبر کی

ہوئے یوں گہر ریز سُن کر یہ حضرت — میں دیتا ہوں مولود نو کی بشارت
زمانے میں ہوگا خدا کی جو حجّت — ہوئی ختم جس پر جہاں میں امامت
یہ دفتر کرے گا وہ آکر مکمل
اُسی سے نظام پیمبر مکمل

عزیز اب یہاں ختم ہے یہ روایت — کبھی پھر دکھاؤں گا جوش طبیعت
خدا حافظ اے بادہ نوشان عشرت — بس اب تہنیت دیکے ہوتا ہوں رخصت
مُبارک مُبارک ہو اے شاہزادی
کہ بیٹا تمھارا ہے مہدی ہادی

ابتدائی کلام ۱۳ شعبان ۱۳۱۸ھ

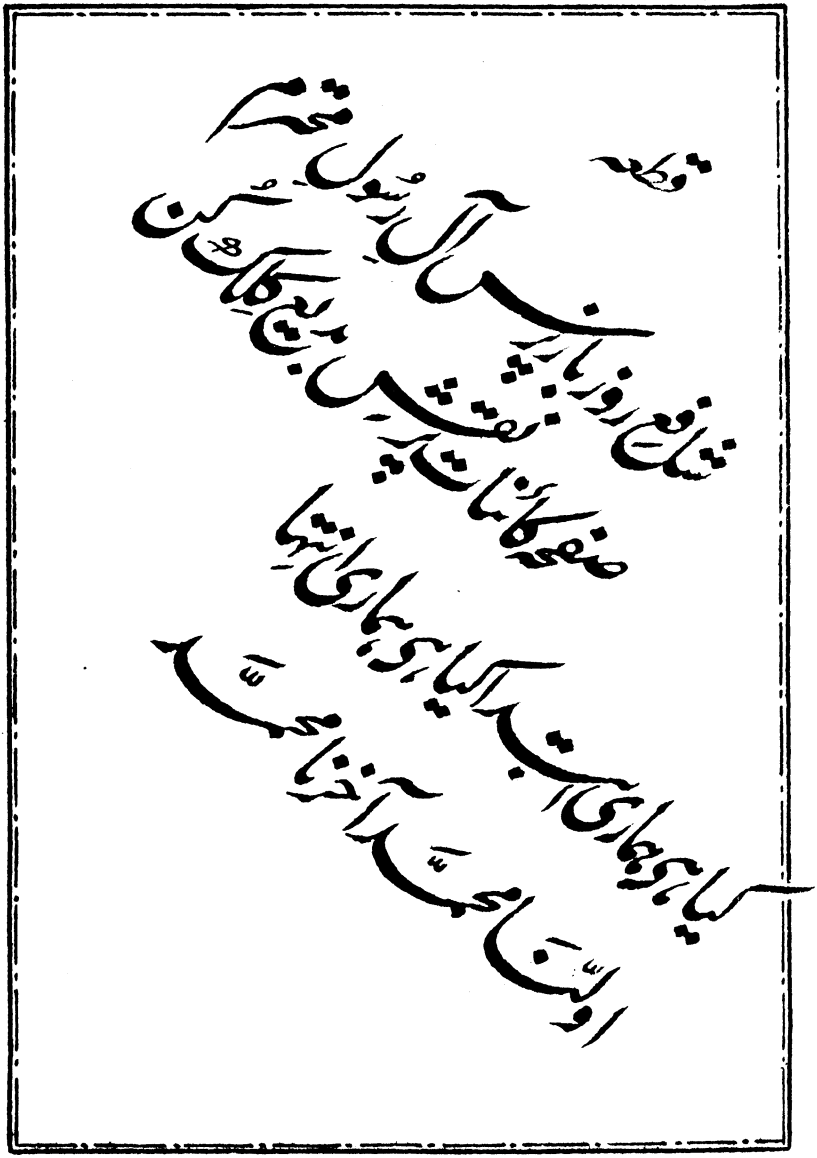

قصائد

در ستایش حضرت سید الشهداء روحی له الفداء

سبحۂ مرجان

ہو چکا جو حشر ہونا تھا دلِ ناشاد کا
چھیڑتے ہو تذکرہ کیوں خانۂ برباد کا

پہلی ہی منزل پہ جب گھائل ہوا یہ بدنصیب
تھا وہاں زخم پر نغمہ مبارکباد کا

رونیوالے داد خواہ گریہ خوناب تھے
آستین موجہ تھی سیل دجلۂ بغداد کا

جستجوئے خضر تھی اندیشہ بتیاب کو
تھا لب ہمت پہ نعرہ ہر چہ بادا باد کا

ضبط دل روکے تھا کہتا تھا مگر یہ اضطراب
شرط ہے دفتر الٹ دوں عالم ایجاد کا

عشق کی خطروں سے کیا دل کو ڈراؤں ہمنشیں
جب یہ قائل ہی نہیں ہوتا کسی افتاد کا

باندھ کر محراب میں چلے رگ جاں کی عزیز
مرتبہ دینے بڑھایا خنجر جلاد کا

اخگر دل جب سے ہے نہنگامہ افروز جنوں
سینہ دکھلاتا ہے عالم کورۂ حداد کا

دل کوئی آرام سے ہے اور کوئی بیقرار
کیا کرشمہ ہے نگاہ جامع الاضداد کا

ہٹکے بیٹھیں چارہ گر یہ ہے مرے دل کا لہو
دھار ہر اک کام دیگی نشتر فصاد کا

دیکھیں لاکھوں زخم اور ہر زخم اک باغ خلیل
دیکھئے تو رنگ عشق خانماں برباد کا

خیمہ ہستی بھڑک اٹھی ہے تری ہر طناب
اب ہے رگ رگ میں اثر سوز دل ناشاد کا

مقتل حسرت ہے دل اور گھاؤ لگا وہ نشیب
یادگار اب تک ہے جو بیرحمی جلّاد کا

کھلتے ہیں میرے لب فریاد کب تک انتظار
وقت آئے یا نہ آئے شکوۂ بیداد کا

خون رُلواؤنگا میں بھی آسمانکو حشر تک
حوصلہ بڑھنے نہ دونگا اس ستم ایجاد کا

ابتدائے زندگی کے واقعے دُھرا گیا
دیکھکر عالم دگرگوں خاطر ناشاد کا

اضطراب دلنے کی گہوارہ جنبانی شروع
تذکرہ سُنکر کسی مولود کے میلاد کا

کون وہ مولود وجہ خلقت دنیا ہے جو
کون وہ مولود جو دل عالم ایجاد کا

سیّد طیب دنی تابع وسبط و شہید
بہترین آل ہاشم آئینہ اجداد کا

طور سینین و امام الخلق نور الخافقین
گوہر تاباں رسول اللہ کے داماد کا

دین احمدؐ کا مسیحا خامس آل عبا
سرگروہ اہل عرفاں پیشوا عباد کا

گونج اٹھا ام القرے آوازۂ تکبیر سے
غل اُٹھا بیت النبوۃ میں مبارکباد کا

آج اے اسلام تیری مسند آرائی ہوئی
آگیا مخدوم زادہ بوذر و مقداد کا

اُڑ رہا ہے ایک ایک ذرہ ہوائے شوق میں
عرش سے پایہ ملا ہے عالم ایجاد کا

باد آشامو نہیں چرچا ہے کہ ساقی سے کہو
انتظار اب شاق ہوگا حشر کی میعاد کا

حکمران مسند مہر نبوت آگیا
دور رسول اللہ کو تحفہ مبارکباد کا

مصحف ناطق کا پارہ لائی ہے بنت عمیس
دیدنی ہے نور اس معصوم مادرزاد کا

کان عفت سے ملا مہر نبوت کا نگیں
جسکی ضو سے صحن و شن عالم ایجاد کا

روشنی چشم کو اکبر میں کہاں سے آئی ہے
سرمہ آنکھوں میں لگایا کیا شب میلاد کا

خدمت گہوارہ جنبانی فریضہ کر لیا
حق ادا کیونکر کریں روح الامیں استاد کا

شیر معصومہ سے پایا ہے نمو مولود نے
مبدا عفت ہے دل معصوم مادر زاد کا

مدتوں چوسی زباں ناطق وحی خدا
ہوگیا ساری رگ و پے میں اثر جداد کا

نسل میں جسکی امامت آئینہ بردار تھی
ذکر اُسکا کیا شرف ہو جبکہ یہ اولاد کا

یہ سینہ صحیفہ کی مذہب لوح ہے
چہرہ پر نور دیکھو سید سجاد کا

ذرہ ذرہ تیرا اے صحرائے ارض کربلا
ایک دفتر ہے حسین ابن علی کی یاد کا

من لہ جد کجدی فی الوری کسنے کہا
کون ازل سے تھا رجز خواں حرمت احمد کا

کتنے مسکیں تھے وظیفہ خوار اس سرکار کے
مثل دکھلائے عرب اپنے امام راد کا

ہر نگہ جس کی مفسر سورۂ توحید کی
ہر نفس جسکا خلاصہ عالم ایجاد کا

صبح جنت کر دیا پیشانی مہر دس کو
نور پلٹایا نگاہ کو رما در زاد کا

معجزہ سے اک زن مردہ کو زندہ کر دیا
حق تلف ہوتے جو دیکھا بی سبب اولاد کا

وہ سبب عالم سبب پھر ازل سے کیوں نہو
فرش پا انداز ساماں عالم ایجاد کا

پھر کر دی سنگ خارا پر تو سکہ جم گیا
کی جو سطحی بھی نظر دل ہلگیا فولاد کا

تیری گرد راہ سے سجادہ بانی عرش کی
تیرے نقش پا سے رتبہ عالم ایجاد کا

تو نے اس عالم میں آکر کام کچھ ایسے کئے
آسرا ہر ایک عالم کو تری امداد کا

ہر مصیبت تیری افضل انبیا کے فضل سے
ہر فضیلت تیری اک دفتر خدا کی یاد کا

آہ حسبتم کی تلاوت ایسے نازک وقت میں
نیزہ شاید تیرے تعقیبات اور اوراد کا

خون کے قطروں میں تیرے اک تلاطم موجزن
خاک کے ذرّوں میں تیرے شور ہے فریاد کا

تو وہ عیسیٰ مصطفےٰ کو جس نے پھر زندہ کیا
ورنہ کب ملتا نشاں اسلام کی بنیاد کا

تو وہ راکب جس کا مرکب صاحب تاج و لوا
تو وہ رہبر جو ہے ماحی ظلمت الحاد کا

وقت تحریر اس طرح موتی پروئے لوح پر
لب کھلے گویا کے شور اُٹھا مبارکباد کا

دل کو پتھر کر لیا تو نے مصائب میں مگر
سنگِ بنیادی رکھا اسلام کی بنیاد کا

بس عزیزؔ نغز گو مدحت طرازی تا کجا
سخت ناکافی ہے دفتر عالم ایجاد کا

سجدہ گاہ قدسیاں ہو خاک مداح حسین
کیا بگڑ جائیگا اسمیں چرخ کج بنیاد کا

اے شہید بندہ پرور اسطرف بھی اک نظر
کون ہے جز تیرے اس خاکستر برباد کا

بادۂ گلرنگ

تعلق کس لہو سے ہے بہارِ روح پرور کو
ملا ہے جلوۂ رنگیں یہ کس سے نوگل تر کو

لہو کی بوند اک جو شہرگِ بسمل سے ٹپکی تھی
رنگا ہے سرخ اسی نے نوعروسِ گل کی چادر کو

قیامت تک یہ سرخی آ نہیں سکتی تھی اے گلشن
اگر سجدے کریں گل اک شہیدِ فیضِ گستر کو

اگر دلبندگی ہوتی نہ اسکو ضبط شیون سے
کبھی غنچے چھپا سکتے نہ اپنے جوشِ مضمر کو

زمیں کے دلمیں در آئی تھیں اسکی دلشکن آہیں
وہی شکلیں ملیں ہیں آج شمشاد و صنوبر کو

شہیدانِ محبت کے جگر کے چند ٹکڑے تھے
یہ شادابی ملی ہے جن سے اوراقِ گل تر کو

مگر یہ صورۂ خاکِ شفا سے فیض پایا ہے
سمجھتا ہوں میں غنچوں کی شمیم روح پرور کو

یہ فصلِ گل کسی کے خون دل کی چند چھینٹیں تھیں
کہ جنکے کر دیا گلرنگ اس عالم کے دفتر کو

نوید عالم آرائی کہ تازہ کو پلیں پھوٹیں
نمو کا فیض پہونچا فطرس بے بال و پر کو

مجدد نوبہار گلشن اسلام کا آیا
نکالا جنت الفردوس نے پھر اپنے زیور کو

ہوا معمورۂ عالم میں ہر سو جشن میلادی
ملا پروانۂ مدحت عزیز مدح گستر کو

پئے حفظ نبی پیدا کیا شبیر و شبر کو
دیے تعویذ نصر و فتح بازوئے پیمبر کو

بنایا آج سے ام الائمہ قدرت حق نے
خدیجہ سابق الاسلام کی پاکیزہ دختر کو

ملا تمغائے زینت تیرے قدمونکی سعادت سے
کبھی مہر نبوت کو کبھی دوش پیمبر کو

پھرا سکے ہاتھ میں کیونکر نہو سررشتہ عالم
حکومت کی عناں سمجھے جو گیسوے معنبر کو

جہاں میں حق شناسوں کیلئے ہی عید روحانی
نوید جانفزا سلمان و مقداد و ابو ذر کو

بنایا گوشوارہ جس کو عرش کبریائی نے
ملا وہ گوہر تاباں امین حق کی دختر کو

زمانہ جگمگا اٹھا فروغ جلوۂ حق سے
ضیائے رخ نے نورانی کیا اسلام کے گھر کو

کسی کو سر بکف یوں دیکھ کر آغوش میں ہر میں
سنحاوت بڑھکے مژدہ دیتی ہی مولائے قنبر کو

دُر غلطاں کی صورت یوں علی کا لخت دل لوٹے
اسیدن کی تمنا تھی فقط عصمت کی چادر کو

ادھر حوروں کا جھرمٹ ہی اُدھر یہ کہتا ہی
نظر بھر کر نہ دیکھے کوئی نور العین حیدر کو

بنا ہے منزل ماہ عرب کا شانۂ ساقی
مبارک زمزمے زمزم کو جوش نغمہ کوثر کو

لب عیسیٰ نے جو اعجاز پائے تھے ریاضت سے
یہاں دی ہیں وہ باتیں تربت قبر مطہر کو

یہ وہ مولود ہی جو خاصہ خاصان حق ہوگا
شرف جس سے ملیگا مسجد و محراب و منبر کو

ذرا اے شہپر روح القدس دکھلا درخشانی
تقابل کا ہی دعوے آج فطرس کے نئے پر کو

ہوئی ہیں محو لاکھوں ہستیاں تاریخ عالم کی
مگر بھولی نہ دنیا اس شہید فیض گستر کو

حسینی جذب کو عاشور کی تاریخ میں دیکھو
عروس نو اجازت مرگ کی دیتی ہے شوہر کو

شہادت نے تیری اسلام پر وہ روشنی ڈالی
کہ جسنے کر دیا تابندہ اسرار پیمبر کو

نہیں دنیا میں کوئی جامع اخلاق انسانی
گر ہاں پیش کر سکتے ہیں تیرے نفس اطہر کو

رئیس الصابرین ایسا کہ جس کی ذات والا پر
قیامت تک رہیگا ناز اخلاق پیمبر کو

مخالف تھیں ہوائیں خشک تھا اسلام کا پودا
لہو سے تو نے سینچا اس درخت سایہ گستر کو

لہو دل کا نہو کیوں نقشبند صورت معنی
کہ ہے ذوق غزلخوانی غزلخوانی نکتہ پرور کو

مطلع

یہ ہے شوق شہادت بسمل مجروح پیکر کو
زبان موجہ خوں مرحبا کہتی ہے خنجر کو

گرا ہے دشت الفت میں یہ کسکے خون کا قطرہ
اُلٹتا ہے لہو آہیں جو سرکاتی ہیں پتھر کو

لگی دل کی بجھانا بس اسی صورت سے ممکن تھا
کیا ہے وقف میں نے سلسبیل دیدۂ تر کو

کسی کے سنگ در تک بھی وہی پہونچا نیوالا ہے
دیا ہے جسنے یہ سرمایۂ شوریدگی سر کو

میں کر آنکھوں سے دیکھوں ظالموں کی فتنہ سامانی
ہٹا دے سامنے سے کوئی اب چرخ ستمگر کو

کسی کے آستاں پر جا کے اب دھونی رمائینگے
غزلخواں آخر کہاں تک روئیں ہم اپنے مقدر کو

۳۔ شعبان ۱۳۳۹ھ

عقیق مذاب

کوئی آسان نہیں ہے کام لینا ضبط پنہاں سے
دھواں اُٹھتا رہیگا حشر تک خاکِ شہیداں سے

مرے اک اک نفس میں سو دہ برق جہندہ ہے
ذرا اے آسماں ہشیار رہنا آہ سوزاں سے

جنھیں آوارہ گردی مایہ صد عیش و راحت ہے
انھیں کیا خوف ہوگا گردش گردون گرداں سے

نکل چرخ سے تیر قضا بن بنکے چلتے ہیں
پلٹتے ہیں جو نالے گنبد گردون گرداں سے

یہ حالت دامن دشت و جبل کی ہو نہیں سکتی
تباہی لیگئی ہے قرض میرے قلب ویراں سے

خس پرنم کے یہ پیشے کسی دن قہر ڈھائینگے
کہ طوفانوں کو سازش ہے شرر کی آہ سوزاں سے

ٹھہر اے سانس اس دنیا کی بربادی ہے کیا حاصل
نکل جائے کوئی ذرہ نہ میرے قلب سوزاں سے

حقیقت جاننے والے حقیقت اسکی کیا سمجھیں
یہ دنیا جبکہ پیدا ہو کسی خواب پریشاں سے

زمانہ منقلب ہو جائے اُف میں کر نہیں سکتا،
مگر سیکھا ہے میں نے ضبط ابن شاہ مرداں سے

امام دیں حسین ابن علی ابن ابی طالب
ملی میراث میں جسکو امامت شیر یزداں سے

ازل سے آجتک پائے ہیں کسنے والدین ایسے
نسب میں باپ پر نازاں شرف میں مفتخراں سے

نوید اے عاصیان امت مرحومہ احمد
گنہ جتنے تھے زائل ہو گئے وہ فرد عصیاں سے

ہوا وقت ولادت تیسری شعبان کی آئی
چلیں حوریں لئے ابریق جنت باغ رضواں سے

چمن زار جہاں میں کس گل نو کی یہ آمد ہے
معطر ہو گئی دنیا شمیم عطر افشاں سے

عزیز اک مطلع روشن سے تم بھی بزم آرا ہو
صدائے تہنیت آتی ہے پیہم عرش نیراں سے

مطلع

تجلی چھن رہی تھی جسکی عرش پاک یزداں سے
وہ نور معرفت چمکا جبین ماہ کنعاں سے

ذرا پوچھے تو کوئی منزلت اس عید ہرا کی
دل حق آشنائے بوذر و مقداد و سلماں سے

ولادت یہ ہوئی اے مصحف ناطق تری گھر میں
ظہور معنی روشن ہوا یا متن قرآں سے

زباں اپنی چھپائی چشمۂ وحی الٰہی نے
علوم انبیا پائے رسول پاک داماں سے

ازل کے قبل تاج عرش کی زینت ہوئی جس سے
وہ موتی آج نکلا درج نسل شاہ مرداں سے

حریر خلد میں لپٹا ہوا یہ چاند سا بچہ
خراج نور لے گا حسن و مہر درخشاں سے

لئے شبیر کو آغوش میں نکلی ہیں یوں زہراؑ
کہ فال نیک جیسے کوئی برآمد ہو قرآں سے

ہر اک ذرہ سے دعوائے انا الشرق آج پیدا ہو
زمانہ جگمگا اٹھا فروغ مہر ایماں سے

عزیز اسکا لہو کیونکر نہ ہو گلگوں نہ حوروں کا
ولادی جسنے جنت کربلا کے گرم میداں سے

ہوا مقبول درگاہ صمد یہ پیر کا
شہادت نے شرف پایا ذبیح خاص یزداں سے

کیا گھر بار قرباں جس نے امت پر پیمبر کی
سخاوت کو شرف ہی اس خلیل خوان احساں سے

سر بے تن سناں کی نوک پر محو تلاوت ہی
سنی ہی اسطرح قرأت کسی قاری قرآں سے

دیار معرفت میں سلطنت کرنے کو کافی ہی
اگر ملجائے اک موتی بھی اسکے گنج عرفاں سے

کیا اس فدیۂ امت نے ایسا کام دنیا میں
نہوگا دین پیغمبر کبد وش اسکے احساں سے

ہوئی سجادۂ صبر و رضا پر جس کی پیدائش
اُسے کیا خوف ہوگا گردش گردون گرداں سے

وہ اخلاق حسن ظاہر ہوئے جو آپ سے مولا
فرشتے ہوگئے ہیں دم بخود اخلاق سے اسکے

ظہور ان قوتوں کا کب ہے ممکن نفس انساں سے
مگر انسان ہونا کوئی سیکھے ایسے انساں سے

عزیز اس نظم کا ممدوح دینگے خود صلہ مجکو
ملا انعام اسماء کو اگر محبوب یزداں سے

عقدِ پروین

کروٹ نہ لی تھی جب تک ہستی نے ماسوا کی
لہرا رہی تھیں موجیں جب تلزمِ فنا کی

ڈھالا نہ تھا ابھی تک دنیائے دل کا سکہ
معدوم تھی حقیقت اس نقدِ ناروا کی

تھے حیز عدم کے پردے میں جا عنصر
یعنے کہ چوکھٹے میں تصویر تھی فنا کی

تصویر کن فکاں تھی آئینۂ عدم میں
ہر سو تجلیاں تھیں انوارِ حق نما کی

گوشِ قبول تک بھی پہونچی نہ تھیں صدائیں
تحمید انبیا کی تقدیس اصفیا کی

تھی معرضِ عدم میں ترکیبِ نطق ابھی تک
یعنے خبر خبر کی تھی اور نہ مبتدا کی

ناگہ حجابِ قدرت اٹھا بقدرتِ حق
بڑھنے لگی تجلی آئینہ ولا کی

روحوں سے عہدِ پیماں لینے کا وقت آیا
بزمِ الست میں بھی گونجی صدا بلے کی

اس شان سے ہوا ہے وہ نور جلوہ آرا
ششدر رہے خود جلالت ایوانِ کبریا کی

ہے سر پہ تاجِ جسمیں لولاک کے ہیں موتی
اور سامنے مؤدب تصویرِ ماسوا کی

لب پر تبسم آیا ظاہر ہوئے ستارے
دورہ کیا تو صورت پیدا ہوئی سما کی

جب ہو چکے مہیّا اجسامِ آسمانی
خلقت ہوئی جبیں سے پھر صبح کی کشائی

صرف اک ادا تھی جسنے نقشِ جہاں بنایا
صرف اک نگاہ بانی تھی خطِ استوا کی

ماتھوں کو انبیا کے جب جگمگا کے نکلا
شکلیں ہوئیں نمایاں اقطابِ اولیا کی

نورِ علی لباسِ احمدؐ میں جگمگایا
تصویر پھر بنائی قدرت نے مجتبیٰ کی

جب شعلہ ور ہوا پھر وہ جلوہ شفق گوں
صورت میں رنگ اُبھرا سلطانِ کربلا کی

وہ کون سبطِ اصغر طیّب وفی وتابع
گو تھا ولی مگر تھی شان اُسمیں انبیا کی

اتنی شرافتوں کا محمل ہو نفسِ انساں
اتنی فضیلتوں کا حامل ہو جسمِ خاکی

یہ صبر و استقامت یہ حلم و خرق و عادت
صورت میں ایک انساں باتیں مگر خدا کی

تیرے لہو کی قطرے کیا جنت آفریں تھے
مہکے گی تا قیامت خاکِ ارضِ کربلا کی

زلفِ سیاہ تیری روئے جمیل تیرا
تفسیر اذا سجیٰ کی تشریح والضحیٰ کی

کافی ہے ایک صرّہ ہم بوترابیوں کو
کرتی ہے حلّ مشکل خاکِ اس گرہ کشا کی

قندیلِ عرش بنکر اے نورِ کبریائی
تو نے ضیا بڑھائی ایوانِ کبریا کی

اصلابِ طاہرہ میں تو سب سے تھا مقدم
ہر مقتدی نے پہلے تیری ہی اقتدا کی

تنہا یہ تھی چڑھائی فوجوں کی کربلا میں
کثرت میں شانِ وحدت قدرت تھی کیا خدا کی

پیمانِ عشقِ تیرا فطرت میں ہے ہماری
میثاقِ الست کا خود تصدیق ہے ولا کی

بھولے گا کیا زمانہ اے سر کٹانے والے
تکمیل دیں میں تیری وہ سعی انتہا کی

نقاش خود ہے نازاں نقش وفا بنا کر
تصویر ہے سراپا تو صنع کبریا کی

اے نفس مطمئنہ حد ہے وقار کی بھی
جتنے بڑھے مصائب رخ کی ضیا بڑھا کی

تیری کتاب ہستی وہ مستند کہ جس پر
تقریظ ھل اتی کی تصدیق انما کی

دونوں جہاں کا پایا سررشتۂ حکومت
ہاتھوں میں باگ آئی جب گیسوے رسا کی

اسلام کو مبارک ہے آج آمد آمد
فرزند مصطفےٰ کی دلبند مرتضیٰ کی

دکھلا رہی ہے سب کو شانِ تجلی حق
زیر ردائے عصمت ضو روئے پر ضیا کی

راہ طلب کا جادہ اک محضر شفاعت
ہر نقش پائے زائر اک مہر قدسی کی

شفق ہو کے الیتام خاطر کو فرض سمجھا
ہمت تو کوئی دیکھے اک دُرِ بے بہا کی

بس خاتمہ پہ مولا ہے صرف یہ گزارش
پیہم ترانہ سنج رہے وحی لک الفدا کی

اسرار غیب جس پر ہر وقت منجلی ہیں
اُس سے بھی کیا ضرورت ہے عرض مدعا کی؟

فطرس پر اک نظر کی اب اس طرف نظر ہو
بے بال و پر ہے اپنی بدقسمتی کا شاکی

ہر زخم ایک مقتل ہے جس میں خون حسرت
اب سرزمیں دل ہے تصویر کربلا کی

یاقوتِ احمر

شب کہ تھا بزم میں ہنگامۂ صد ناز و نیاز
حُسن اُدھر مہرِ رخ عشق ادھر سینہ گداز

کثرتِ گل سے چمن خیمۂ بساطِ محفل
تابشِ جلوہ سے انجم کدہ خورشید طراز

عشق تھا سوختہ جاں خستہ جگر خاک بسر
حُسن تھا غمزہ ستاں عشوہ فروش و طناز

عشق تھا فرطِ تحیر سے ادھر نقشِ سکوت
حُسن ہر جلوہ نو سے تھا اِدھر آئینہ ساز

حُسن بکھرائے ہوئے زلفِ رسا تا بقدم
عشق کے ورد زباں زمزمۂ عمرِ دراز

عشق مایوس اُدھر پہنے ہوئے رختِ کفن
حُسن قتال ادھر تیغ بکف جلوہ طراز

حُسن دلدادۂ مینائے رحیقِ مختوم
عشق جامِ دلِ پُرداغ سے سرمست نیاز

حُسن عیسیٰ دم و یاقوت لب و بے پروا
عشق مخزوں نفس و مہر سرشت و جانباز

نازک اندام ادھر حُسن نگاریں جلوہ
لاغر اندام ادھر عشق سراپا اعجاز

اس طرف دیدہ بیخواب تھا اور کاہش غم
اُس طرف نرگس مخمور تھی اور خواب دراز

اس طرف نقد دل و جاں کی حفاظت منظور
طرۂ زلف گرہ گیر اُدھر دست دراز

حُسن کہتا تھا کہ روداد بیاں کر اپنی
میں ہوں فریاد رس و داد گر و بندہ نواز

عشق کہتا تھا کسے تاب سماعت ہے یہاں | سرگزشت دل مظلوم کروں کیا آغاز

مطلع

داستاں دل کی نہ سُن اے مرے مظلوم نواز | مختصر روز حساب اور یہ افسانہ دراز
جالش مہر قیامت سے ہیں سب غرق عرق | گرمی شعلۂ تقریر نہ ہو صبر گداز
خون دُنیا کو رُلاتی ہے حدیث انجام | غنچۂ دِل کو کھلاتی ہے بہار آغاز
خم ابرو ہے کہ طغرائے ہلال شعباں | کشتۂ راہِ وفا کے لئے محراب نماز
پرتو چہرۂ رنگیں ہے بہار جنّت | جلوۂ حُسن دل افروز ہے فردوس نواز
ہے ہر اک نقش قدم جلوہ طراز ایجاد | عالم کون و مکاں کے لئے سرمایۂ ناز
میری آنکھوں میں تجلی تھی اُسی کی ہر سُو | میری نظروں میں حقیقت تھا ہر اک رنگ مجاز
آستاں پر ترے ہر وقت رہا سر بسجود | کعبۂ عشق میں کس روز قضا کی ہے نماز
ہمّت و حرّیت و مذہب و مظلومیّت | یہ وہ آئین ہیں جن کا ہوا مجھ سے آغاز
لرزش برق فلک آہ دروں تاب مری | جنبش بال ملک ہر نفس سینہ گداز
دل روشن ہے مرا آئینہ لیکن ایسا | جلوۂ نور ازل سے ہوئی جس کی پرداز
لذّت دید مری طالب دیدار سے پوچھ | وسعت دامن نظارہ ہے فردوس طراز
ذرّہ ذرّہ نظر آنے لگا خورشید بکف | رخ تابندہ میں تھا اشرقت الارض کا راز

میں ہوا ہوں سببِ منزلتِ دردِ اُسل
میں نے فطرس کو دئے ہیں پرِ و بالِ پرواز

چشمۂ شیر بنی میرے لئے طفلی میں
وہ زبانِ ادب آموز جو تھی وحی طراز

مرضعہ میری جگر بندِ رسولِ الثقلین
جسکے قدموں سے امامت کو ملا طرۂ ناز

شہسوارانِ دو عالم سے مجھے کیا نسبت
زین ہے مہرِ نبوت تو بنی مرکبِ ناز

کھولدی زلفِ معنبر کہ عنا گیر ہوں میں
جب ہوئی ایشتِ رسالت پہ ہوائے تگ و تاز

ہو جو اندیشۂ ملک کو میری بیتابی کا
حرکتِ دل کی بنے جنبشِ گہوارۂ ناز

مجھ سے روشن ہوئے آئینِ رسولِ عربی
تھا ہر اک نقشِ قدم شمعِ شبستانِ حجاز

علتہ بوسی سے مری سرِ نفلک ہیں حریص
ہیں مرے در کی گدائی سے فرشتے ممتاز

مختلف بھیس میں آئے ہیں ملک در پہ مرے
کبھی سائل کبھی خیاط کبھی جامہ طراز

خونِ دل سے پیکرِ مردہ میں کیا میں نے رواں
جب کہیں مذہب و اخلاق نے دی ہے آواز

اک نگہ نے مری دو کام کئے عالم میں
مذہب افروز کبھی اور کبھی کفر گداز

میں نے بتلائے عبادت کے حقیقی معنی
میں ہوا پیشرو کعبۂ اہلِ نیاز

میں وہ مقتول ہوں دنیا پہ نہیں کچھ محدود
لامکاں تک ہے مرے طائرِ غم کی پرواز

طاعتِ خاص میں مشغول بزیرِ شمشیر
سجدۂ شکر میں مصروف بہ خنجر نماز

نغمۂ غم نے نکالی نہ مگر کوئی صدا
زخمۂ ظلم سے چھڑتا ہی رہا دل کا ساز

عظمت واقعہ سے عرش خدا تھا جنباں
شکوہ لایا نہ مگر لب پہ دل محرم راز

نیزے جب سر بفلک تھے تو کہی ہے تکبیر
تیر جو وقت برستے تھے پڑھی میں نے نماز

دھار پر خنجر بُرّاں کی پڑھا خطبۂ حمد
تیغ کی باڑھ پہ طے کی ہے رہ عجز و نیاز

میرا سجادۂ طاعت ہے وہ جلتی ہوئی ریگ
جس کے ذرّوں میں بھرا تھا اثر سوز و گداز

قوت صبر نے مظلوم بنایا مجھکو
ورنہ کافی تھی مری اک نگہ زہر گداز

سر مرا نوک سناں پر تن عریاں پامال
وہ تھی معراج مری اور یہ بساط اعزاز

میری ہستی کا مٹانا کوئی آساں نہ تھا
کھیل سمجھا تھا مگر یہ فلک لعبت باز

سپر دین مرا سینہ تھا کشادہ ہی رہا
تیغ زن تھک گئے بیکار ہوئے تیر انداز

تھی خموشی مری ہنگامہ صد شیون و شین
ہے مرے صبر میں فریاد و فغاں کی آواز

مجکو اولاد امیہ نے کیا خوار و ذلیل
قدرت حق نے مگر اور بڑھایا اعزاز

حلق اسلام پہ تیغ ہوا دا اسفاہ
محضر قتل پہ لکھے گئے احکام جواز

جب تمنائے تقرب میں ہوا خون جگر
لے گیا مجکو بلندی پہ دل محرم راز

نسل یاسین کا چھوٹا سا صحیفہ کھولا
مگر امت نے کیا خوب ہی اسکا اعزاز

پھر بلندی سے اُتر کر میں گیا سوئے نشیب
دیر تک تیغ و رگ جاں میں رہا ناز و نیاز

کند خنجر سے ہوئی منزل مقصود بعید
سُستی بازوے قاتل کا ہوں میں شکوہ طراز

کیا کیا میں نے یہ دیکھیں تو ذرا دل والے
کس طرح طے ہوئے دنیا کے نشیب اور فراز

قابل غور ہے یہ میری کتاب ہستی
ہر ورق میں نظر آتے ہیں سراسر اعجاز

میں ہوں خاموش مگر چیخ رہی ہے دنیا
الحذر یہ غم جانسوز ہے کیا سینہ گداز

جسم تھا بارگراں شکر کہ پامال ہوا
سر کہ تھا فدیہ حق آج ہوا پایہ فراز

قتل اسلام پہ تکبیر کہیں جو مسلم
ایسے دیکھے ہیں کسی نے کہیں اسلام نواز

مسجدیں کوفہ میں تعمیر ہوئی ہیں اکثر
اس خوشی میں کہ مرا قتل تھا سرمایہ ناز

امتحاں گاہ میں اس شان سے سر کٹوانا
کھیل بچوں کا نہیں اے فلک لعبت باز

ہے فضائل میں مرے کون شریک اور سہیم
ہے شہیدان رہ حق میں مرا کون انباز

اک بلاکش نے شجاعت کے دکھائے جوہر
ایک مظلوم نے جرات کے دکھائے انداز

پیروی چاہیئے اخلاق کریمہ کی مرے
صرف رونے سے در مطلب دل ہوگا نہ باز

نفس ہو تابع احکام بقول عرفی
"نقد جاں برکف تسلیم نہ دہ ہرزہ متاز"

قابل غور ہیں اشعار دلآویز عزیز
پردۂ وعظ میں منبر پہ ہوا مدح طراز

تھا یہاں تک اثر فیض زبان ممدوح
اب ادب سے ہے گزارش کہ شہنشاہ حجاز

ناخدائی کا ہے ہنگام کہ برباد ہے قوم
یا حسین ابن علی ڈوب رہا ہے یہ جہاز

لعلِ بدخشاں

خونِ شہیداں ہوا — لالۂ نورستہ ہے
خاک سے پھر جو شجر — رشکِ عقیقِ یمن

صحنِ گلستاں تمام — چاک گریباں ہوا
لعلِ بدخشاں بنا — لالۂ خونیں کفن

دوشِ چمن پر کوئی — سنبلِ پیچ کی،
دام پر اسرار تھی — زلفِ شکن در شکن

دامنِ گلشن ہوا — قطرۂ شبنم ہوئے
خانۂ گنجِ ازل — رو کشِ درعدن

بلبل و گل ہمکنار — آئینہ دارِ بہار
شاد لبِ جوئبار — نسترن و یاسمن

تیغِ گلوئے خزاں — موجِ نسیمِ جناں
جانِ تنِ بوستاں — محوِ خرامِ چمن

مخزنِ اسرار ہے — ہر گلِ گلزار ہے
مطلعِ انوار ہے — رشکِ عقیقِ یمن

باغ سنوارا گیا — موسمِ گل آگیا
ابرِ سیہ چھا گیا — غنچے ہوئے خندہ زن

گلشنِ آفاق میں — مخمونائے بہار
مطلعِ نو سے ہوئی — طوطیِ شکر شکن

شاخِ گلِ تر پہ ہیں — زینتِ دوش بنی
بلبلیں یوں نغمہ زن — جیسے حسین و حسن

کونِ حسین غیور — شاہِ شہادت نصیب
حق کا محب و حبیب — کشتۂ درد و محن

آئینۂ پر ضیا — چہرۂ جاں را صفا — خامس آل عبا — ماحی جور و فتن
سرور عالی ہمم — مقصد لوح و قلم — محترم و محتشم — فخر زمین و زمن
باعث نظم جہاں — حاصل کون و مکاں — سرور اہل جناں — واقف سرّ و علن
معنی حسن المآب — مقصد ام الکتاب — شافع یوم الحساب — معدن علم و فطن
خسرو گردون قباب — سرور عالی جناب — ابن خلافت مآب — حیدر خیبر شکن
مشعل راہ ہدیٰ — خضر طریق ہدا — یوسف گلگوں قبا — کشتۂ خونیں کفن
خاک تو خاک شفا — امر تو امر قضا — علم تو علم خدا — خلق تو خلق حسن
صاحب وصف جلی — گوہر درج علی — راکب دوش نبی — جان رسول زمن
مبداء جود و سخا — منبع لطف و عطا — مخزن حلم و حیا — مستند و موتمن
شاہ ہمیر خصال — چشمۂ جود و نوال — لجۂ عین الکمال — غرقۂ بحر محن
رہبر اہل کرم — شاہ ولی النعم — تختۂ مشق ستم — وقف بلا و محن
نکہت بستان خلد — زینت ایوان خلد — شاہ جوانان خلد — مقتدۂ ممتحن
قابل حسن قبول — روح روان بتول — قرۂ عین رسول — جان تن بوالحسن
صورت او موبمو — صورت ختمی مآب — کاکل او مشکبو — ہمچو رسول زمن
تیرے لہو میں سہیم — ماں کی رضیت کا جوش — تیرے نمو میں شریک — جد کا لعاب دہن

تیرا ہر اک قول و فعل — نازشِ دینِ رسول — تیری ہر اک گفتگو — جانِ حدیثِ حسن
فوجِ عدو کی گھٹا — اُس میں وہ جلوہ ترا — نور وہ اسلام کا — کفر کا وہ کجلی بن
پردہ عصمتِ فرد — چاک گریباں ترا — حوروں کے سر کی ردا — وہ ترا خونیں کفن
اس میں نہیں کچھ کلام — تیری زبان حسام — قصۂ حق آشکار — کر گئی سب من و عن
کفر کو مردہ کیا — تو نے شریعت آب — دین کو زندہ کیا — تو نے مسیحِ زمن
زخموں کی کثرت کے ساتھ — زورِ امامت شکوہ — شانِ سایت کے ساتھ — اِک بطلِ صف شکن
حفظِ شریعت کے ساتھ — مردِ سپاہی منش — پردۂ مظلومیت — میں وہ ترا بانکپن
مٹ نہیں سکتا تھا تو — چھپ نہیں سکتا تھا تو — نورِ خدا کو نہ تھی — حاجتِ گور و کفن
وادیٔ مدحت کی سیر — تا بکجا اے عزیز — کس کو مجالِ ثنا — کس کو ہے تابِ سخن

درّثمین

ستارے پھول بنکر آسماں سے ہر طرف برسے
بہار تازہ یوں پیدا ہوئی زہرا کی چادر سے

یہ حسن عالم آرا دیکھ کر ساقی کے ایواں میں
صدائے تہنیت آئی لب تسنیم و کوثر سے

شفق پھولی ہوئی ہے مشرق چرخ امامت پر
ٹپکتی ہے مسرت رنگ بنکر روئے حیدر سے

بھری ہے میوۂ قلب نبی سے گود خالق نے
خوشی اس عید کی پوچھے کوئی بنت پیمبر سے

پر جبریل کا سایہ دیکھکر طاقت اللہ کی
ودیعت بازوؤں میں جب ہوئی قوت برابر سے

ابھر کر مچھلیاں کہتی ہیں بازے یداللہ کی
دو بالا دین کی طاقت ہوئی شبیر و شبر سے

لرزتی ہے عدم میں روح مرحب اژدر کی
ٹپکتا ہے جلال حیدری نیزے کے تیور سے

گرا ہے حلق اقدس سے جو پہلا خون کا قطرہ
ہے رونق خاتم دیں کی اسی یاقوت احمر سے

پروئے ایسے موتی حسن خط سے لوح پر اُسنے
صدائے مرحبا آئی شکست قلب گوہر سے

یہ دونو سرو قد دو قائمے ہیں کبریائی کے
بنائے عرش مستحکم ہوئی شبیر و شبر سے

ہر اک ذرّے میں جسکے ہے خزانہ صبر کا پنہاں
سبق لے ایوب بیتاب اُس قبر مطہر سے

پیمبر نے زمیں سے طے کیا افلاک رفعت کو
مگر معراج اُسنے پائی ہے دوش پیمبر سے

ازل کے روز بھی جو تھا امام ارباب عرفاں کا
ولایت جسکی بوذر کو ملی ہے عالم زر سے

امامت کے قلم کا زر یوں موتی پر پڑے جب
چھلک جائے نہ کیوں فرط خوشی میں آب گوہر سے

بظاہر گو حسن سے دس گنا رتبہ بڑھا لیکن
بباطن ایک نسبت ہی برادر کو برادر سے

کمی قوسین کی معراج میں ہو کس طرح پوری
کوئی یہ راز پوچھے راکب دوش پیمبر سے

چلی ہی بنت پیغمبر سے نسل پاک پیغمبر
ٹنکے ہیں چادر تطہیر میں موتی برابر سے

جسے تھا شوق بچپن سے فدا ہونیکا امت پر
شہادت کی سحر طالع ہوئی تھی شیر مادر سے

یہاں جب انبیا کو نقش بر دیوار پایا ہے
ادا ہو حق مدحت کیا عزیز نکتہ پرور سے

بادۂ شفقی

ازل کی بارگاہ کو سجا جب اہتمام سے
گزر کیا تجلیوں نے جلوہ گاہ عام سے

ہٹی عذار نور سے سنور کے زلف خم بخم
طلوع صبح دلکشا ہوئی سواد شام سے

بقدر ظرف مل گیا دلوں کو ذوق معرفت
چھلک گئے خم و سبو شراب لالہ فام سے

ادب سکھا کے عشق کو طلب کیا حضور میں
بڑھائے دل کے حوصلے سلام سی پیام سے

نظر کو سرمہ سا کیا اثر کو دیر پا کیا،
دلوں پہ کی گئی نگاہ خاص اہتمام سے

دکھا کے جادۂ رضا و وفا کا عہد لے لیا
شہید دشت کربلا علیہم السلام سے

وہ نقش اول وفا بدیع صنع کبریا
امامت آج مفتخر ہوئی ہے جسکے نام سے

وہ روح شرع احمدی کیا ہے جسنے منفصل
حرام کو حلال سے حلال کو حرام سے

بقا کا نقش مرتسم وفا کی شان مختتم
جدا ہے جس کی شان سب ائمۂ کرام سے

شہید و سبط مصطفےٰ حسین نور خافقین،
کلام جس کا مرتبط رسول کے کلام سے

ہزار پردے چاک کر کے ضوفشاں ہوا وہ نور
حجاب در حجاب تھا جو دور بزم عام سے

یہ تیسری کے چاند میں کہاں کا آج نور ہے
ضیا میں افتخار ہے جسے مہ تمام سے

مدینہ کی زمین ہے جواب مسجد الحرام
جمال سبط مصطفےٰ علیہم السلام سے

جدار کعبہ شق ہوئی ابھی ہوئے ہیں چند روز
ملی ہے دوسری خوشی یہ تیسرے امام سے

یہ عید ایسی عید ہے سرور جس کا پوچھیے
علی سے فاطمہ سے یا رسول شاد کام سے

مے ولا پیئے ہوئے گل دسمن لئے ہوئے
چلیں صفیں ملائکہ کی خاص اہتمام سے

سرور نفس پاک کو مراد قلب شاد کو
بنی لئے ہیں گود میں کمال احترام سے

نشان نقش پا ہے یا چراغ بزم کائنات
زمانہ جگمگا اُٹھا ولادت امام سے

زبان پاک مصطفےٰ کو صبح و شام چوس کر
دکھائے اُسنے معجزے فصاحت کلام سے

عروج و استراحت شریعت محمدی
فقط ترے قعود سے فقط ترے قیام سے

پسند ذات ایزدی یہ کوششیں جہاد میں
عرق کی جا ٹپک رہا تھا خون دل مسام سے

کریم و دکہ کاسۂ مراد اس کا بھر دیا
ارادۂ سوال بھی اگر کیا امام سے

مجاہدوں کے ہوش گم ملائکہ تھے حیرتی
رہ خدا میں سر دیا کچھ ایسے اہتمام سے

اسی کا گھر ہے جس میں ہے برابری کا ادّعا
نہیں تو کیا مناسبت ہے خواجہ و غلام سے

شہید وہ کہ آنسوؤں سے داد اسکو دیگئی
سند قبولیت کی لی خواص سے عوام سے

غزنیؔ مطلع حسیں پڑھو ثنائے شاہ میں
صدائے مرحبا سنو زبر جدیں خیام سے

مطلع

جب اُسنے تیغ حیدری نکال لی نیام سے
نہ رک سکی کبھی کسی ملک کی روک تھام سے

چراغ خانۂ رسول شام سے بجھا دیا
یہی توقعات تھے بتاؤ اہل شام سے

سلگ رہی تھی آگ اُدھر ادھر جگر میں التہاب
پڑے ہیں دلمیں آبلے تصور خیام سے

ستم کشوں کی داد دے کہیں خدائے منتقم
زمین لالہ زار ہو حسام انتقام سے

خدا حجاب اُٹھائے تو وہ دن عزیز آئے تو
عطا ہو جام کوثری حسین تشنہ کام سے

گدائے در کو منعموں سے کوئی واسطہ نہیں
جو مانگنا ہو مانگ لیگا وہ غریب امام سے

گرانبہا تحف ہوئے ہیں تیرے آگے پیشکش
یہ مدح بھی قبول کرلے عبد مستہام سے

خدا ہے تیرا معترف رسول تیرے جاں نثار
ادا ہو حق مدح کیا غلام کے غلام سے

ثمر بہشت

شمع کاشانۂ دیں رونق بزم ابرار
قرۃ العین نبی بحر کرم کوہ وقار

مرد میدان شجاعت اسد بیشۂ رزم
سرور سرخ قبا بادشہ عرش وقار

سرمۂ چشم ملائک ہے تری راہ کی گرد
سودہ لعل بدخشاں ترے قدموں کا غبار

ذکر تیرا ہے مداوائے دماغ مفلوج
تذکرہ تیرا ہے تدبیر قلوب بیکار

حب دیں حب وطن ہم میں بڑھیگا جتنا
اسقدر قدر تری اور کرینگے دیندار

روکنا خوں کی دھاروں پہ بہت مشکل تھا
قلعۂ محکم اسلام کی گرتی دیوار

ق

کبھی اس بات پہ بھی غور کیا ہے تونے
اے دل عقدہ کشا نکتہ شناس اسرار

ایک مظلوم کی تربت پہ ہے دنیا کا ہجوم
بادشاہان اولوالعزم کے ویراں ہیں مزار

ہے شہادت تری تمہید حیات قومی
ہے مصیبت تری عقبیٰ میں مسرت آثار

ایسے منظر کے لئے چاہیئے چشم بینا
کیونکہ کاشانہ دنیا ہے بہت تیرہ و تار

دیکھ اس وقت تجلی حسین ابن علی
جب ہوں اخلاق الٰہی کے نمایاں انوار

موجزن خون میں تھی تازہ حیات اسلام
جلوہ گر رخ میں تھے انوار رسول مختار

یوں جگر گوشۂ زہرا کی تجلی پھیلی
سرزمیں آج مدینہ کی ہے بیت الانوار

احمد آئے ہیں زباں اپنی چُسانے کیلئے
سیّدہ دُودھ پلانے کیلئے ہیں تیار

فیض تھا سب یہ تری مروحہ جنبانی کا
ورنہ ہوتے پر جبریل پہ کب نقش و نگار

ہے لب صدق و صفا پر یہ مرا مطلع نو
جسکی لفظوں سے صداقت کی عیاں ہیں آثار

مطلع

ہوتا جائے گا جہاں تک یہ زمانہ بیدار
بڑھتا جائیگا تری ہمت و جرأت کا وقار

صلب حیدر میں نہ ہوتا جو ترے نور کا خط
شق مسرت سے نہ ہوتی کبھی کعبے کی جدار

جان تکبیر ترے نعرۂ تکبیر کا شور
روح اسلام تری تیغ دودم کی جھنکار

سر کٹا خون میں تر بے کفن و بے تربت
ایسے ہوتے ہیں جوانان جناں کے سردار

تیرے رخسار پہ تھا نور حسینیؑ مبنی
تجھ سے دنیا میں چلی نسل رسول مختار

اسکو کہتے ہیں کہ سر سے ہوئی طے راہ وفا
فرق اقدس کو پھرایا ہے بہر شہر و دیار

ورق اُلٹئے کوئی تاریخ دو عالم کے اگر
ایسی تصویر کا ملنا ہے نہایت دشوار

محسن امت احمد تری ہمّت کے فدا
عیسی ملّت بیضا ترے قدموں کے نثار

ہے عزیز سخن آرا بھی ترا حلقہ بگوش
اسطرف بھی نظر اے دوش محمد کے سوار

موجۂ کوثری

کاشانۂ جہاں کو قدرت نے جب سنوارا
پردوں سے پھوٹ نکلے انوار عالم آرا

بازار مصر سج کر تقدیر چرخ چمکی
یوسف کو چاہ مغرب سے کھینچکر ابھارا

حسن ازل کی زینت پر عشق نے نظر کی
جو اشک سرخ ٹپکا وہ بن گیا ستارا

مست انکھڑیوں نے ساغر لبریز کر دئے جب
ساقی نے دی صدائے یا ایھا السکارا

قانون شب فروزی لے کر ہلال نکلا
پیوستہ ابروں نے جسدم کیا اشارا

آنکھوں نے تو کیا تھا غرقاب وہ تو کہیئے
ویرانیوں نے دل کی پیدا کیا کنارا

جلوے تھے جتنے مخفی اسرار معرفت کے
وہ صورت بشر میں ہیں آج آشکارا

تعلیم خلق دے کر ممتاز کر دیا ہے
تھی ورنہ فی الحقیقت دنیا تو ہیچکارا

آداب وہ بتائے دشمن کو دوست کر دیں
اخلاق وہ سکھائے جسنے ہمیں سنوارا

درس آفرین حکمت یعنے سروش غیبی
صبح ازل زبان حافظ سے یوں پکارا

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

نیچے پئے ہدایت مرسل بھی انبیا بھی — نازل کئے صحف بھی قرآن بھی اُتارا
ایوب دل نے سیکھا خود شیوہ حسینی — پر ہول معرکوں میں ہمت کبھی نہ ہارا
وہ عالم مقنّن وہ اشجع زمانہ — وہ ضبط کا معلم شاہ سریر آرا
وہ صبر کا مجدّد یعنے حسین بیکس — جس کی ضیا جبین شعباں سے آشکارا
عنوان لوح فطرت سردار اہل جنّت — تکمیل دیں کی آیت جسکا ہر اک اشارا
مشہور ابوالمساکیں معروف ابوالائمہ — ایمانیوں کا محور اسلام کا ستارا
تصویر شرح قدرت معنی حسن فطرت — صورت سے جس کی ظاہر سیرت ہے آشکارا
آیات کبریا کی اک بہترین آیت — مخدومۂ جہاں کے مصحف کا اک پارا
روشن ہوئے ہیں جس سے کونین وہ تجلی — جو گوش عرش کی ہے زینت وہ گوشوارا
اعجاز پر دلیل قاطع لبوں کی جنبش — شق القمر کی جانب کرتی ہے جو اشارا
کیونکر نہ جگمگاتا کاشانۂ پیمبر — اُترا ہے وحی بن کر اک دوسرا ستارا
ارض مدینہ بیشک تو جنت نظر ہے — دلچسپ تیرے منظر دلکش ترا نظارا
وقت ولادت آیا روشن ہوا زمانہ — فور تجلی حق ہر سو بساط آرا
خدمت کو فاطمہ کی ہے کون کون حاضر — حوّا ہیں۔ آسیہ ہیں۔ مریم ہیں اور سارا
آغوش فاطمہ میں داد ثبات دینے — طالع ہوا ہے صبح عاشور کا ستارا

معصومیت کا منظر سب کو دکھا رہا ہے
یہ چہرہ یہ بھولا بھولا نقشہ پیارا پیارا

اے چاند تیسری کے ہو تو ذرا مقابل
آغوش سیّدہ میں ہے ایک ماہ پارا

اسلام ایک پرتو انوار کا ہے تیرے
تو مستعار منہ دیں ایک استعارا

خوں گرمیوں نے تیری دوڑائی لہر ایسی
پہونچا ہے انتہا پر مقیاس دیں کا پارا

اے قلزم امامت اے بادبان امّت
یہ ڈوبتا سفینہ تو ہی نے تو ابھارا

رویا ہے تجھ پہ گردوں چالیس دن لہو سے
شاہد حدیث صادق مخبر ہی خود ذرارا

اے خاک کربلا کے گنجینۂ مقدس
ہم تجھ سے ملتجی ہوں کیا حق نہیں ہمارا

عالم بدل گئے ہیں صدیاں گزر گئیں ہیں
اعدا کے یہ مظالم کب تک کریں گوارا

قصر مظالم آرا تعمیر جب ہوئے ہیں
سادات کے لہو سے برسوں بنا ہی گارا

برسوں چنا ہے زندہ دیوار و در میں ہمکو
صدیوں بہا ہے صحن عالم میں خوں ہمارا

بنیاد زندگی کو ہر طرح سے مٹایا
زندہ زمیں میں گاڑا بے موت ہمکو مارا

دُرّے کبھی لگائے گہ آگ میں جلایا
گہ آبِ تیغ حلق مظلوم سے اُتارا

مظلوم کرکے ہم کو کی ہے زمانہ سازی
مسموم کرکے ہم کو ہم سے کیا مدارا

تھی تیری آزمایش امّت کے حق میں کافی
کیوں لے رہا ہے گردوں اب امتحاں ہمارا

یہ سب ہوا مگر اب سفاک نجدیوں کو
قبروں میں چین پائیں یہ بھی نہیں گوارا

اسلام کے شعائر اسلامیوں کے ہاتھوں | برباد ہو رہے ہیں انصاف کر خدارا
کب تک عزیز صبر طاقت ربا کریں اب | "دردا کہ درد پنہاں خواہد شد آشکارا"

عید سعید ہے گو لیکن وفور غم سے
ماتمکدہ بنی ہے یہ ارض رکسوارا

خطاب بساقی

دم سرور ہے دے کیمیائے جاں ساقی | رگوں میں خون کی جا بادہ ہو رواں ساقی
تیرے جمال سے روشن ہوئی ہے عیش کی رات | ستارے کیا ہیں ترے گرد راہ کے ذرات
ترے کرم کے سزاوار ہیں یہ حلقہ بگوش | پلا دے جام زمرد میں بادۂ سرجوش
وہ مے جو شیشۂ بوذر میں ہوش آور تھی | وہ مے جو ساغر سلماں میں روح پرور تھی
وہ مے کہ تھا دل جبریل میں سرور اسکا | محیط نور تھا پیمانہ بلور اُنس کا
ترا جمال جہاں تاب پھر نظر آئے | اگر آفتاب مے جام میں اتر آئے

اس انتظار میں ہیں میکشان جام بکف
جبین شوق کا کعبہ بنے زمین نجف

موجۂ تسنیم

جب ہوا کوہ حرا رو کش دشت ایمن
دستِ قدرت سے ہوئی شمع ہدایت روشن

شستہ انگیز تھے عالم کے مذاہب یکسر
بزم ایجاد تھی بازیچۂ گہ اہل فتن

حسن جتنے تھے وہ اس دور میں معیوب تھے سب
عیب جتنے تھے وہ اس عہد میں تھے مستحسن

اک یتیم اٹھکے الٹتا ہے جہاں کا طبقہ
بجکے ہر دشت کے گوشہ کو بناتا ہے دلہن

کیوں نہ ہو حسن خطابت سے زمانہ تسخیر
لب پہ ہیں فلسفہ آموز حکیمانہ سخن

نقش توحید زمانے کو دبا کر ابھرا
قوتیں بنگئیں تھیں گو کہ حصار آہن

بے نقط چند حروف آئینہ زار معنی
مختصر۔ صاف۔ مگر شرک کش و کفر شکن

لا الہ الا اللہ نے دو عالم کا سبق دیکے کہا
دشت فانی کا ہر اک ذرہ ہے وحدت کا چمن

اس طرح رات دن اخلاق سنوارے سب کے
سبق آموز ہوا خلق میں آج اسکا چلن

ہوگیا منصب تبلیغ مکمل جس دن
بھائی کو اپنی وصایت کا دیا پیراہن

خود ہوا رہرو اقلیم بقا کہہ سنکر
مگر افسوس وہ امت جو ہوئی عہد شکن

مسند پاک کو شطرنج کا تختہ سمجھی
چالیں دنیا کی چلیں بھول گئی اسکا چلن

حبِّ دنیا نے کیا دین کو مغلوب اتنا
وہ زمیں تھی نہ وہ دنیا تھی نہ وہ چرخِ کہن

صرف آئینِ سیاست پہ رہا دار و مدار
تھا نہ مذہب عقائد نہ فرائض نہ سُنن

نقشِ اقوالِ نبی زہر کے پانی سے مٹے
عہدِ اولادِ اُمیّہ تھا بڑا عہد شکن

کیوں تھی محسودِ جہاں آلِ رسالت آخر
گو کہ خاموش تھی تھا پھر بھی زمانہ دشمن

اُنکی ہستی تھی خطرناک حکومت کے لئے
ان کا ہونا تھا فقط باعثِ اندوہ و محن

ظلم پر ظلم سہے بل نہ پڑے ابرو پر
پھر بھی اوراقِ حکومت پہ رہی مثلِ شکن

آلِ مروان و اُمیہ تھی سپے عیش و نشاط
آلِ سالارِ عرب وقف پئے دار و رسن

رفتہ رفتہ وہی حق پوش زمانہ آیا
آلِ احمدؐ کو ملا گردِ بیابان کا کفن

منتقم ہے کوئی کرتا ہے کوئی دادرسی
اِس لئے ہمتِ فریاد نہیں تابِ سکن

کیوں عزیز آج یہ کیوں غم کا ترانہ چھیڑا
محفلِ عیش و طرب اور یہ صدائے شیون

عیدِ نوروز قریب اور طرب دوش بدوش
عہدِ گل جلوہ فروش اور چمن جلوہ فگن

بلبلِ سدرہ عزیز سخن آرا ہاں ہاں
چند اشعارِ طرب خیز بقیدِ گلشن

مطلع

قابلِ دید ہے تاثیر ہوائے گلشن
موج در موج ہے اعجاز نمائے گلشن

بیلیں پہونچی ہیں الجھتی ہوئی تا گیسوئے حور
اے زہے نامیہ و بخت رسائے گلشن

نرگس ولالہ وگل چشم وچراغ گیتی
سرو وشمشاد وصنوبر رفقائے گلشن

آج ہے چرخ مکوکب سے زیادہ تاباں
پیکر دہر پہ گلدوز قبائے گلشن

اُٹھتی ہیں نہر مصفا میں طرب زا لہریں
موجیں چنتی ہیں مگر آج ردائے گلشن

کثرت شانِ ظہور آج دکھاتا ہی ہمیں
باغبان چمن دہر خدائے گلشن

توڑکر خاک کے پردوں کو نکل آیا ہے
جلوہ شاہد مستور فضائے گلشن

کیوں نہ ہو معجزہ حضرت موسیٰ ظاہر
سرو نو خاستہ ہی آج عصائے گلشن

اپنی مستانہ اداؤں سے ذرا چھیڑ نسیم
دل ہر غنچہ ہے لبریز نوائے گلشن

یاسمین وسمن ونسترن و داؤدی
آج ہر پھول دکھاتا ہے ادائے گلشن

اسطرف پھول ہیں چھٹکے ہوئے تاری ہیں اُدھر
قابل دید ہیں اب ارض وسمائے گلشن

حسن سردار جوانان جناں ہے کچھ اور
لاکھ رنگ انکی جوانی کا اڑائے گلشن

قابل دید ہے ارباب بصیرت کیلئے
پر نطرس کی طرح نشو ونمائے گلشن

بزم میں سُن کے یہ اشعار طرب خیز غریبؔ
پڑھتے ہیں وجد میں یہ نغمہ سرائے گلشن

مطلع

ان فی الجنۃ نھرین یشھد ولبن
العلی ولزھرا وحسین وحسن

عید میلاد حسین ابن علی ہے ساقی
ہاں یہی وقت ہے دے ساغر صہبائے کہن

خامس آلِ عبا نقطۂ پرکارِ وجود
سیّد و سرورِ کونین شہنشاہِ زمن

جس کو دی عالمِ ارواح میں تعلیمِ شکیب
امتحاں گاہِ محن میں وہ ہوا جلوہ فگن

جس نے پایا ہے نمو صبر کے گہوارہ میں
خود رسولِ عربی جس کا بنے تھے توسن

گود میں فاطمہ کے تیسری کا چاند اترا
یا کہ پھوٹی ہے یہ خورشیدِ امامت کی کرن

وہ سخی ابنِ سخی آج ہوا ہے پیدا
مٹ گئے معن کے اور حاتم و جعفر کے چلن

خون سے اپنے شہِ دیں نے بنایا غازہ
ورنہ اسلام کے چہرے پہ کہاں تھا روغن

تجھ سے ظاہر ہوا گر معجزۂ داؤدی
موم ہو جائے اشارہ میں حصارِ آہن

قوتِ صبر تری عقدہ کشائی تیری
"دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من"

اک نظر جانبِ سادات رفیع الدرجات[1]
خادمِ خاص ہیں کیا مستحقِ دار و رسن

ضعفِ مذہب ہے شماتت جو کریں گے اعدا
ورنہ قربان ترے نام پہ یہ روح یہ تن

جان کا خوف نہیں پاسِ ترے نام کا ہے
اے شہِ عقدہ کشا فخرِ رسولانِ زمن

بسترِ خاک شفا پر کوئی کروٹ تو بدل
گو ہے زحمت مگر اے سیّدِ مجروحِ بدن

اک قیامت ہے بپا تیرے عزادار نہیں
چند سادات حضوری میں ہیں وقفِ شیون

لب ہلا دے تو الٹ جائے زمیں کا طبقہ
دیکھ لے تو تو بدل جائے زمانے کا چلن

[1] اشارہ بطرف واقعۂ خاص ۱۲

آتش پارہ

سچ اگر پوچھئے جیتے ہیں بدولت انکی
ہم بھی انکے ہیں یہ دل بھی ہے امانت انکی

قابل عفو نہیں کوئی بھی عصیاں میرا
فرد محضر پہ اگر ہو نہ شہادت انکی

امتحاں گاہ وفا میں ہوئی حاصل معراج
قدر کرتے ہیں شہیدان محبت انکی

زخمی تیغ نگہ کشتہ شمشیر ادا
دل الٹ جائے جو دیکھے کوئی صورت انکی

ہے ہر اک قطرۂ خوں نقش سویدائے وفا
کون سا دل ہے نہیں جس میں محبت انکی

دل وارفتہ کو یارب کہیں تسکین تو ہو
دور ہی سے کہیں ہو جائے زیارت انکی

مطمئن دل ابھی دیکھے ہی نہیں ہیں تمنے
سختیاں بڑھ گئیں جب کھلگئی رنگت انکی

اعتقاد اپنی شفا کا دل بیمار کو ہے
خواب میں دیکھ چکا ہے کہیں تربت انکی

دور افتادہ ہوں کیونکر ہو رسائی کی امید
دیکھ لیں ایک نظر وہ تو عنایت انکی

ہیں جو پہلو میں نصیب انکا مقدر انکا
ان سے جو دور ہیں دیکھے کوئی حسرت انکی

دل بیمار تغافل کا گلہ ان سے نہ کر
کام آئے گی قیامت میں شفاعت انکی

کیوں حقایق میں نظر آئے نہ انکا جلوہ
جب مجازات سے پیدا ہے حقیقت انکی

جن سے اسلام نے پائی ہے حیاتِ جاوید
خانہ سیّدہ میں ہوگی ولادت انکی

یک زباں ہوگئے اس بات پہ نسّاب عرب
آلِ ہاشم کے لئے فخر شرافت انکی

بھر دیا دل کا لہو جب تو کہی ہے تکبیر
روحِ اسلام میں آئی ہے بدولت انکی

پر جبریل کا انصاف ہے اس پر شاہد
دلِ گوہر میں در آئی تھی کتابت انکی

جب کہیں فاطمہ خود انت شبیہ بابی
کیوں نہ تصویر بمیر کی ہو صورت انکی

چھوڑ کر خطبہ اُتر آئے نبی منبر سے
انتہا ہے کوئی اللہ ری جلالت انکی

قطعه

یا علیک السلام مظهر آیات نبوت ای ز تو
یا نصیری جای تو بالای قبله نمای تو
ای همه جویندهٔ تو وی همه بویندهٔ تو
وقت وصلت بین بتا تو خدای کیستی

غزل

لالہ زار

مختلف نظمیں

پیغمبرِ اسلام

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا

جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا

چشم و مژگاں سے لکھے اُسنے ہزاروں دفتر
جسکے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

شورِ تکبیر سے صحرائے عرب گونج اُٹھا
اس جلالت سے سوئے اہلِ تہامہ آیا

اک پیکیسی جسم میں دل منزلِ اجلالِ خدا
لے کے یوں کوہ حرا سے کوئی نامہ آیا

اہلِ اسلام جسے تاجِ عرب کہتے ہیں
سر پہ رکھے وہ جلالت کا عمامہ آیا

شبِ ہجرت کی طرح دوش پہ بکھرائے ہوئے
سنبلِ غالیہ مُو مشک شمامہ آیا

قطعہ نعتیہ

دو عالم ہم سمجھتے تھے کہ قدرت کے مظاہر ہیں
مگر دیکھا تو دو دفتر ہیں یہ شانِ محمد میں

حدودِ قاب قوسین اور وہ دلکش دکھاتے ہیں
یہ دو کتبے بھی چسپاں کر دو قرآنِ محمد میں

دمِ نظارہ آنکھیں انبیا کی خیرہ ہوتی ہیں
یہ کیسے لولوء و مرجاں ہیں دامانِ محمد میں

شبِ معراج الگ کعبہ بنایا ہی ہر اک دلنے
یہ حلقے کب ہیں گیسوئے پریشانِ محمد میں

علیؑ سا نور ایماں جس کو وجہ اللہ کہتے ہیں
چراغِ مہر پرور ہی شبستانِ محمد میں

یہ خورشید لرزاں اسکے رخ میں جلوہ آرا ہیں
کہ ہے نورِ حقیقت روئے تابانِ محمد میں

کھلے تکمہ اگر اسکا تو یہ شیرازہ کھلجائے
نہاں صبحِ قیامت ہی گریبانِ محمد میں

دلِ حیدر کا صدقہ کعبہ ہے قبلہ نما جسکا
مجھے محسوب کر پایہ شناسانِ محمد میں

خداوندا سوا نیزہ پہ جب خورشید محشر ہو
مجھے محشور کرنا تو غلامانِ محمد میں

فلسفی اُمّی

یہ دونوں عالم کہ جس کی تہ میں چمک رہا ہے جمالِ قدرت،
اسے سمجھ لو مجاز مرسل اُسے لطیف ایک استعارا

زمانہ ہے ایک جسم خاکی وجودِ انساں ہے رُوح اس کی
لباسِ ہستی کو تو نے اے رُوح گر سنوارا تو کیا سنوارا

سمجھ میں اب تک نہ تیری آیا کہ زندگانی کی کیا ہے خواہش
نہ دولت جسم ہے اسکا مقصد نہ اسکا مطلب ہی ملک و ارا

مگر حقیقت کی اِک نظر کر ذرا سراپائے مصطفےٰ پر
یہ قدِ آدم وہ آئینہ ہے کہ جس میں قدرت ہے جلوہ آرا

عرب کے جاہل عرب کے سرکش کہ جن کا جوہر درندگی تھا
یہی ہے وہ "فلسفی اُمی" کہ جس نے اُس قوم کو سنوارا

حضیض ہستی پہ جب تھا مائل تو ذرّہ ذرّہ بنا تھا سورج
ہوا تھا میلان ارتقا جب تو عرش اعظم کا تھا ستارا

اُبل پڑا نورِ کبریائی، چمک اُٹھا جلوۂ خدائی
دبے ہوئے تھے جو دلمیں جذبے ضیائے رُخ سے اُنھیں اُبھارا

مجسّمہ حسن معنوی کا نمونہ اِک لُطفِ سرمدی کا
حریٰ کے خلوت کدے میں جسکو خدا کے ہاتھوں نے خود سنوارا

زمین شور عرب پر آکر، بنائے اخلاق اُس نے ڈالی
وہی یتیموں کا آسرا تھا وہی ضعیفوں کا تھا سہارا

۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

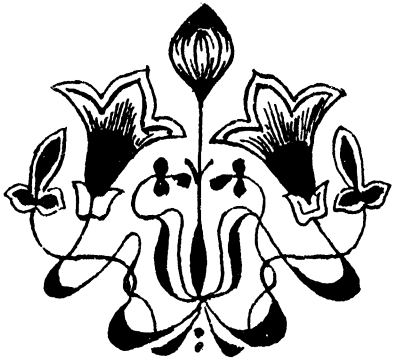

محمد مصطفیٰ ﷺ

وہ عقدہ کشائے آفرینش — سلطان خرد رئیس دانش
وہ سرور سروران محمد — سرخیل پیمبران محمد
وہ حاکم کشور کفایت — وہ گوہر معدن رسالت
وہ نور نگاہ آفرینش — وہ پشت و پناہ آفرینش
وہ رحمت حق خدا کی آیت — مرآۃ صفا سراج ملت
وہ صاحب منبر نہ افلاک — زیبا ہے جسے خطاب لولاک
محمود وحید ابوالفضائل — یٰسین و یتیم ابوالارامل
عین الاعیان فخر آدم — قطب الاقطاب عین عالم
داعی و مقدر و مذکر — اُمّی و مزمل و مدثر
مخلوق پہ خلقت اسکی فائق — تصویر حقیقۃ الحقائق
برخاک عبودیت فتادہ — برطارم عرش پا نہادہ
ظاہر میں تو ختم مرسلیں ہے — پر نقطہ خطِ اولیں ہے
اخلاق ہیں جسکے اک فسانہ — انسان مکمل و یگانہ

بہارِ کعبہ

جلوۂ گل سے بڑھی اور بہارِ کعبہ
کھل گئی فرطِ مسرت سے جدارِ کعبہ

آج ساقی ہے مرا زیبِ کنارِ کعبہ
اب نہ اُتریگا کسی طرح خمارِ کعبہ

دہر میں اسکی ولادت کیلئے کھینچا ہے
اِک پیمبر نے زمیں پر یہ حصارِ کعبہ

بتکدہ چھوڑ کے آئے ہیں پرستارِ صنم
ایخدا کون ہے یہ زیبِ کنارِ کعبہ؟

حسن نے مامنِ دُنیا پہ کیا ہے قبضہ
دل ہوئے جاتے ہیں لو آج شکارِ کعبہ

دیکھتے ہیں یہ تماشائے نظامِ قدرت
سر جھکائے ہوئے اصنامِ کبارِ کعبہ

بنگیا اسکی ولادت سے یہ عالم کا مطاف
ورنہ ہوتا نہ کوئی آج نثارِ کعبہ

کون یہ خانۂ حمرا میں ہوا ہے پیدا
سودۂ لعلِ بدخشاں ہے غبارِ کعبہ

فاطمہ بنت اسد نکلی ہیں بانیلِ مرام
مہد آغوش میں ہے ایک نگارِ کعبہ

دلِ معمار میں جو رہ گئے تھے وقت بنا
خود اُبھر آئے ہیں وہ نقش و نگارِ کعبہ

نو گلِ باغِ امامت کی تجلی تھی عزیز
کھِل کھِلا کر جو ہنسی آج جدارِ کعبہ

مُخمّس

تری رفتار شاہانہ تری گفتار شاہانہ　　تری درگاہ شاہانہ تری سرکار شاہانہ
ملا ہے تجھ کو رُتبہ حیدر کرار شاہانہ　　گدائے در پہ بھی کرنا ذرا ایثار شاہانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

دمِ ہیجا ترا ہر نعرہ ہوتا تھا دلیرانہ　　وغا میں جب کبھی حملہ کیا تو نے تو شیرانہ
بایں سطوت فقیروں سے ملا ہے تو گدایانہ　　کرم کا منتظر ہے اک فقیر باب کاشانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

بنی ہے تیری خاک پاک سے تسبیح صمدانہ　　وہ خاک پاک مخفی جس میں اسرار مسیحانہ
سمجھتا ہے وہ افضل کیمیا سے جوہر فرزانہ　　رسائی تیری شمع بزم تک پائے تو پروانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

ترے آگے جمال یوسفی ہے ایک افسانہ　　فضائے ہر دو عالم ہے فقط تیرا جلوخانہ
جو دیوانہ ہے تیرا ہے وہی دنیا میں فرزانہ　　نہ کیونکر آؤں تیرے آستانے پر گدایانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

نگاہ مست کا صدقہ ادھر بھی ایک پیمانہ　　وہ مئے جو طور کے پر ویسے نکلی بے حجابانہ
قیامت تک رہے آباد ساقی تیرا میخانہ　　نہیں کچھ کہنے دیتا تیرا اجلال ملوکانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

اُسی انداز سے پھر اک نگاہِ دلربایانہ　　بھلا دے گردش ساغر کو تری چشم مستانہ
تصدّق ہر نگہ پر گرمی بازار میخانہ　　بنا قطرہ کو یوں دریا کہ رہجائے اک افسانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

میلادِ حیدری

ہر سمت جلوہ گستر اک نور داوری ہے
برپا حرم میں جشنِ میلادِ حیدری ہے

اللہ آمد آمد کعبہ میں ہے یہ کس کی
خود محو ہے تجلی وہ جلوہ گستری ہے

آغوش میں ہے میوہ قلبِ محمدی کا
خالق نے فاطمہ کی گود آج خود بھری ہے

بچہ ہے ایک مصحف مصحف بھی کیسا ناطق
اور رحل اسکی کیا ہے آغوشِ مادری ہے

ظاہر میں دیدیا ہے گو منصبِ امامت
لیکن پسِ اسکے کارِ پیمبری ہے

خاتم نماز میں دی خالق سے تیغ پائی
ایسا کوئی سخی ہے ایسا کوئی جری ہے

خیبر ہے جسپہ شاہد وہ بازوؤں کی طاقت
قنبر ہے جسپہ نازاں وہ بندہ پروری ہے

تجکو خدا ہی جانے اے شانِ کبریائی
تیرا وجود اقدس اک رازِ داوری ہے

کونین میں چھڑا ہے ہر سمت سازِ عشرت
مسرور ہے خدائی عید پیمبری ہے

عبدِ حق نما

تجھے اے باب شہر علم کوئی اور کیا سمجھے
خدا کے بعد تیرے مرتبہ کو مصطفےٰ سمجھے

تو ہی بتلا دے معبود نصیری میں تو حیراں ہوں
خلوص دل سے کس بندہ کو دنیا میں خدا سمجھے

امیر المومنیں ہونے میں اسکے کیا تعجب ہے
کہ جسکو خضر سا پیر طریقت رہنما سمجھے

مخالف گو کہ ہوں میں بھی عقیدے سے نصیری کے
مگر حیرت ہے پھر ایسے بشر کو کوئی کیا سمجھے

زبان دنیا محمد کا لسان اللہ کے منہ میں
رموز عاشق و معشوق ہیں یہ کوئی کیا سمجھے

نظر مہر نبوت آئی جب دوش محمد پر
بلا تشبیہ ہم اسکو علی کا نقش پا سمجھے

نجات انکی بھلا کس طرح ہو جو لوگ دنیا میں
تجھے قرآن سے قرآں کو تجھ سے جدا سمجھے

امامت کو نبوت پر تفوق دے نہیں سکتے
مگر ہاں بے تکلف تجکو نفس مصطفےٰ سمجھے

کسی تیرہ دروں کو قدر کیا ہو اہل عرفاں کی
صفائے شیشۂ دل کو ترے اہل صفا سمجھے

عزیز اُسکے بغیر اللہ کا ملنا نہیں ممکن
خدا تو کیا مگر ہاں اسکو عبد حق نما سمجھے

موجۂ عید

یہ کس نے منبر آفتاب پر جلوہ نمائی کی
علی اللّٰہیوں میں دھوم ہے جشن خدائی کی

کھنچا جب طور کا خاکہ ہر اک پالان اشتر پر
سپیدی بغل نے برق سبکر رونمائی کی

نظر ساقی نے ڈالی خون دوڑا خشک کاٹوں میں
ہر اک گوشہ نے پیدا شان کی دست خدائی کی

ولی عہدی کا خلعت اب رسول اللہ پہناتے ہیں
محبت کر رہے ہیں فرض سب اپنے بھائی کی

قدم منبر پر آئے خسرو گیتی کے اس جانب
اُدھر گردوں نے حاضر ایک کشتی طلائی کی

کہا مولا نبی نے اور ہزاروں ہو گئے بندے
غدیر خم کے میخانہ میں ساقی نے خدائی کی

ولیعہدی کا خلعت دے چکے جب سرور عالم
کہا یہ عرش سے تصویر کھینچ اب میرے بھائی کی

فضیلت اب شہر علم کی بس مختصر یہ ہے
اسی چوکھٹ پہ عقل کل نے برسوں جبہہ سائی کی

کیا جب ختم خطبہ افصح العالم نے منبر پر
ہم ایسے شاعر میکش اٹھے مدحت سرائی کی

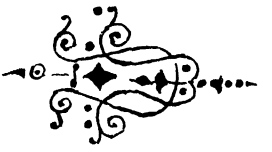

تصویر غدیر

دو نشاں توحید کے جنگل میں پائے جائینگے
ایک افق سے چاند اور سورج دکھائے جائینگے
قافلے حجاج کے جو منتشر ہیں ہر طرف
اہتمام خاص سے وہ سب بلائے جائینگے
منبر آفتاب ہوگا اور میدان فراخ
معرفت کے جام بھر بھر کر پلائے جائینگے
اپنی بیٹی دیکے کل نوشہ بنایا تھا جنھیں
آج سنتا ہوں وہی مولا بنائے جائینگے

غزل مدحیہ

رمزے مولود نصیری کو دکھا لوں تو کہوں
راز امامت کا خدا اسکو بنا لوں تو کہوں

کتنی گہری ہے نگاہ غلط انداز اس کی
دِل میں پیوست ہے اک تیر نکالوں تو کہوں

کعبہ اللہ میں جلوہ نظر آیا کس کا
دل سنبھالوں تو کہوں ہوش میں آ لوں تو کہوں

کیا کہوں مصحف رخسار علی کی عظمت
دست پر شوق میں قرآن اٹھالوں تو کہوں

یہ مسلّم کہ علی بندہ حق ہے لیکن
ایک فرقہ کو ہم آواز بنالوں تو کہوں

قوتِ دستِ ید اللہ بیاں ہو کیونکر
کرۂ ارض میں اک حلقہ لگالوں تو کہوں

کیا کہوں فرق علی اور علے الاعلے
پردۂ حائل ہے ذرا اسکو اٹھالوں تو کہوں

ہستی کفر ہے کیا ہستی اصنام ہے کیا؟
دوش احمد پہ ذرا اسکو بٹھالوں تو کہوں

چین سے خوف میں سوتے ہیں سپاہی کیونکر
شب ہجرت اُسے بستر پہ سلالوں تو کہوں

پائے حیدر کی تجلی کا ابھی کیا مذکور
آئینہ مہر نبوت کو بنالوں تو کہوں

نکتۂ ادبی

انا من علی من محمد و انا من محمد واحد

نور واحد کے ہیں دو جز مصطفےٰ و مرتضےٰ
صورتیں ظاہر میں دو باطن میں ہیں یہ ایک ذات

جو فضائل ہیں محمد کے علی اسمیں سہیم
ذات ان دونوں کی ہے مجموعۂ حسن صفات

وہ پیمبر یہ وصی وہ رہنما یہ راہبر
وحی انکا ہر سخن اعجاز انکی بات بات

بے خطر یوں کون سو سکتا ہے چادر تان کر
اتحاد نفس کا آئینہ ہے ہجرت کی رات

اک کتاب معرفت انکا ہر اک طرز عمل
ایک اخلاقی صحیفہ انکی کار آمد حیات

کسکی طاقت تھی کہ رکھتا دوش احمد پر قدم
کون تھا ہیبت سے جسکی گر پڑیں لات و منات

اُنکے آئین فقیرانہ میں شاہی مستتر
اِنکے اقوال حکیمانہ میں پوشیدہ نکات

کارنامے ہیں یہ دونوں مذہب اسلام کے
راہ حق میں انکا استقلال اور اُنکا ثبات

باعث ایجاد عالم ہیں یہ دونوں ہستیاں
دوزخ اِنکی بیرخی ہے جنت اُنکا التفات

فرض ہے تکمیل ایماں کے لئے انکی ولا
رشتۂ الفت نہیں ہے جادۂ راہ نجات

اتحاد باطنی کی ہے یہی بیّن دلیل
متحد ہیں مصطفےٰ و مرتضےٰ کے بنیات

بنیات } یم - اد - ۱ - ۱/۵۸ ا
بنیات } یم - ا - ۹/۵۸ - اد - ا

نغمۂ مستانِ غدیر

اس میکدے میں مشربِ رندانہ چاہیے
اِک اِک قدم پہ لغزشِ مستانہ چاہیے

ساقی مری طرف بھی ذرا آنکھ بھر کے دیکھ
صدقے تری نگاہ کے پیمانہ چاہیے

اے ابرِ رحمت آسرِ گردونِ میکدہ
رندوں کے سر پہ چترِ ملوکانہ چاہیے

دیدہ و حنبریہ مطربِ بزمِ حجاز کو
محفل میں آج نغمۂ مستانہ چاہیے

یہ کہہ رہی ہوں گردنِ مینا میں دستِ شوق
بچھڑے ہو تم نہیں آج تو یارانہ چاہیے

رنگیں ہے آج ہر ورقِ دفترِ نشاط
صرف اک سجا ہوا مجھے میخانہ چاہیے

جاتا ہوں آج واعظِ علامہ کے حضور
حلت پہ مے کی قولِ فقیہانہ چاہیے

لکھوں گا آج قصۂ سوزِ دلِ رقیب
تیری بیاض اے پرِ پروانہ چاہیے

رکھنا خیالِ گلشنِ ساقی کے منتظم
دور اس چمن سے سبزۂ بیگانہ چاہیے

ساقی ہو جب متمم اخلاقِ مصطفےٰ
رندوں سے اسکو خلقِ کریمانہ چاہیے

منزل غدیرِ خم میں کروں ملتجی میں میں
مجھ کو کسی طرح درِ جانانہ چاہیے

دیدے کلیدِ میکدہ ساقی عزیز کو
کیسی پری اسے تو پریخانہ چاہیے

عصارۂ تاک

دم بیجا ہیں لرزاں رُوئے حیدر دیکھنے والے
سمجھ لیتے ہیں دل کا حال تیور دیکھنے والے

پروں پر روک لیتے گر نہ جبریل آپکی قوت
ذرا پھر دیکھتے سب زور حیدر دیکھنے والے

بتوں سے پاک کعبہ کو کیا کس شان و شوکت سے
کہیں کیونکر نہ سب اللہ اکبر دیکھنے والے

خوشا تقدیر کیا وا فر عبادت کی ملی فرصت
تجے رخ کے ہیں ہم بھی روز محشر دیکھنے والے

اُدھر دست علی جبریل و میکائیل رُوکے ہیں
اُدھر ہیبت سے لرزاں جنگ خیبر دیکھنے والے

شجاعت اسکو کہتے ہیں جلالت نام ہے اسکا
دبے جاتے ہیں سب حضرت کے تیور دیکھنے والے

اُڑے کیا طائر عقل آپکے بام عدالت پر
سمجھ لیں قصۂ سلمان و بوذر دیکھنے والے

قیامت میں نظر آتا ہے ہنگامہ قیامت کا
نہیں جاتے ہیں جنت میں ترا در دیکھنے والے

جدار و سقف کے محدود حلقہ میں نہ آجانا
ذرا ہشیار شہر علم کا در دیکھنے والے

خدا ہی غیر مرئی ذات تیری مظہر قدرت
کہیں کیا اب تجھے اے بندۂ پرور دیکھنے والے

عزیز بادہ کش بھی تشنۂ دیدار ساقی ہے
اُسے بھی ساتھ لیلیں حوض کوثر دیکھنے والے

غزل مدیّہ

دل انکے پاس ہو میں تماشائے دل کروں
فرصت مگر کہاں کہ تمنائے دل کروں

قطرہ ہے ایک خون کا بے مایہ بے بساط
انکی نظر سے حل جو معمائے دل کروں

تھوڑی سی خاک آپکے قدمونکی چاہیئے
جی چاہتا ہے آج پھر احیائے دل کروں

ایسے ہزار دل ہوں تو ہیں آپ پر نثار
اتنا کہاں دماغ کہ پروائے دل کروں

ہولے ذرا ظہور کسی بے نیاز کا
پھر دل لگا کے شرح تمنائے دل کروں

آئیں جو وہ تو پھر نہ کہوں دل کو دل کبھی
آباد انکے نام سے دنیائے دل کروں

اے حسن سبزہ رنگ اگر ملتفت ہو تو
آراستہ جزیرہ خضرائے دل کروں

ناپاک دل کو جیفہ دنیا نے کر دیا
آؤ جو تم تو اور تمنائے دل کروں

ظاہر ہو جب تو آنکھ کی پتلی میں دوں جگہ
غیبت میں نور دیدہ بینائے دل کروں

دیکھوں دم ظہور تری شان دلبری
پہونچوں نجف تک اور تقاضائے دل کروں

غزل مدیر

سر داب دل میں آج نہاں ایک نور ہے
جس سے کہ لو لگائے ہوئے شمع طور ہے

معنی کھلے عبارت برق جہندہ کے
تحریر اک سطر میں شانِ ظہور ہے

سر کا بھی دے نقاب قیامت ہی کیوں نہ ہو
جذب نگاہ شوق یہ تیرا قصور ہے

ہے راز آفرینش دنیا چھپا ہوا
عالم تمام اپنی حقیقت سے دور ہے

دنیا کھڑی ہے در پہ لئے توسن رسول
کہیئے ارادہ آپ کا کیا اے حضور ہے

دربار احمدی کا ہے مداح نغز گو
ہمراہی عزیز سخنور ضرور ہے

۱۷ شعبان ۱۳۳۲ھ

قطعہ

بتکدے میں ہی شور اذاں کا زلزلہ میں ہی سارا کلیسا
سر بگریباں ہو گئے راہب نقش وحدت اب ہے قشقا
شمع کی لو بھی ہو گئی دھیمی سوختہ جاں ہیں سب پروانے
ڈوبے تارے نیمہ شب کے صبح کا تارا دیکھو چمکا
ماہ فلک کی کشتی ڈوبی حور سحر نے غازہ ملا پھر
نرجس خاتوں حجرہ سے نکلیں گود میں لیکر نور خدا کا
داہنے بازو پہ ہے جسکے نور کے خط سے نقش آیت
جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

قطعات

پہاڑ سے کوئی آئے نہ تیری کمک کے لئے
چلا ہے تو سوئے جہاں بندہ پروری کے لئے
اس انتخاب سے ثابت ہوا وجود خدا
کہ ایسی ذات کو چھانٹا ہے تیری کمک کے لئے

پیتو ب سمجھا ہوں کہ تم نصف نبی ہو
اگر کہہ نہیں سکتا ہوں تم سے بیشتر زیادہ

انجام نصیری پہ نظر ہے مرے مولا
پچھلا کہہ نہیں سکتا ہوں اسی واسطے زیادہ

چلا فلک کہ دہیں ماہ نیکر
میان خلق شاہنشاہ نیکر

دہن دیوار کعبہ کو ملا ہے
علی نکلے ہیں در اللہ نیکر

صرف کعبہ کا وہ در نہیں
کعبہ ہے ہر عبادت گاہ
ہے یہ اک گھر وہ دل کہ عظمت
ان میں شیشہ سے لاکھ درجہ

کعبہ میں بجا لاوت حیدری دھوم دھام
ہو گا ذرا رسول کی میزان میں کلام
تیغ ہو کہ آج کعبہ کی دیوار اے عزیز
ثابت کرے گی سلسلۂ حق والتیام

یا علی تیرا گزشتہ ارض و سما ہوتا ہے

عشق کے دل میں ابھی جلوہ نما ہوتا ہے

ہم تو کہتے ہیں فقط نفس پیمبر ہی تھیں

غالیوں میں ابھی تیرا تو خدا ہوتا ہے

دلیل رحمت حق عبد حق نما بعضی
علی کہ مظہر آیات کبریا بعضی
ضمیر پاک میں اگر شعور ہے علی اسم
زبان حق کہ زفیضار ہ خدا بعضی

ترنم کہیں ہے صبا کا نہیں
بہار اس طرح جاں فزا کا نہیں

تمہارے سوا کون دیتا ہے جام
یہ سب کا ہے ساقیا کا نہیں

بڑھے تیرے کیوں ہاتھ قاتل کی سمت
ترا وار بھی آشنا کا نہیں

زمانے میں ہے دیکھنے کی یہ چیز
تمہارا ہی یہ دیکھنا کا نہیں

یہ فیصلہ کر دو آج اہلِ نظر
کہ قاتل ہے کون مدعا کا نہیں

ہوا ہے تو اس بزم میں ایک روز
مگر تیرے بس کا یہاں کا نہیں

همراه آن جنگل آمد بهاری دگر
گلبن بیخار شد بیمیوه باری دگر
چون لب گوهرفشان شد مولد در عدن
غنچه خرما میان شد عقد کافوری دگر

پائیں شرف کب کبھی اوروں نے
اک نشان ایسی ہے ہر اک وصف کی میں
محمود و ایاز میں تفاوت
لیکن نہ بلا فرق عالی میں

بیت الحرام امام کا کاشانہ ہوگیا
باطن فروز جلوۂ رحمٰن خانہ ہوگیا
کعبہ جس میں میرؐ و حجازؐ سکین
وہ آج فاطمہ کا زچہ خانہ ہوگیا

کیسی خوشی ہے جسکا ثریا بعد ہے

فرہاد کا آسمان کنِ بیستون ہے

با ہمہ نصیرؔ میں بھی ہوں غزنین

گھر میں خدا کے آج ولادت کی دھوم ہے

دیار معرفت میں سلطنت کرنے کو فقر ہے
گدائی یاں کی ہوتی ہے بڑا گنج غرفاں ہے

علی کو دیکھیں کعبہ سے نکلیں میر دوراں
کہ فال نیک بہتیری برآمد ہو فراواں

فخر اسلام شہنشاہ عرب
آج بہ یاد یہ صدیق و طرب

پیش ہے نور امامت کا لباس
عزہ ناصیہ دار جیب

ساقی سحاب و بادہ کباب و شراب کہن
تا بیخ غم بکاہد و گل بشکفد بباغ

تا بیخ غم بکاہد و گل بشکفد بباغ
محفل بیاد یار و لب جوی و سبزہ زار

محفل بیاد یار و لب جوی و سبزہ زار
بیخ بنفشہ زار و ز انفاس خلق خوش

بیخ بنفشہ زار و ز انفاس خلق خوش
زیبا نگار و بربط و بانگ رباب و چنگ

رونق افزائے خلق ہوا میرا نام

سردار جملہ اہل جہاں سید الانام

قائم ہوا نظام ائمہ کا میرے نام

تسبیح فاطمہ میں پڑھا کیا امام

پیدا شستان جنت رونق دیگر ہوا
دونوں عالم جیسے جاوید سے منور ہو گئے

اب کشادہ باب خیبر یا علی آسان ہے
دونوں بازو آج قوت میں برابر ہو گئے

اے مدینے کی زمیں چھو جا بار بار کے چین
پھر پھر سے تاج دار رسولاں کا بار آتا ہے

واہ کیا بات ہے پیمبر کا سوار آتا ہے

فرزند کے ذبح پہ دل سے نہ ہوا جو راضی
پیدا کیا جاں دے کے نہ حسین نے

اسلام کا اک پیڑ ہے دنیا میں جو تازہ
دی سینچ کے جاں نذر کو گلزار حسین نے

آن جوهر چیست با نشاط انگیز
از زیبیت تابع اسم لاهوت

حلقه افروز کائنات هوا
جانم بگذر بلاتر از ناسوت

قاصرت الطرف حورین یکھی بیٹی غفرت
فلک کے غرفوں سے اب نظر میں کرشن کا

ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے ستاروں سے غرض
خاکیوں میں آج چمکا گوشوارہ عرش کا

یہ جانِ بلال ہوا ہے کیا نار بنی ہے جا
اُنکے گھوڑوں نے آسماں تک جو اڑائی ہیں پیٹا

یہ بھیں دوہاں بزمِ ملک ہوا ہے وقف لاکھی
خدا کے محبوب کا نواسہ نصیر ہیں کربلا کا بیٹا

ریاض فردوس آج ہے دوسرا فاطمہ
خود اپنی قدرت ہے آپ ہیں آپ اپنا فاطمہ

آئی ہے شکل حسینی میں نو پید فصل گل
بنگلہ میں پھول پیغمبر زادا فاطمہ

سید السادات مہر ارجمندان جہاں

دل بھر آتا ہے کیا تاثیر ہے اس نام میں

قطرہ قطرہ خون کا ٹپکے ہے طرز دیں ہوا

جرأت و بے باقیت جنس خاص اسلام میں

بیت میں ابتدا کی تکلف نہیں رہا
فیض آج ساقی میخانۂ امام

مخصوص ایک نام سے ہر مجلس کی رہی
تسبیح فاطمہ کا ہر اک دانہ ہے امام

یہ لنکا کو آئے ہیں سے آرام سا تھا
یہ لنکا بجف سے سارہ دوگام سا تھا

لیکن ہر اپنوں کو رتن کے ہے یہ ضد
یہ لنکا کو لنکا کو ویبھی سے جام سا تھا

کس کا پیغام مے محفل میں جام لاتا ہے
کہ دورِ جنتِ ماہِ صیام لاتا ہے

بزمِ عیسیٰ کے دوں نشیں کو بھی دیدو
بچھائیں آکے مصلّے امام آتا ہے

گل باغ امامت پردہ نشین بیت سلطانی ہے
کلی کل کی ہے گلشن عالم جس سے غنی فوزی ہے

سواد مکہ سے مائل بہ نظر ابطح بہ یثرب ہے
نقاب رخ الٹ دو تم ابھی نور علی نور ہے

جذبۂ عشق میں محبت کے دیکھ
دل ہوا آمادۂ محبت کے
اضطراب دل شیدائی کے دیکھ
وہ بھی بیتاب ہے ملنے کے لیے

رُباعیات

آئین عبودیت سے جاہل ہوتے
دل اسکی طرف کبھی نہ مائل ہوتے
پیسہ کا ہوا نہ گر علی سا بندہ
مشکل تھا کہ ہم خدا کے قائل ہوتے

لبریز تجلی سے ہوا ارض و سما کا
کعبے میں ہوا نور کا اک چاند سا پیدا

اللہ اللہ مصحف رو سے علی کی
کلک قدرت کی ہے یہ بہتر اشکا

حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کو پیروں کا سرتاج کیا

جزا پانے کی کاہے کی بہشت اپنا خراج کیا

دیوار نے کعبے کی کہا شوق ہو تو

واجب ہے جو مومن تو ادا وہ کام آج کیا

تفسیر کتاب دیباچهٔ نوادر

زینت دهٔ بخت یاد گاری نوادر

واشگرف شمیم دولت غربت

مجموعهٔ اخلاق آدمی نوادر

بہ ذات آں کہ کس را نیست با او
شایستہ بہ فضل و راہ نمودن
بہ چشم سر نہ بینی و بہ ہوش دریابی
بہ لفظ در نہ گنجد و بہ گفتن نیائی

ہر آئینہ ہدیہ تمنائی تست
قدرت کہ کمالی ہنری می طلبد
عشق بہ ہزار جان بجانب دل تاخت
دیدار ہمی نوشد و خمیازہ کشد

آسان نہیں ہر عیب کا تنزیہ ہونا
زردار کا مشکل ہے ابوذر ہونا
کونین میں عزت کی اگر ہے خواہش
کافی ہے فقط غلام حیدر ہونا

رُباعیات

دیوانهٔ عشقیم که این شاهد سرمست
حسنش همه رحمت و جمالش همه حوست

درسِ وفا

شجاعت و وفاداری اصحاب حسینؑ

اصحاب حسین ابن علی جان وفا تھے — ایمان سے کہتا ہوں کہ ایمان وفا تھے
تابندہ رُخ اُنکے تھے کہ قرآن وفا تھے — دل تھے کہ چراغ تہ دامانِ وفا تھے
گنجینۂ اسرار تھا سینوں سے نمایاں
باطن کی تجلی تھی جبینوں سے نمایاں

دیکھے نہیں دنیا نے کہیں ایسے وفادار — مرنے کیلئے موت سے پہلے ہوئے تیار
پہنے ہوئے زرہوں پہ دلوں کو دم پکار — سامانِ مسرت تھے اُنھیں موت کے آثار
تکلیف میں آفاق سے منہ موڑ رہے تھے
ہنس ہنسکے مگر خاک پہ دم توڑ رہے تھے

وہ خطبۂ سلطان حجازی شب عاشور — اصحاب سے کہنا کہ ہوئی عافیت اب دُور
ہاں ساتھ مرا چھوڑ دو گر زیست ہی منظور — کہنا وہ رفیقوں کا کہ اے سید محصور
مر جائیں مگر رشتۂ بیعت کو نہ توڑیں
کھا جائیں درندے ہمیں گر آپکو چھوڑیں

یہ سن یہ بن عوسجہ کی ہمت عالی، — وہ دبدبہ وہ شان وہ آثارِ جلالی
بل ابروؤں پر دل غم آفاق ہی خالی — باندھے ہیں ہلال بجلی تیغ ہلالی
فردوس کی نکہت دل عامر میں بسی ہی
مرنے پہ کمر ابن مظاہر نے کسی ہی

جنت کیلئے قلب صفا کیش تھی بیتاب — ہیچ انکی نگاہوں میں رہا عالم اسباب
اخلاق کے دفتر میں وفا انکی ہی وہ باب — تعلیم دے جسنے محبت کی سب آداب،
ہر سطر ہی رنگیں چمن طبع نکو سے
لکھا ہے جلی نام وفا دل کے لہو سے

اے سرور ذی مرتبہ کے مرتبہ دانو — پوری ہوئی حجّت مگر اعجاز بیانو
جو کام کیا تم نے یہاں شیر جوانو — انسان سے دشوار تھا اے تشنہ دہانو
جس شان سے میدان میں لی خلد کی جاگیر

تاریخ دکھاتی نہیں ایسی کوئی تصویر

اسلام کے خادم تھے مگر اصل میں مخدوم — اسرار وفا جن سے جہاں کو ہوئے معلوم
توصیف اُن اصحاب کی کسطرح ہو مرقوم — جن کو بابی آنت و اُمّی کے معصوم

لاریب کہ خجلت دہِ افلاک ہوئی وہ
یہ دفن ہوئے جس میں زمیں پاک ہوئی وہ

یہ ولولہ یہ جوش یہ ہمّت ہو مُبارک — خونی کفنو تم کو یہ خلعت ہو مُبارک،
تا شام ابد سایۂ رحمت ہو مُبارک — پہرے ہوئے شیر دو تمھیں جنت ہو مبارک

گرداب بلاخیز سے کیونکر اُبھر آئے
ڈوبے جو لہو میں لب کوثر اُبھر آئے

جب فوج مخالف ہوئی آمادۂ پیکار — یوں بیٹھ گئے ٹیک کے گھٹنے وہ وفادار
تانے ہوئے نیزوں کی انی جان سے بیزار — جسطرح کہ جنبش نہ کرے کوہِ گرانبار

کی فوج نے جسدم حرکت سیل کی صورت
سینوں کو سپر کر دیا اللہ ری جرأت

یوں فوج میں اعدا کی الٰہی کی در آئے — جسطرح پئے صید زبوں شیر نر آئے
دامن جو پھٹا گرد کا داغ اور اُبھر آئے — دم توڑتے میدان میں مسلم نظر آئے

کی ہے جو وصیت کوئی بھولیگا نہ زنہار
اے بھائیو احمد کے نواسے سے خبردار

تھے خون کے قطروں میں شجاعت کے شرارے
رخ سُرخ تھے سوکھی تھی زباں پیاس کے مارے
ٹوٹے تھے پہاڑ اُسپہ بھی ہمت نہیں ہارے
انگڑائیاں لیتے ہوئے جنّت کو سدھارے

نصرت کا تقاضا سبق آموز وفا تھا
بڑھنے سے مصائب کے لہو اور بڑھا تھا

محدود یہ دے تھے سواروں کے مقابل
کمھلائے ہوئے پھول تھے خاروں کے مقابل
یا صبح کے تارے تھے شراروں کے مقابل
گنتی کے مجاہد تھے ہزاروں کے مقابل

یوں ہوتی ہے تعداد بہتّر کی بہ مشکل
جب فوج میں گہوارۂ اصغر بھی ہو شامل

وہ عزّ و جلالت کہ ہر اک دیکھ کے ششدر
شیرانہ نظر ڈالی تو تر بہر ہوا لشکر
تھے رزم میں اس بات سے بیخوف دلاور
موت اُن پہ گرے یا وہ گریں موت پہ جاکر

تیغ اُس پہ لگائی تو کبھی اُسکی سپر لی
ڈوبے صف اول میں تو آخر کی خبر لی

سمجھے ہوئے تھے خوب کہ یہ موت ہے جینا
یہ ہمت دل ہے یہ شجاعت کا قرینا

ابرو پہ شکن آئے نہ ماتھے پہ پسینا　　منھ تیروں کا برسا کیا تانے رہے سینا
مرکز سے مگر ایک قدم بھی نہ بڑھایا
جنتک کہ رہی جان ثبات اپنا دکھایا

طوفان مصائب کا بلاؤں کا وہ سیلاب　　لرزے میں زمین دشت کی تھی صوت سیماب
اِک بوند تھی پانی کی جہاں گوہر نایاب　　بھرپور جوانی پہ تھا خورشید جہانتاب
کانٹوں کی زبانوں میں سنانوں کی خلش تھی
لو دے رہی تھے خاک کے ذرّے وہ طپش تھی

دکھلائی بیاباں نے بہت شعلہ فشانی　　ہمّت کو بڑھاتی ہی رہی تشنہ دہانی
جب آئی نظر دُور سے موجوں کی روانی　　منھ پھیر لیا دیکھ کے بہتا ہوا پانی
دل شاد تھا بخشش کے سہارے پہ کھڑے تھے
سیراب تھے کوثر کے کنارے پہ کھڑے تھے

ثابت کیا اِس بات کو تم نے سرمیداں　　یہ قدرت انساں ہے یہ عظمت انساں
شیرازۂ دل ہو نہ کسی وقت پریشاں　　ثابت قدمی چاہیئے ہر کام ہے آساں
مرجاتے ہیں ہوتا ہے جنھیں پاس وفا کا
طے ہوتا ہے یوں مرحلہ تسلیم و رضا کا

دل میں نہ وفا جس کے ہو مختاج اُسے سمجھو، جو لوٹ لیا جائے نہ تاراج اُسے سمجھو
گیسو ہوں اَٹے خاک میں گر تاج اُسے سمجھو سر نوکِ سناں پر ہو تو معراج اُسے سمجھو
گلزارِ خلیل آتشِ سوزاں کا بھڑکنا
قوسین کی منزل ہے کمانوں کا کڑکنا

مظلوم کو رحمت کا تمامک آیہ سمجھنا ٹوٹا ہوا دِل عرش کا ہمپایہ سمجھنا
جنگل میں کڑی دھوپ جو ہو سایہ سمجھنا جو آبلہ پا ہو اُسے پُر مایہ سمجھنا
نادان جسے کہتے ہیں دنیا دانا اُسے سمجھو
بیمار ہو گر کوئی توانا اُسے سمجھو

اے مسلم خوابیدہ ذرا ہوش میں آجا کیوں دور ہے اسلام کی آغوش میں آجا
بے بادۂ سرجوش ذرا جوش میں آجا بے کیف ہے رنداں قدح نوش میں آجا
لے درس وفا شوکتِ اسلام عیاں ہو
پھر پیرِ کہن سال نئے سر سے جواں ہو

گاڑا ہے نشاں جسکا پیمبر نے وہ اسلام دی جسکو غذا حمزہ و جعفر نے وہ اسلام
آغوش میں پالا جسے حیدر نے وہ اسلام سینچا ہے جسے خوں سے بہتر نے وہ اسلام
راحت اُسے پہونچائی مگر ظلم سہے خود

اِسلام کو آزاد رکھا قید رہے خود

اسلام جو قانونِ رسولِ مدنی ہے　　اسلام دلاور جو دمِ تیغ زنی ہے
اسلام کہ دل اسکا ہمیشہ سے غنی ہے　　اسلام کہ کھیل اسکا فقط بت شکنی ہے
گلرنگ ابھی خون سے دامان قبا ہے
یہ شیر کہیں کفر کی ہیبت سے دبا ہے

اسلام کہ تائید خدا جس کی ہے ہمراز　　ہر وقت رہی قوت حق ہمدم و دمساز
توحید کے نعروں میں نہاں صور کی آواز　　ہر سانس میں پوشیدہ ہیں اعجاز پر اعجاز
مردوں کا جلانا فقط اک بات ہے اسکی
کہتے ہیں شب قدر جسے رات ہے اسکی

اے معشر اسلام محبت میں بسر ہو　　ہر دم رہو پابند وفا مرد اگر ہو
پڑجائے اگر وقت کوئی خون میں تر ہو　　اصحاب حسینی کی طرح سینہ سپر ہو
یوں صاف محبت میں رکھو باطن و ظاہر
ہر فرد بنے تم میں حبیب ابن مظاہر

۸ محرم ۱۳۴۳ھ

تاثیرِ خونِ مظلوم

رقم طراز ہے اس طرح اعثم کوفی — دوبارہ جب سرِ شہ لائے پیشِ ابن زیاد
رخِ حسین پہ بکھری ہوئی تھیں یوں زلفیں — کہ جیسے ابر کرم میں ہو آفتاب معاد
خزانہ وحی الٰہی کا دستِ نجس میں تھا — بغور دیکھ رہا تھا وہ خانماں برباد
کہ دفعتہً ہوا دستِ نجس میں اک رعشہ — رکھا لعین نے زانو پہ فرقِ پاک نہاد
گلوئے پاک سے ٹپکا لہو کا اک قطرہ — کہ جسنے توڑ دیا زانوئے ستم ایجاد
بزنگِ تیر در آیا جو قطرۂ خونیں — کہا نصیب نے ناسور تو مبارک باد
تمام عمر رہی اندمال کی تدبیر — طبیب ہو گئے مایوس چارہ گر ناشاد
چھپایا مشک سے داغ عفونتِ ناسور — مگر بسی رہی ناپاک دل میں بوئے عناد
جب ابن مالک اشتر نے انتقام لیا — ہوئی ہے مشک سے تصدیق نعش ابن زیاد

یہاں تک ایک مورخ کا قول تھا منقول
مگر ہے غور کے قابل حقیقت رُوداد

پنہ بذات خدا خونِ ناحقِ مظلوم — ہے جسکے جوش میں پنہاں تلاطم فریاد

مجھے اسی پہ تعجب ہی۔ سوز تشنہ لبی — پگھل کے کیوں نہوا موم خنجر فولاد
وہ خون پاک جو مضمون وحی کی سرخی — ہر ایک قطرہ تھا جسکا خلاصہ ایجاد
وہ خون منبع اصلی تھا جسکا جسم رسول — وہ خون جسکا نمونہ تھے سید سجاد
وہ خون داد کی حسرت میں جو اُبلتا ہی — وہ خون جسمیں ہے طوفان شکوہ بیداد
خود اعتراف ہی اسکو گناہ کا اپنے — سراب کبھی نہ اٹھائیگا خنجر جلاد

غزنیؔ حشر زمانے میں ہو بپا کہ نہو
جب ایسے خون کے قطرے ہوں مائل فریاد

۱۰۔ محرم ۱۳۳۹ھ

تحفہ سلام بحضور سید الشہدا

شہید اعظم و فخر امم سلام علیک
غریب کشتۂ تیغ ستم سلام علیک

فروغ دودۂ خیمی ماہ نور آلہ
خجستہ شاہ جمیل الشیم سلام علیک

رہِ خدا میں سر و تن سے کام آیا تو
کریم و رہبر اہل کرم سلام علیک

مسیح دین محمد مجدد اسلام
ضیا فروز شبستانِ غم سلام علیک

فراز نوک سناں تیرے واسطے معراج
بلند مرتبہ عالی ہمم سلام علیک

شہید آل محمد خلاصۂ ایجاد
نوادۂ نبی محترم سلام علیک

ابو الائمۃ الاطہار سید الشہدا
صحیفۂ شرف مختتم سلام علیک

طواف کرتے ہیں جسکا ملائکہ شب و روز
وہ تیرا کعبہ نقش قدم سلام علیک

ہر ایک زخم میں فردوس معرفت پنہاں
بہار دین کی سرتا قدم سلام علیک

ہر اک مصیبت عظمیٰ کا خاتمہ تجھ پر
فدائے لذت ذوق ستم سلام علیک

غریب بھی ہے طلبگار تیری نصرت کا
انیس و مونس ارباب غم سلام علیک

شور نشور

کیا بات آج عالم کون و مکاں میں ہے
شور نشور کس لئے صحن جہاں میں ہے

اک زلزلہ سا ہے طبقات زمیں میں کیوں
کیوں تہلکہ عمارت ہفت آسماں میں ہے

نوحہ کا غل ہے محفل حوران خلد میں
ماتم کا شور مجلس کرّوبیاں میں ہے

ذرات میں فضا کے تموج ہے آج کیوں
جوش و خروش کیسا لئے آب رواں میں ہے

یہ کس کے غم میں دیدۂ عالم ہے خوں چکاں
دل تا جگر ہے موجۂ خوں کس لئے رواں

چرخ کبود رنگ بدلتا ہے کس لئے
ذرّوں سے خون تازہ اُبلتا ہے کس لئے

دامن پہ ہیں مرے دُر غلطاں بچھے ہوئے
ہر طفل اشک آج مچلتا ہے کس لئے

کیا میرے تیر آہ نے دل کر دیا فگار
رہ رہ کے چرخ پیر سنبھلتا ہے کس لئے

خیمہ میں دل جلوں کے لگا دی ہے کسنے آگ
گھٹکر دھواں دہن سے نکلتا ہے کس لئے

رُوح روان خلق کی ہستی تباہ کی
گردوں نے کس غریب کی بستی تباہ کی

کرنیں بڑھا رہی ہیں طپش آفتاب کی
بدلی ہے شکل خیمۂ زریں طناب کی

دریا بھی اپنی صورتِ اصلی پہ اب نہیں — موجوں میں بڑھ گئی ہے کشش پیچ و تاب کی
راہِ وفا کو طے کیا تیغوں کی دھار پر — دو داد ہمّت شہِ قدسی خطاب کی
کس تشنہ لب کو آج کیا ہے سپردِ خاک، — ذرّوں سے آ رہی ہے صدا آب آب کی

"یا ایہا الرّسول زابن زیاد داد
کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد"

قطعہ

مصروفِ گریہ دیدۂ طوفاں خروش ہے — یا جوہری دکان پہ گوہر فروش ہے
کونین ہے تہیۂ ماتم کئے ہوئے — شالِ عزا لئے فلک سبز پوش ہے
کعبہ کو یہ خیال کہ لینے نہ دی پناہ — اِس غم میں اِک سیاہ عبا زیبِ دوش ہے
دامانِ گرد سے جو ٹپکتا ہے تازہ خوں — خاکِ شہیدِ عشق مگر گل فروش ہے
اللہ رے اضطرابِ دلِ دادخواہ کا — اِک قطرہ خوں امیں قیامت کا جوش ہے
شمعیں ہیں کشتہ پھول ہیں افسردہ دل اُداس — یہ کون اُٹھ گیا ہے کہ محفل خموش ہے

مہماں ہے گھر میں ایک غریب الوطن عزیز
اپنی طرف نگاہ کرے کس کو ہوش ہے

قطعہ

وہ دِل جو ایک قطرۂ خوں چکیدہ ہے
دامن پر آج مثلِ گلِ نو دمیدہ ہے

تاثیرِ خونِ ناحقِ مظلوم الحذر
جو گل نکل رہا ہے گریباں دریدہ ہے

یہ غم وہ زہر ہے کہ جگر ہو گئے لہو
سبزہ چمن کا بھی مژۂ خوں چکیدہ ہے

کس کا لہو بہا ہے یہ اے ارضِ کربلا
گیتی تمام کشتیٔ طوفاں رسیدہ ہے

پنہاں ہوا ہے چاند امامت کا خاک میں
فرطِ الم سے پشتِ مہِ نو خمیدہ ہے

کیا خاک اہلِ درد کے دلکو سکون ہو
غلطاں بخاک و خوں کوئی گردن بریدہ ہے

اس داغِ پختہ سوز کی کیا قدر ہو اسے
بیگانۂ وفا جو دِل آرمیدہ ہے

دیکھو تو اپنے اترے ہوئے چہروں کا فروغ
باغِ بہشت پر تو رنگ پریدہ ہے

شیشو نہیں ہے ملائکہ کے جذبِ باطنی
ہر قطرہ اشک شبنم خورشید دیدہ ہے

بیت الحزن کو میں نے پھر آراستہ کیا
پابندِ نالہ پھر لبِ حسرت گزیدہ ہے

جاتا ہے کون رونقِ محفل لئے ہوئے
جو شمع انجمن میں ہے وہ آبدیدہ ہے

دیکھیں تو آپ آکے بہارِ نظر فروز
مجلس نہیں ہے دستہ گلہائے چیدہ ہے

مشاہد مقدسہ

یہ مشاہد یہ مآثر جلوہ آرائے نظر
خاک جن کی دیدۂ دل کیلئے کحل البصر

نقش مظلومی ہیں دیکھ اے دیدۂ عبرت نگاہ
ایک اک ذرّہ میں ہے افسانہ حال تباہ

گو بہایا خون انکا سخت بیدردی کیساتھ
راہ حق میں جان دی لیکن جوانمردی کیساتھ

چھپ نہیں سکتا لہو انکا کسی سفاک سے
بوئے خون تازہ آتی ہے ابھی تک خاک سے

بیکسوں کے صبر کا آخر یہی انجام ہے
چپ ہیں یہ لیکن زمانے بھر میں اک کہرام ہے

سینۂ پُر درد سے کھینچ ایک آہ شعلہ بار
ہے شہیدان رہ حق کی یہی شمع مزار

۲۰-جون ۲۸ء

سلام

لائے ہیں اصغر کو شہ پانی پلانے کیلئے
یعنے اپنی طاقت صبر آزمانے کیلئے

کیا جھجکتے کثرت اعدا سے انصار حسین
تھی شجاعت پیشرو ہمت بڑھانے کیلئے

مرتضیٰ سے تا امام حجۃ ثانی عشر
کتنے ساقی ہیں مئی کوثر پلانے کیلئے

ابن خیبر گیر تجھ سا مرد میداں چاہیئے
گھر لٹا نیکے لئے اور سر کٹانے کیلئے

ختم گردوں نے مصائب کربلا میں کر دئے
گردشیں باقی نہ رکھیں پھر زمانے کیلئے

اے زمین کربلا فردوس پر کر افتخار
شاہ لیتے ہیں تجھے قبریں بنانے کیلئے

کتنے ظلم ایجاد دشت کربلا میں ہو گئے
سبحہ زہرا ترے ایک ایک دانے کیلئے

آل مروان و امیہ بہر تخت سلطنت
عترت پاک محمد خاک اڑانے کیلئے

کیوں عزیز اس بیکسی میں کون سی تاثیر تھی
بیزباں بچے چلے ہیں تیر کھانے کیلئے

۲۰ صفر ۱۳۴۵ھ

سلام

چلے محشر میں جب آلودہ جرم و خطا ہو کر
شفاعت طرح کے پہونچی دامن آل عبا ہو کر

یہاں میں خاک تربت اُنکی ہے اکسیر سے بہتر
ہوئے ہیں کیمیا جو کشتۂ تیغ جفا ہو کر

سوا اس راہ کے مسدود ہیں سب خلد کی راہیں
اگر جنت میں پہونچیگا کوئی تو کربلا ہو کر

قیامت میں وہ ہونگے دستگیر امت عاصی
ترائی میں گرے جو ہاتھ شانوں سے جدا ہو کر

سلام باد بر اُن کشتگان بیگناہی بے پر
ملا ہے چشمۂ آب بقا جن کو فنا ہو کر

سلام حسرت ان اعضائے نورانی پہ روز و شب
پڑے تھے خون میں آغشتہ جو تن سے جدا ہو کر

سلام عبرت آگیں ہو اُن اجسام مطہر پر
جنھوں نے معجزے دکھلائے ہیں خاک شفا ہو کر

فقط اے امت عاصی یہ تیری پردہ پوشی تھی
کہیں مجبور ہو سکتی تھی زینب بے ردا ہو کر

عزیز آخر امامت کیوں نہ ہو جوہر نبوت کا
لعاب مصطفےٰ جز و بدن جب ہو غذا ہو کر

۲۰ محرم ۱۳۴۳ھ

سلام

کربلا کے ظلم یاد آئے پشیماں ہوگیا — ماہ نو نکلا ، فلک سرور گریاں ہوگیا
ہوگیا برباد ملت کا ساماں ہوگیا — مصحف ناطق کا شیرازہ پریشاں ہوگیا
بہہ گیا جب مصحف ناطق کے پاروں کا لہو — صفحۂ دشت بلا تفسیر قرآں ہوگیا
خون اولاد نبی سے مٹگئیں تاریکیاں — کربلا کے ذرّہ ذرّہ میں چراغاں ہوگیا
تھی علی کی ہر نگہ اسلام کی روح رواں — آنکھ بھر کر جس کو دیکھا وہ مسلماں ہوگیا
نیزہ و شمشیر و خنجر تیر و پیکان ستم — بس انھیں میں منقسم خون شہیداں ہوگیا
بھر کے آنسو آنکھ میں شہ بولے ہی وقت اذاں — صبح کا تارا علی اکبر نمایاں ہوگیا
زخمیوں نے گل کھلائے گلشن لاہوت کے — کربلا کا گوشہ گوشہ خلد ساماں ہوگیا

اہل دل تڑپا کرینگے زندگی بھر اے عزیز
حرملہ کا تیر پیوست رگ جاں ہوگیا

صفر ۱۳۲۴ھ

سلام

بہر نصرت جو نہ حیدر کی امامت ہوتی — غیر ممکن تھا کہ تکمیل رسالت ہوتی
خون اپنا نہ بہاتے جو حسین ابن علی — تن اسلام میں کس طرح یہ طاقت ہوتی

سر اُٹھانا کوئی آسان تھا اس حرؑ کے بعد
خنجر ظلم تجھے کیوں نہ خجالت ہوتی

کم نہیں ہے یہ جہاں میں اثر صبر حسینؑ
لب فریاد جو کھلتا تو قیامت ہوتی

کیوں بہتّر کے مقابل میں ہزاروں آتے
فوج اعدا میں اگر کچھ بھی شجاعت ہوتی

لاشِ بے مثل نبی پر شہ دیں کا کہنا
دیکھتا چہرۂ اکبر جو بصارت ہوتی

مستند محضر بخشش کبھی ہوتا نہ عنیؔ
خون دل سے نہ اگر مُہر شہادت ہوتی

۲۱۔ محرم ۱۳۴۳ھ

سلام

عاصیوں کو ابر رحمت کا پتا مل جائے گا
حشر میں گر دامن آل عبا مل جائیگا

حُر سے کہتا تھا مقدر چل سوئے سبط رسولؐ
گلشن جنّت کا سیدھا راستا مل جائیگا

رونیوالے دیکھ تو ان آنسوؤں کے تار کو
رشتۂ توحید کا تجھ کو سرا مل جائیگا

غور کر ہستی پر اپنی اے حقیقت ناشناس
ڈھونڈھتا ہے جس کو تو اسکا پتا مل جائیگا

کشتیٔ اسلام کافی ہے تجھے ذاتِ علیؑ
مل گیا ہے ناخدا بس اب خدا مل جائیگا

باب خیبر دیکھ لے جبریلؑ کے پر دیکھ لے
تجھ کو پھر اندازۂ دستِ خدا مل جائیگا

بنت زہرا نے کہا پھر خنگ ہوگی دیدنی
میرے بچوں کو اگر اذن وغا مل جائیگا

دیکھ لوگے گر دل اہل تولا کی خلش — حرملہ کے تیر کا اب بھی پتا مل جائیگا

جستجوے راہ حق میں سعی کرتا جا عزیز
یا خدا مل جائے گا یا نا خدا مل جائے گا

۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء

سلام

لیلےٰ کے دل سے پوچھئے سر سے پوچھئے — کیوں حال زخم دل علی اکبر سے پوچھئے

طاقت شباب کی در خیبر سے پوچھئے — بچپن کا زور کلۂ اژدر سے پوچھئے

کس طرح نیند آتی ہے تیغوں کی چھانوں میں — ہجرت کی شب رسول کے بستر سے پوچھئے

حد تشنگی کی حلق بریدہ بتائے کیا — سوکھی رگوں میں دم نہیں خنجر سے پوچھئے

جانکاہ ہے فسانۂ بربادی شباب — تصویر مصطفےٰ علی اکبرؑ سے پوچھئے

کس نے کیا تھا لہجہ فانوس میں کلام؟ — پردے میں کون تھا؟ یہ پیمبر سے پوچھئے

ہیں آفتاب حشر میں کیا جلوہ تابیاں — نیزہ پہ جو بلند ہے اس سر سے پوچھئے

عزت ہے کیا غلامی آل رسول میں
قنبر سے یا عزیز سخنور سے پوچھئے

سلام

منقلب ہاتھو نپہ شہ کے بجھیا کیونکر ہوا
ابن کاہل سے یہ ظلم نارو ا کیونکر ہوا

کوئی ایسا بھی نہ تھا جو شمر سے یہ پوچھتا
قتل تجھ سے مصطفےٰ کا لاڈلا کیونکر ہوا

تجھ پہ کس کس بیگنہ کا خون ناحق نہ گیا
ضبط تجھ سے اے زمین کربلا کیونکر ہوا

ننگے سر دربار میں بیٹھیں علی کی بیٹیاں
یہ ستم تجھ سے یزید بے حیا کیونکر ہوا

روز عاشورا حسین ابن علی سے دیکھئے
جادۂ تسلیم کا طے مرحلہ کیونکر ہوا

دیکھئے حرّ دلاور کا مقدر دیکھئے
سرگروہ حلقۂ اہل وفا کیونکر ہوا

شاہِ دیں کیونکر نماز عصر سے فارغ ہوئے
سجدۂ شکرِ خدا دیکھو ادا کیونکر ہوا

حل کرے یہ مسئلہ کوئی نصیری سے عزیز
جسکو سب بندے سمجھتے تھے خدا کیونکر ہوا

سلام

اشکِ غم زینت دہ اہل نظر کیونکر نہو
گوشِ حوران بہشتی میں گہر کیونکر نہو

بابِ شہر علم کی آمد خدا کے گھر میں ہے
کیوں نہو دیوار میں کعبہ کی در کیونکر نہو

اُم لیلیٰ جانتی تھیں صبح عاشورہ کا حال
چہرۂ اکبر پہ حسرت سے نظر کیونکر نہو

بہہ گیا تجھ پر رسُول اللہ کے دل کا لہو
اے زمین کربلا تو با اثر کیونکر نہو

خون برسا ویں فلک سے جو مسافر تشنہ لب
ایسے مظلوموں پہ کوئی نوحہ گر کیونکر نہو

دوپہر میں فاطمہ کا سب بھرا گھر لٹ گیا
میرے آگے یہ جہاں اک رہگذر کیونکر نہو

ابن حیدر گیر نکلا آستیں اُلٹے ہوئے
لشکر اعدائے دیں زیر و زبر کیونکر نہو

روئے خون تازہ سے جس پر فلک چالیس دن
نوحہ خواں اُس پر عزیز نوحہ گر کیونکر نہ ہو

سلام

اُمید زندگی رکھتا کوئی مظلوم کیا دلیں
جوانان بنی ہاشم کی لاشیں تھیں مقابل میں

بتا دے اے نشیب سرزمین کربلا جلدی
نظر کیا چیز آئی ہے یہ مجھ کو دست قاتل میں

پلٹ کر ایک نظر پھر دیکھ لے اے چاند امامت کے
بھرا ہے خون کچھ سیدانیوں کا چوب محمل میں

مسلسل عرش اعظم کی ہلی جاتیں تھیں زنجیریں
امام عصر نے جب پاؤں رکھا تھا سلاسل میں

علی اکبر اذاں دینے لگے جب صبح عاشورہ
صدا جسنے سنی اک جوش پیدا ہو گیا دل میں

تماشائے سخاوت دیکھنے والو چلو دیکھو
کف قنبر سے آتی ہے مہاراب دست سائل میں

عزیز! بتو غم شہ کی خلش ہرگز نجائیگی
رہیں گے حشر تک ٹوٹے ہوئے نشتر مرے دل میں

سلام

صبر کا حق شہ مظلوم ادا کرتے ہیں
تیر حلق علی اصغر سے جدا کرتے ہیں

اے فلک یاد ہے دلبند حسن کی صورت
ایسے بچے بھی کہیں ذبح ہوا کرتے ہیں

نزع میں دیکھ ذرا جنبش لبہائے حسینؑ
کس طرح بخشش امت کی دعا کرتے ہیں

گرمیٔ مہر جہانتاب بڑھی حد سے اگر
شہ مظلوم بھی ذابند قبا کرتے ہیں

مشورہ رہتا تھا زنداں کے نگہبانوں میں
دیکھئے کب ان اسیروں کو رہا کرتے ہیں

پائے عابد پہ ورم اور یہ زنجیر گراں،
کیا یونہی ایسے مریضوں کی دوا کرتے ہیں

غم شبیر کا تازہ ہے اثر دلپہ عزیز
گو کہ ہر روز یہ افسانہ سنا کرتے ہیں

تمام شد

صدّیق بک ڈپو لکھنؤ

نے اشاعت العلوم پریس لکھنؤ میں چھپوا کر شایع کیا

بار اول ۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد

"حقوق طبع محفوظ"

ع - ص ۸۹۱۶۱۳۱۰

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۱۰۰۱

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ ارکین مجلس امانی کے سوا کسی شخص کو کتاب عاریتاً نہیں دی جائے گی۔

۲۔ ہر ممبر کو ایک وقت میں صرف ایک کتاب دی جائے گی۔

۳۔ طلبا کو کتاب دینے سے پیشتر ان کے ذمہ دار افسر سے دریافت کیا جائے گا۔

۴۔ مستعیر کو کتاب کے ضائع ہونے یا نقصان پہنچنے کی صورت میں اس کا دام ادا کرنا ہوگا۔

۵۔ جو شخص مقررہ وقت کے اندر کتاب واپس نہ کرے گا اس سے جرمانہ وصول کیا جائے گا۔

۶۔ کتاب کی واپسی کے وقت اس کا ورق ورق دیکھا جائے گا۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا کچھ لکھنا سختی سے منع ہے۔

۸۔ کتاب کے ورق الٹتے وقت انگلی پر تھوک لگانا منع ہے۔

۹۔ کتاب کو ہمیشہ صاف ہاتھوں سے پڑھنا چاہیئے۔

۱۰۔ کتاب کو گرد و غبار سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔

۱۱۔ کتاب کو ہمیشہ بند الماری میں رکھنا چاہیئے۔

۱۲۔ کتاب کو ہمیشہ احتیاط سے رکھنا چاہیئے۔

۱۳۔ کتاب کو ہمیشہ صاف ہاتھوں سے پڑھنا چاہیئے۔

۱۴۔ کتاب کو ہمیشہ صاف ہاتھوں سے پڑھنا چاہیئے۔